بابت جنوری سنہ [illegible] ع — رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۵

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (قرآن حکیم)

# رسالہ

# اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

## اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

## خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ — قیمت صہ سالانہ ممالک غیر کیلیے

انتباہ۔ درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

سنہ ۱۹۲۹ء

رفیق عام پریس ریلوے روڈ لاہور میں [illegible] محمد عبدالغنی [illegible] رسالہ اشاعت اسلام [illegible] لاہور سے شائع کیا

# ووکنگ مُسلم مشن ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے سترھواں سال ہوئے۔ فضل ربی اور مسلمانانِ عالم کی مسلسل توجہ سے آج تک انگلستان جیسی گراں سرزمین میں کبھی بھی اس مشن کو مالی مشکلات نہیں ہوئیں۔ اس محولہ بالا فنڈ کے اجرا کی غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ پس انداز رقم بطور میعادی سرمایہ جمع کیا جائے جو آڑے وقت کام آئے۔ اور اس فکسڈ ڈیپازٹ کا سالانہ منافع مشن کے گرانبار اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو۔ اگر مسلم بھائی اپنی اور اپنے دوست واحباب، خویش و اقارب کے تمام صدقات۔ خیرات۔ نذر بھینٹ کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں تو مشن ہمیشہ کے لئے مالی تقویت کا موجب ہوسکتا ہے +

# اِسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیرادارت شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے شائع ہوتا ہے۔ اسکی کئی ہزار کاپیاں دُنیا کے غیر مسلم طبقہ اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اس میں تعلیم الاسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسلم مصنفین کے علاوہ نومسلم احباب کے بھی اس میں مضامین درج ہوتے ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے۔ اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نومسلین کے فوٹو شائع ہوتے ہیں۔ جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ رسالانہ چندہ ہندوستان میں ہے

# ووکنگ مُسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے فاروق بالقابہ (نومسلم) جناب عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض وغایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اس کی طباعت اور پھر اس کی وسیع پیمانہ پر مفت یا قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے اور جہاں جہاں لیکچروں یا تقریروں کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچاتا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کرچکا ہے۔ جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی سنسنی خیز مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یوروپین توجہ . . . . کو جذب کرلیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنا اور اس کی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے +

آجکل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیرطباعت ہے۔ اس کے علاوہ شہرہ آفاق کتاب

"آسمانی بادشاہت" اور اس کا چارٹر

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب انگریزی میں ترتیب دی جارہی ہے۔ اور اس کا برانچ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے +

**تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)**



# فہرست مضامین

## رسالہ

# اشاعت اسلام

جلد (۱۵) بابت ماہ جنوری ۱۹۲۹ء مطابق ماہ رجب ۱۳۴۷ھ نمبر (۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

# اشاعت اسلام

جلد ۱۵ بابت ماہ جنوری ۱۹۲۹ء نمبر ۱

## شذرات

سب سے پہلے ہم قارئین کرام کو اس نئے سال کی مبارکباد دیتے ہیں۔ اور دستور قلب سے ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس رسالہ کو سینکڑوں نئے سال دیکھنے نصیب کرے۔ دعا ہے کہ اس سال یہ رسالہ اس کوشش جمیلہ کو جو یہ آج سولہواں سال میں کر رہا ہے آگے کی نسبت نہایت احسن طریق سے ادا کرے۔ اس رسالے نے زندگی کے اس نئے سال ۱۹۲۹ء میں قدم رکھا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ یہ سال اس پر مبارک گذرے۔ اور قارئین کرام کے دلوں میں ایک نئی زندگی کی روح پھونکے۔ تاکہ وہ دگنی طاقت کے ساتھ اشاعت اسلام جیسے زبردست کام میں ہماری پوری امداد فرمائیں۔ خدا کرے کہ ہم اس دیرینہ ادبار غفلت اور نکبت پر ہمیشہ کیلئے جنازہ پڑھیں۔ اور اس نئے سال سے ہمارے مبارک فلاح و بہبودی کے دن شروع ہوں۔ جن میں ہمیں مدتوں رہنا نصیب ہو +

یہ رسالہ جس مقصد کو لئے ہوئے ہے وہ نہایت مبارک مقصد ہے۔ اور جس پودہ کی یہ رسالہ آبیاری کرتا ہے وہ نہایت ہی مقدس پودہ ہے ہزار شکر ہے کہ ہر سال ہم اس پودہ کو سرسبز و تازہ پاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں اپنے قارئین کرام کے گذشتہ احسانات کا تہ دل سے ممنون ہونا پڑتا ہے۔ ہمارے لئے یہ نہایت خوشی کا مقام ہے کہ احباب نے اس ہمارے کام کو ہمیشہ اہمیت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور ضرورت کے وقت انھوں نے اپنی بہت قابل قدر امداد کے دینے سے کبھی بھی دریغ نہ کیا۔ آخر یہ رسالہ اور ہمارا مشن آپ چند کسی کی ہی خدمت و اخوت کا ممنون احسان ہے +

آج کا سال ہمارے لئے علاوہ دیگر خصوصیات کے ایک اور خصوصیت کے لحاظ سے بھی زیادہ باعث مسرت و مبارک ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام جو ایک لمبے عرصہ تک صاحب فراش رہے اس سال خدا کے فضل سے امراض خبیثہ سے نجات پا کر صحتیاب ہوگئے گو ابھی ان میں نقاہت باقی ہے۔ یہ خوشخبری اُن احباب کے لئے جن کی آنکھیں تضرع کے ساتھ اُن کی صحت کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ نہایت خوشی کا موجب ہوگی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اب اُن کی موجودہ کمزوری رفع ہو تا کہ وہ اپنی کامل توجہ مشن اور صداقت اسلام میں لگا سکیں۔ اور اس اپنے ہاتھ سے لگائے ہوئے پودہ کو اپنی زندگی میں بار آور ہوتے ہوئے دیکھیں۔ آمین +

**خواجہ عبدالغنی صاحب** سکرٹری مسلم مشن ووکنگ جنوبی ہند و دیگر مقامات پر دورہ کیلئے گئے ہوئے ہیں۔ آپ کے اس لمبے دورہ کا مقصد اشاعت اسلام اور اسکے ذرائع پر مسلمان بھائیوں کی توجہ کو مبذول کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس مقدس کام میں کامیاب کرے۔ جس کیلئے انھوں نے اپنی زندگی وقف کی ہے۔ ہمیں امید واثق ہے کہ جہاں جہاں بھی خواجہ عبدالغنی صاحب اس مقدس غرض کو لے کر پہنچ جائیں وہاں مسلمان بھائی از راہ اخوت خلت و محبت اُن کا ہاتھ بٹائیں +

# نصرٌ من اللہ وفتحٌ قریب

## مغرب میں شوکت اسلام

یہ ایک اٹل اصول ہے کہ دنیا میں آخر صداقت ہی غالب آتی ہے آفتاب کی روشنی میں اندھیرا کافور ہوتا ہے۔ یہی حال ہم اس وقت مغرب میں دیکھ رہے ہیں لوگ اپنے آبائی رسمی مذہب کو چھوڑ کر جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔ لوگوں کی عقلیں عقال رسم و توہمات سے آزاد ہو کر حق کی تلاش میں لگی ہیں اور آفتاب اسلام کی کرنیں بہت آب و تاب سے ان کے دلوں پر پڑ رہی ہیں اور وہ از خود ہی اس صداقت پر عاشق و متوالے ہو کر تحسین و آفرین کے کلمے گا رہے ہیں۔ اسلام کی سادگی اخوت و پاکیزگی اُن کے دلوں کو سرعت کے ساتھ مسخر کرتی جاتی ہے اور اسلام کا سیل رواں بہت زور کے ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس حیرت انگیز کامیابی کا باعث کارکنان ووکنگ مشن کی محنت شاقہ ہے۔ انہی کی عرق ریزی و کوشش کا نتیجہ ہے کہ ہم ہر مہینہ کسی نہ کسی نو مسلم چہرہ کی زیارت کرتے ہیں۔ جو اسلام کی تعلیم پر عاشق ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں۔ وہ خط یا وہ عبارتیں جو وہ اسلام میں داخل ہونے کے وقت ارقام فرماتے ہیں۔ اُن کے دلی کیفیت کا سچا فوٹو کھینچتے ہیں۔ کم از کم ایک سچے مسلمان کو وہ الفاظ وجد میں لانے کیلئے کافی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آج بھی ہم ایک سعید روح کی زیارت کرتے ہیں۔ جس کے فوٹو سے ہم نے اس نمبر کو مزین کیا ہے۔ ان کا اسم گرامی **مسٹر وان سپروس** ہے۔ اور ذیل کے الفاظ میں اسلام کے مداح ہیں:۔

"اسلام ہمیں بغیر کسی سند کی امداد کے خود اعتمادی سکھلاتا ہے۔ اور اس طرح ہمیں معرفت نفس میں امداد دیتا ہے۔ موجودہ تہذیب معاشی زندگی کو مضبوط اور بہتر بنانے میں اس خود اعتمادی اور جذبۂ انسانی کی از حد ضرورت ہے۔ کیونکہ اسی سے تمام اقوام انسانیت کے نام پر حلقۂ اخوت میں متحد ہو سکتے ہیں" +

بہر حال یہ شوکت جو آج مغرب میں اسلام کی ہو رہی ہے۔ یہ اُن قابل تعریف اشخاص کی کوششوں کا نتیجہ ہے جو وہاں اس وقت پورے انہماک کے ساتھ تبلیغ اسلام کے مقدس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ خدا کرے کہ مسلمان بھائی اُن کے اس کام کی اہمیت کو سمجھیں اور ووکنگ مشن کے مالی استحکام کی فکر کریں۔ تاکہ یہ اسلامی مشن ہمیشہ کیلئے کسی وقتی امداد سے مستغنی ہو جائے۔

# زکوٰۃ کا بہترین مصرف اشاعتِ اسلام ہے

گذشتہ نمبر میں ہم نے قارئین کرام کی توجہ زکوٰۃ کے مصرف پر مبذول کی تھی۔ ہم نے یہ بتلایا تھا۔ کہ اسلام پر اس وقت جیسی کٹھن آئے ہیں۔ اور اگر فی الحقیقت کوئی محتاجِ امداد ہے۔ تو وہ دینِ اسلام ہے جس کو قائم کرنے میں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اپنی زندگیاں دیں۔ اور قسما قسم کی ذلتیں اٹھائیں۔ بانیٔ اسلام کی تکالیف کو سن کر ایک سنگدل سے سنگدل انسان بھی رو پڑتا ہے۔ مگر آج مسلمانوں کی شومئی قسمت سے یہ دین تنزل میں آیا ہے۔ اور اگر کوئی قومی انسٹیٹیوشن دینِ اسلام کو قائم کرنے کے لئے کہیں بھی موجود ہے۔ تو اس طرف بدقسمتی سے مسلمانوں کی توجہ نہیں۔ آج ۳۰ سال سے انگلستان میں ایک اسلامی مشن قائم ہوا ہے جس نے محمد رسول اللہ اور اسلام پر اعتراض کرنے والوں کو دندان شکن جواب دے کر اسلام کے دشمنوں کو اسلام اور بانیٔ اسلام کا منور چہرہ دکھلایا۔ اس مشن کی اس عرق ریزی اور جانفشانی و خدمت کا جو اثر ہوا۔ وہ آپ لوگوں نے اس رسالہ کے ذریعہ معلوم کیا ہی ہوگا۔ آج تک سینکڑوں کی تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہو چکے۔ اور آئندہ بھی خدا کے فضل سے ہوتے رہیں گے۔ مگر اگر کمی ہے تو مسلمان بھائیوں کی توجہ کی۔ اگر آج بھی مسلمان صرف اپنی ایک زکوٰۃ کا ہی مصرف سمجھیں تو اسلام کا مستقبل نہایت شاندار ہوگا۔ کیونکہ اشاعتِ اسلام ہی زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ آج ضرورت ہے کہ ہم خدا کے دین کے لئے ہر ایک قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں۔ کیونکہ ہمارے مقابل ایک دشمن نہیں بلکہ کثرت سے ہیں۔ غیر مسلم مشن پانی کی طرح روپے کی بارش برسا رہے ہیں۔ اور ہر طرح سے مقابل میں تیار رہتے ہیں۔ مگر مسلمان ہیں۔ کہ ان کی زکوٰتیں خیراتیں صدقے بے محل و بیجا مقام پر صرف ہو رہے ہیں۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا۔ جبکہ تمام نظامِ حکومت اور دشمن کے مقابل لڑائی کا لڑنا صرف زکوٰۃ کے روپے سے ہی کیا جا سکتا تھا۔ اگر آج بھی ہم اس روپیہ کا باقاعدہ مصرف کرتے۔ تو اسلام کو اس غربت کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔ اس وقت اسلام کو قائم رکھنے کیلئے مالی مشکلات درپیش ہیں۔ اس مشکل کا بہتر حل ہمارے زکوٰۃ کے روپیہ سے ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں سے ہماری اپیل ہے۔ کہ وہ تبلیغ اسلام کے لئے اپنے زکوٰۃ کا روپیہ مسلم مشن ووکنگ کے ریزرو فنڈ میں بھیجیں۔ کیونکہ ریزرو فنڈ ہی اب ہمیشہ کے لئے مشن کو نہایت ٹھوس بنیاد پر قائم رکھ سکتا ہے۔ آپ اس کارِ خیر میں شریک ہو کر عند اللہ ماجور ہوں +

---

**شکریہ**

پچھلے دو ماہ کے عرصہ میں از راہ ہمدردی جن احباب نے ہمیں رسالہ کیلئے نئے خریدار دیئے ہم ان کی اس کوشش کا تہ دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ امید ہے کہ وہ اپنی اس سعی کو آئندہ بھی جاری رکھیں گے۔ کیونکہ اسلامی لٹریچر کی نشر و اشاعت بھی اشاعتِ اسلام کا ایک بہتر ذریعہ ہے +

مینیجر رسالہ اشاعتِ اسلام عزیز منزل لاہور

# ووکنگ مسلم مشن اور اس کا استحکام

یہ مشن اب نہ کسی تعارف کا محتاج ہے۔ نہ اسکی ضرورت و اہمیت پر کسی بحث کی ضرورت ہے۔ اگر یہ مشن اب تک کامل نتائج پیدا نہیں کر سکا۔ تو اس کا باعث کوئی ہمارے نقص ہیں۔ اور زیادہ تر اس جدوجہد کی کمی ہے جو قومی توجہ اور تعاون کی ہی پیدا کر سکتی ہے۔

یہ امر اب ثابت ہو چکا ہے۔ کہ یہ مشن ایک ضرورت حقہ ہے۔ اور اگر اس کے استحکام کا انتظام ہو جائے۔ تو عنقریب مغرب میں مذہبی تبدیلی کا باعث ہو کر یہی مشن اسلام کی قوت اور شوکت کا باعث ہو سکتا ہے۔ اسکی اس وقت تک کی تھوڑی بہت کامیابی کا ذمہ دار جن کی صحت پر تجربہ نے مہر لگا دی۔ میرے نزدیک دو باتیں ہیں۔ ایک اس مشن کا کسی خاص فرقے سے تعلق نہ رکھنا۔ اور تعلیم و تبلیغ اسلام میں فرقی خصائص کی طرف توجہ نہ کرنا۔ دوسری بات جو اسکی کامیابی کا موجب ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کے کارکنوں نے مسلم لٹریچر کی نشر و اشاعت کو تقریری یا خطابی تبلیغ پر مقدم رکھا۔ زبانی تبلیغ کو بھی نہیں چھوڑا۔ مگر تصنیف و تالیف اور اسکی اشاعت کا دائرہ بڑھا یا گیا۔ اور آج ہم اس نتیجہ پر آپہنچے ہیں۔ کہ اگر ووکنگ میں دو تین مبلغ وعظ و لیکچر کے لئے مخصوص کر کے باقی کل کا کل عملہ مذہبی ادبیات کے پیدا کرنے اور اس کی نشر و اشاعت میں صرف ہو جائے۔ تو تھوڑے ہی دنوں میں محیر العقول نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ ۱۹۲۵ء کے سترہ سالہ تجربے نے مجھے ایک مثبتہ صداقت کی طرح اس حقیقت پر قائم کر دیا۔ چنانچہ میں نے ایک **مسلم لٹریری ٹرسٹ** قائم کیا۔ اور اس ٹرسٹ میں انہی دو باتوں کا لحاظ رکھا۔ ایک طرف تو اس ٹرسٹ کے ٹرسٹی مقرر کرنے میں فرقی خصوصیت کو الگ کر دیا گیا۔ دوسری طرف اس کا مقصد اسلامی ادبیات کی نشر و اشاعت رکھا۔ اس ٹرسٹ کے ممبر حسب ذیل رکھے گئے۔

(۱) رایٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے الفاروق (چیئرمین) (۲) سر عباس علی بیگ سابق ممبر انڈیا کونسل (لندن) (۳) خواجہ کمال الدین صاحب (۴) ووکنگ مشن کا انچارج بحیثیت عہدہ (۵) خواجہ نذیر احمد سکرٹری۔

۱۹۲۵ء سے آج تک اس ٹرسٹ نے پانچ کتابیں شائع کیں جن کے نام ذیل میں درج ہیں:۔

(۱) آئیڈیل پرافٹ (مصنفہ خواجہ کمال الدین) (۲) مجالست فی الاسلام و تعلیم مسیح علیہ السلام (مصنفہ لارڈ ہیڈلے) (۳) اسلام کیا ہے (مصنفہ مسٹر حبیب اللہ لوگرو) (۴) کھلی چٹھی بنام لارڈ بشپ آف سالسبری (مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب)

فٹ نوٹ: ٹرسٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ اسکے ممبروں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ اور ٹرسٹ کے ایک ممبر نے میاں خلیفہ شفیع صاحب کو میاں تصاحب مستقل ہونے کے بعد ٹرسٹ کے واسطے ٹرسٹی منظوری بطور ٹرسٹی پیش کیا ہے۔ باقی دو اور صاحب بھی زیر تجویز ہیں۔

(۵) مسیح کا اصلی مذہب مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب۔ ان پانچ کتابوں نے جو اس تھوڑے سے عرصہ میں اُس سے بڑھ کر نتائج مرتب کیئے وہ دوسری قسم کی تبلیغی کوششوں کے مقابل زیادہ مفید ثابت ہوئے یہی کتابیں صدہا روحوں کو اس عرصہ میں صداقت کی طرف لے آئیں۔ اس وقت جو کتاب زیر تصنیف ہے اور جس کی تکمیل کو میری دوسالہ بیماری نے روک رکھا ہے وہ اسی قسم کا

## مقدمۃ القرآن

ہے جس کی اشاعت پر انشاء اللہ مغربی دنیا میں اسلام کی طرف ایک خاص رجحان پیدا ہوگا +

لیکن میری اس لمبی بیماری نے مجھے ایک اور بھی سبق دیا۔ آج مشن کو قائم ہوئے سولہ سال ہو چکے۔ خدا کے فضل نے اُس دن سے آج تک مشن کو مالی مشکلات میں پڑنے نہیں دیا۔ کچھ تو میری تصنیف آمد سے مشن کو مالا مال کرتی رہی دوسری طرف میں ہر دوسرے تیسرے سال مسلم بھائیوں کو مشن کی معاونت کیلئے خود اُن کے دروازوں پر جاکر تحریک کرتا تھا۔ اور میں جس قدر شکریہ اپنی قوم کا ادا کروں تھوڑا ہے۔ کہ میری کوئی بھی اپیل کبھی بھی رائیگان نہ ہوئی۔ آج جو اس بیماری کے باعث میں پورے دو سال صاحب فراش رہا۔ اور اب بھی گو امراض خبیثہ سے نجات پا چکا ہوں لیکن اس قدر اپنے میں طاقت نہیں پاتا کہ بہت جلد دورہ شروع کرسکوں۔ اس نے میری آنکھ ایک خاص امر کے متعلق کھول دی۔ آج سولہ سال کے بعد مشن مالی مشکلات میں ہے اور اس کا باعث بظاہر میری بیماری ہے۔ میری بیماری میں گو مشن تو کامیابی کے ساتھ چلتا رہا لیکن نہ کوئی تصنیف نکل سکی۔ اور نہ کسی نے مالی استحکام کے لئے وہ کام کیا جو میں پھر کر کیا کرتا تھا۔ موجودہ مالی دقتیں پیدا ہو گئیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ میں ہمیشہ کیلئے بقید حیات نہیں رہ سکتا۔ اور نہ اس قسم کا مشن کسی ایک ذات یا کسی ایک کی قلم سے وابستہ ہو کر مداومت کا منہ دیکھ سکتا ہے۔ اسلئے ضروری ہے۔ کہ اب جو اللہ تعالیٰ نے مجھے مہلک امراض سے نجات دی۔ تو میں اپنی بقیہ زندگی کے دن کچھ تو مذہبی تصنیف میں خرچ کروں۔ اور زیادہ تر کسی مستقل فنڈ کے پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہو جاؤں۔ کہ جس کے منافع اور مفاد سے مغرب میں اشاعت اسلام کا مسئلہ گو محدود پیمانہ پر ہی کیوں نہ ہو ہمیشہ کیلئے حل ہو جائے۔ اسلئے میں اس مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر اُن کے نزدیک مسلم مشن کی گذشتہ خدمات ماجور ہو چکی ہیں۔ تو وہ اس کے استحکام کا فکر کریں۔ اگر ہم تین چار لاکھ روپیہ بھی ایک مستقل فنڈ کی شکل میں الگ کر دیں۔ تو اس کا منافع ہی مغرب میں اشاعت اسلام کی مالی ضروریات کا کفیل ہو سکتا ہے +

آغاز مشن سے میں نے اپنی ذات کو علی العموم مشن کی آمدنیوں سے الگ رکھا۔ اور اس کے خرچ کو بھی دوسروں کے ہاتھوں میں رکھا۔ آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ یہ معاملات قومی ہیں۔ اس کے وارث صلبی وارث نہیں ہوتے اس کے وارث وہی ہوتے ہیں۔ جو اسکے اہل ہیں۔ اسی اصول پر میں ایمان رکھتا ہوں اور آجتک اسی کا پابند رہا ہوں +

میں چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے میں **اشاعت ادبیات اسلامی** کا کوئی مستقل انتظام کر جاؤں۔ اسی امر سے رسالہ اسلامک ریویو بھی وابستہ ہے۔ اگر کوئی کتاب اشاعت اسلام میں ایک مستقل رنگ اپنے اندر رکھتی ہے تو **ریویو** کی اشاعت بھی میعادی شکل میں از بس ضروری ہے میں چاہتا ہوں کہ ہمارا ریویو بھی ایک مستقل اشاعت کی شکل اختیار کرے۔ اور ریویو اور دیگر اسلامی ادبیات کا جو منافع ہو۔ وہ مشن کے ذریعہ اشاعت اسلام پر خرچ ہو جیسا کہ آج تک میری تصانیف کا منافع جس میں ریویو بھی شامل ہے مشن کے مالی استحکام پر ہی خرچ ہوتا رہا ہے۔ یہ امر **مسلم لٹریری ٹرسٹ** کے ٹرسٹیوں نے بھی قبول کر لیا ہے +

الغرض ایک مستقل **سرمایہ** کی ضرورت ہے جس کا قیام کسی ذات واحد سے وابستہ نہ ہو۔ میں صرف اسی قدر چاہتا ہوں۔ کہ وہ سرمایہ میری زندگی میں قائم ہو جائے۔ اور میں اپنی زندگی میں ہی اسے اور ایسا ہی دوسرے امور کو اور ہاتھوں میں دے کر یہاں سے رخصت ہو جاؤں **مسلم لٹریری ٹرسٹ** کا سرمایہ اس وقت **پینتیس ہزار** روپے سے اوپر ہے۔ جو قریباً کُل کا کُل ٹرسٹ کی طرف سے بنکوں میں بصورت فکسڈ ڈیپازٹ رکھا گیا ہے۔ اور اس کے منافع سے ہی آج تک ٹرسٹ نے اپنے اخراجات نکالے ہیں۔ یہ فنڈ بھی در اصل ووکنگ مسلم مشن کی ہی اغراض کے پورا کرنے کے لئے قائم ہوا ہے +

جو صاحب میری اس عرضداشت کو پڑھیں۔ وہ اس کام میں میری معاونت کریں۔ ایک ایک روپے سے لاکھوں روپے جمع ہو سکتے ہیں۔ اگر مسلم بھائی میری اس اپیل پر توجہ کریں۔ اور میری اس بیماری کو بنظر عبرت دیکھیں۔ اور یہ یقین کر لیں۔ کہ میری زندگی کے دن تھوڑے ہیں۔ اور اس وقت مجھ میں وہ طاقت و قوت بھی نہیں جو بیماری سے پہلے تھی۔ خدا چاہے تو وہ اب بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ اسلئے جس کام کا میں نے ارادہ کیا ہے اس میں وہ میرے معاون ہوں +

یہ تو ناممکن ہے۔ کہ میں ہر جگہ پہنچ سکوں۔ یا اصالتاً ہر ایک دوست کو مل سکوں۔ جو میری اس اپیل کو پڑھیں۔ وہ اس طرف توجہ فرمائیں۔ یہ **زکوٰۃ** کے بھی ایام ہیں۔ اور اس سے بہتر زکوٰۃ کا مصرف مجھے کوئی اور نظر نہیں آتا۔ زکوٰۃ کے علاوہ اگر مسلم بھائی تھوڑی تھوڑی مدد بھی کریں۔ تو بہت کچھ ہو سکتا ہے مسلم لٹریری ٹرسٹ کے موجودہ سرمایہ کے علاوہ خود مشن کے ریزرو فنڈ میں چار ہزار سے اوپر روپیہ موجود ہے فی الحال تبلیغی اغراض کے لئے **چالیس ہزار روپیہ** سے اوپر تو موجود ہے۔ لیکن یہ ایک لحاظ سے حقیقت میں کم ہے میری استدعا یہ ہے۔ کہ مغرب میں اشاعت اسلام سے دلچسپی رکھنے والے صاحب اس وقت تین قسم کی امداد فرمائیں

ایک نو مشن کو موجودہ مالی مشکلات سے نکالنے کا فکر کریں۔ دوسرے بسالہ اسلامک ریویو اور اسلامی ادبیات کی نشر و اشاعت کے لئے مستقل فنڈ کے پیدا کرنے کی طرف توجہ فرمائیں۔ اگر ہم ایسے فنڈوں کے قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ تو یہ قومی سرمایہ ہمیں ہمیشہ کی قومی قیّتوں سے آزاد کر دے گا۔ زر امداد کی ترسیل کے وقت جو میرے نام پر یا حسب معمول ہو۔ یہ کھول کر لکھ دیا جائے۔ کہ ان کی زر امداد کس مد میں جانی چاہئے۔ اگر اُن کی تحریر میں اس قسم کی تفصیل نہ ہو گی۔ تو اُن کی عطیات کو بحصہ رسدی تقسیم کر دیا جائیگا والسلام

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

---

# سلسلہ تعلیم قرآن یعنی قرآن کریم کے حصۂ اخلاقیات کی تفسیر

## نمبر (۱)

# جہد للبقا

یا

# فیوضات سورۃ فاتحہ

موجودہ قومی پستی کو دیکھ کر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنی صحتیابی کے شکریہ میں ارادہ کیا ہے کہ وہ آئندہ ایک ایسا سلسلہ تصنیف بنام تعلیم قرآن شروع کریں۔ جس سے برادران ملت میں قومی زندگی۔ قومی قیام کے آثار پیدا ہو جائیں۔ موجودہ قومی پستی کا موجب قوم میں ان اخلاق کا مفقود ہو جانا اور روزانہ زندگی میں ہمارا ان اصولوں کو بھول جانا ہے جنہیں قرآن حکیم نے حیات و استحکام قوم کیلئے تعلیم کیا۔ چنانچہ اس موضوع پر خواجہ صاحب کی پہلی تصنیف یہی کتاب **جہد للبقا** ہے۔ اسکی اشاعت کے متعلق آپنے یہ تجویز کیا ہے کہ اس کتاب کی ہزار در ہزار کاپیاں کالجوں کے مسلم طلباء میں مفت تقسیم ہوں تا کہ ہماری آئندہ نسل اپنی زندگی کو قرآن تعلیم کے مطابق چلا سکے گو ہم سبھی سب کے سب ان تعلیمات قرآنیہ کے جاننے کے سخت محتاج ہیں مفت تقسیم کرنے کیلئے اس کتاب کے پانچ نسخے ایک روپیہ میں ملتے ہیں جو دراصل اسکی لاگت قیمت ہے۔ ویسے ایک نسخے کی قیمت ساڑھے چار آنے (۴/۲) ہے۔ ایسی کتاب کی مفت اشاعت ایک بہترین صدقہ ہے۔ ہمارے بھائی اس کتاب کو خود پڑھیں اور اوروں کو بھی پڑھائیں۔ فی زمانہ اسلام کی بہترین خدمت یہ ہے کہ قرآنی علوم مسلم و غیر مسلم قوموں میں اشاعت پائیں۔ اشاعت اسلام کا یہی ایک صحیح راستہ ہے جس کی ہمارا گذشتہ بیس سالہ تجربہ

# استحیاء و استقلال قوم

چنانچہ اس کے بعد خواجہ صاحب کے زیر غور جو دوسری تصنیف ہے اس میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ مصحف مقدس کے وہ اصول لکھے جائینگے۔ جو کتاب حکیم نے قومی حیات و استقلال کیلئے سورۃ بقرہ و سورۃ آل عمران میں تعلیم کئے۔ پہلا سلسلہ تصنیف "تعلیم قرآن" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جسمیں اگر خدا نے توفیق دی تو اصول کے لحاظ سے کتاب مقدس کی ایک تفسیر آجائیگی۔ برادران ملت سے استدعا ہے کہ وہ اس سلسلہ تصنیف کو کامیاب بنانے میں امداد فرمائیں۔ اور اس کی اشاعت میں خاص طور پر حصہ لیں۔ ان کتابوں کی قیمت میں بہت ہی رعایت ہو گی۔ چنانچہ آئندہ تجویز کردہ تصنیف کی قیمت ڈیڑھ روپیہ سے زیادہ نہ ہو گی۔ پیشگی فرمائش پر خریدار کے ساتھ خاص رعایت کی جائیگی۔

**مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور**

# اِسلام کا قرض یورپ پر

## ازمنۂ وسطیٰ کے عرب اور یورپ کی تہذیب پر اُن کا اثر

از مرزدہ ڈاکٹر گستیو ڈیرک - پی - ایچ - ڈی - مترجمہ مولوی عبدالمجید صاحب ایم - اے از جرمن زبان

سلسلہ کیلئے دیکھو جلد ۱۴ ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۴۹ اشاعت اسلام

## آنحضرت صلعم سے پہلے عربوں کی حالت اور اُن کے تاریخی اور ملکی حالات

ملک عرب قدیم الایام سے مہذب اقوام کی توجہات کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ کیونکہ ایک تو بہت سی عیش و عشرت کی چیزوں کا مخزن ہونے کی وجہ سے وہ دنیا میں عام طور پر مشہور تھا۔ مثلاً مشک عنبر اور دوسری خوشبوئیں اور مصالحہ وغیرہ جن کی زمانۂ قدیم میں بھی ان تمام لوگوں کو تلاش رہتی تھی۔ جو فطرت انسانی کی ابتدائی منزل سے گذر کر تہذیب کی شاہراہ پر پہنچ چکے تھے۔ اور دوسرے بیرونی دنیا کو ملک عرب کے ساتھ اس وجہ سے بھی دلچسپی تھی کہ وہ کسی قسم کا سامان مہمانی نہ رکھنے کی وجہ سے بجز عرب بدوؤں کے بیرونی لوگوں کے لئے ناقابل رہائش جگہ تھی۔ علاوہ ازیں عرب کا ملک بیرونی دنیا کو مصر کی طرح گویا ایک مختلف رنگ میں عجائبات کی سرزمین دکھائی دی جس کے تفحص اور تحقیقات کے لئے اسقدر کوشش عمل میں لائی کہ کبھی ایسی کوشش کسی نے نہیں کی علاوہ بریں اس ملک کے باشندے اپنی نادر خصوصیات کی وجہ سے بیرونی لوگوں کی کشش نگاہ کا موجب ہوتے تھے۔ اور ہومر نے بھی اپنی Odyssey میں Erember قوم کے ذکر میں جس سے اسکندریہ کے قواعد نویسیوں نے عرب ہی مراد لئی ہیں۔ اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ عرب قبائل وقتاً فوقتاً بیرونی دنیا کی لڑائیوں اور جنگوں میں شریک ہوا کرتے تھے +

قدیم مصنفین نے ملک عرب اور اسکے باشندوں کے جو حالات و روایات مجملاً بیان کی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ وہ زیادہ ہونے کے ساتھ ہی کمزور بھی ہیں یہ روایات و حالات افسانوں کے اندر ملے جلے ہیں۔ اور اس لئے ان سے اصل حالات کی صاف تصویر بمشکل ہی مل سکیگی جو زمانہ قدیم میں اس بہت بڑے جزیرہ نما میں پائے جاتے تھے سب سے زیادہ قابل اعتبار حالات جو زیادہ تر ( Strabo ) اسٹریبو نے بیان کی ہیں۔ وہ ان حصص ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو مصر کے فونیشیوں یونانیوں اور رومیوں کی تجارتی خرید و فروخت کی منڈیاں تھیں۔ اور خاص صحرائے عرب کے باشندوں کی خاصیت اور حالات کے متعلق کوئی بات ان سے معلوم نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ ہم نہ صرف خود ہی اس وقت کی اصل پوزیشن کو سمجھنے

سے قاصر ہیں۔ بلکہ کوئی حیرانی ہمیں نہیں ہوتی۔ جب ہم سٹریبو کا یہ بیان پڑھتے ہیں۔ کہ عرب کے لوگ کوئی بہادر اور جنگجو قوم نہیں۔ بلکہ صرف کنگھیاں بیچنے والے اور تاجر لوگ ہیں۔ البتہ فقط جزیرۂ عرب کی صرف ایک تھوڑی سی آبادی تھی جس نے تجارت کو ذریعۂ معاش بنا رکھا تھا۔ اور اس ذریعے سے امارت کے درجہ کو پہنچ کر اصل بدویانہ خاصیتوں کو کھو بیٹھی تھی۔ اور شائستہ زندگی اختیار کرنے کی وجہ سے جس کو صحرائی عربوں کے حالات سے کوئی تعلق اور لگاؤ نہ تھا۔ اُن کی طبیعتوں میں نرم دلی اور رحم پیدا ہو گیا تھا۔ سٹریبو نے سیزر آگسٹس کے عہد حکومت میں الکسس گیلن کے حملہ کا جو حال بیان کیا ہے۔ اور ہمیں بتایا ہے۔ کہ ایک ہی کھلے میدان جنگ میں دس ہزار عرب کے مقابل صرف دو رومی تھے۔ اور تمام دوران جنگ میں صرف سات رومی دشمن کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ یہ ایک بہت بڑا مبالغہ ہے۔ اگر ہم تمام واقعات کو جمع کریں۔ جس سے عربوں کے حالات پر پوری روشنی پڑ سکتی ہے۔ تو ہمیں یہ فیصلہ کرنا پڑیگا۔ کہ عربوں کو جنگجو قوم قرار دینا ایک بالکل غلط بات ہے۔ عرب نے [illegible] زنوبیا واقعۂ پالمیرا کی سلطنت کا دارومدار تھا صرف عرب سپاہی ہی تھے جن کی ایرانیوں اور بازنطینیوں نے بہت تعریفیں کیں۔ اور انعام دیئے۔ اور اہل عرب کے متعلق جس قدر روایات اور حالا[illegible]ے ہیں۔ وہ سب کے سب اس بات پر متفق ہیں۔ کہ عرب لوگ شروع ہی سے اس زمانہ قدیم سے ہی جو تاریخ کے لحاظ سے باہر ہے۔ بہت ہی حساس جنگجو سیاح اور مہمان نواز واقع ہوئے ہیں۔ بعینہٖ ان کا وہی حال ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ جیسا کہ آج بھی صحرائے عرب کے بدوؤں کا حال ہے۔ اور جیسے آنحضرت صلعم کے وقت ان کی حالت تھی۔ اس حقیقت کا اظہار قدیم ترین عربی نظموں میں پایا جاتا ہے۔ اور قدیم عربی تہذیب و شائستگی کے جو چند آثار آج باقی رہ گئے ہیں۔ ان سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ صحرائی بدو شہروں اور سمندر کے ساحلوں پر رہنے والوں سے ہمیشہ نفرت کرتے رہے ہیں۔ اور ہمیشہ لگاتار ان کے ساتھ انھوں نے جنگ کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ انہی بدوؤں ہی نے زمانہ قدیم کے عربوں کے خصائل کو ہمیشہ محفوظ رکھا ہے۔ اور آج بھی ان خصائل کو پورے طور پر قائم رکھتے ہیں وہ درجہ اعجاز کو پہنچ گئے ہیں۔ بدو فی الحقیقت قومی کیرکٹر کے حامل حقیقی ہیں۔ انہی پر دراصل ان تمام بڑی بڑی تحریکات کا دارومدار تھا۔ جو جزیرہ نمائے عرب سے پیدا ہوتی رہیں +

ملک عرب کی پوزیشن عربوں کی فطرت کے ان لاتبدیل عنصر کے عین مناسب حال تھی۔ جیسا کہ دوسری طرف ملکی عادات کی وجہ سے اس ملک اور اس کے ساحلی باشندوں کو تاریخ تجارت عالم میں بہت بڑی اہمیت حاصل ہو گئی +

عرب کا ملک جو تین طرف سمندر سے گھرا ہوا ہے۔ اور اس کے چوتھی طرف ایک ایسی سرزمین ہے جو بہت ہی خطرناک اور ایک اجنبی کیلئے نہایت دشوار گذار ہے۔ یعنے صحرائے افریقہ اور بر اعظم ایشیا ایسا ہی اپنی اندرونی خاصیت کے لحاظ سے تمام بیرونی حملہ آوروں سے بالکل محفوظ ہے۔ اندرون ملک اونچے پہاڑی سلسلہ کی وجہ سے باقی حصہ ملک سے کٹا ہوا ہے اور آب و ہوا کے لحاظ سے مختلف منطقوں پر منقسم ہے۔ ۱۲ لاکھ مربع میل یا بالفاظ دیگر یورپ کے کل رقبہ کے ۱/۳ پر پھیلا ہوا ہے۔ وہ بجائے خود ایک جزیرہ بن گیا ہے۔ اور عرب لوگ اسے جزیرۃ العرب ہی کے نام سے پکارتے ہیں۔ ملک کا بہت سا حصہ قدماء نے علے العموم تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:-

(۱) عرب Felix یعنے جنوب مغربی کنارہ جسکے ساحل پر شہر آباد ہیں۔ اس کو اس وجہ سے Felix کے نام سے پکارتے ہیں۔ کہ وہاں نہایت عمدہ اور زرخیز زراعت ہوتی ہے جس نے زمین کی خاصیت کو ایک بہشت کی صورت میں تبدیل کر دیا ہے (۲) صحرائے عرب۔ یہ ملک کا درمیانی حصہ ہے جس کو قدماء نے غلطی سے تمام کا تمام [illegible] سمجھا۔ لیکن عرب Felix کی طرح اس کے اندر بھی نہایت زرخیز سرزمین موجود ہے جہاں [illegible] عیسوی میں وہابیوں کی عظیم الشان تہذیب یافتہ حکومت قائم ہوئی (۳) عرب النبیہ یعنے شمال مغربی حصہ جو جزیرہ نمائے سینا پر مشتمل ہے جس کو شہر النبیہ کی وجہ سے جو ہی قدیم زمانہ میں ایک تجارتی مقام تھا۔ النبیہ بھی کہا جاتا ہے۔ آجکل یہ ملک ذیل کے حصص پر منقسم ہے:-

(۱) حجاز جس سے [illegible] حصہ ملک [illegible] کا جو بحیرۂ قلزم پر واقع ہے۔ شمالی حصہ مراد ہے (۲) یمن یعنے جنوبی حصہ باب المندب کے ایک کونے پر واقع ہے (۳) مہرہ۔ یعنے [illegible] ساحل حسا کے ساحلی مقامات کو حضرموت کے نام سے پکارا جاتا ہے (۴) عمان یعنے [illegible] جو [illegible] کا نام الجوف ہے۔ اور بہت سے زرخیز مقامات ہیں جن میں نجد، شمار اور یرقود کے مقامات بالخصوص قابل ذکر ہیں +

اس وسیع خطہ میں زمانہ قدیم سے کاروانی راستے نکلے تھے۔ جو آجتک تبدیل نہیں ہوئے۔ ان رستوں کے ذریعہ سے ہمیشہ ہر زمانہ میں عرب کا مال و اسباب بیرونی ممالک کو بھیجا جاتا تھا۔ اور مشرق بعید و مغربی ممالک کے مال و اسباب اس کا تبادلہ ہوتا تھا۔ ایسی تجارت کے لئے عربوں سے بڑھکر کوئی قوم موزوں نہ تھی اور اس بارہ میں انھیں صد درجہ کی سہولتیں حاصل تھیں۔ مغرب میں مصر کی قدیم سلطنت تھی۔ شمال مغرب میں فونیشیا کا ملک ہے شمال مشرق میں اسیریوں، بابلیوں، پارسیوں اور ایرانیوں کی قدیم مہذب حکومتیں تھیں۔ مشرق میں ہندوستان تھا جس کے ساتھ خلیج فارس کے مستعد عربوں نے تعلقات قائم کر لئے تھے جنہیں دلیر اور اندھا دھند جہازران سمجھا جاتا تھا

اور ان کی قدر افزائی بھی ہوتی تھی۔ اور ڈر اور خوف بھی ان سے لاحق تھا۔ ان کا صحرائی شہر غراء اس مال و اسباب کی منڈی بن گیا تھا۔ جو وہ ہندوستان سے لے کر آتے تھے۔ یا ہندوستانی جہاز خلیج فارس میں لے کر آتے تھے ہاں اگر وہ جزیرہ سقوطرہ میں جاتے۔ جو عرب کے جنوب اور افریقہ کے مشرق میں واقع ہے۔ تو مصری اور فونیشی مال و اسباب سے اس کا تبادلہ ہو جاتا ورنہ پھر وہاں تک پہنچتا۔ ان تمام ممالک میں ذریعہ تجارت عربوں کے لئے ایسا مختص ہو چکا تھا کہ اجنبی لوگ بہت سی ایسی پیداوار کا ذکر کرتے ہیں۔ جو پہلے تو عرب میں مشرق اقصٰے سے لائی جاتی اور اُسے عرب ہی کی پیداوار ظاہر کیا جاتا تھا۔ کیونکہ عربوں کا فائدہ اسی میں مضمر تھا۔ کہ اس راز کو آشکارا نہ کیا جائے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ مشرقی اور مغربی تاجروں کو اشیا کے اصل مقامات کا جہاں سے وہ آتی اور پیدا ہوتی ہیں علم ہو جائے تو آپس میں براہ راست تاجرانہ تعلقات قائم کر لیں۔ وہ مصری۔ یونانی اور فونیشی جہازوں کو نہایت مضطربانہ اور حاسدانہ نگاہوں سے دیکھتے رہتے تھے۔ جنہیں آگے ہندوستان کی طرف قدم بڑھانے کا کوئی موقعہ دیا جاتا تھا۔ اور عرب لوگ ایک ہی وقت میں ایک سخت بحری پولیس کا بھی کام دیتے تھے۔ اور خطرناک بحری ڈاکہ زنی کے بھی مرتکب ہوتے تھے۔ قریب کے زمانہ میں بھی ایسے مقامات کے متعلق جو بالکل تنہائی میں پڑے ہیں یہ سننے میں آ رہا ہے۔ کہ جونہی کہ بیرونی جہازات وہاں لنگر انداز ہوتے ہیں وہ غائب ہو جاتے ہیں۔ اور نام و نشان تک ان کا دکھائی نہیں دیتا۔ اور غالباً انھیں گرفتار کر لیا جاتا تھا۔ اس خیال سے کہ وہ ہندوستان کے بعید کے شہروں میں نہ پہنچ جائیں۔ عرب اگرچہ محض ساحلی لوگ تھے تاہم قدیم زمانہ میں وہ اپنی چمڑہ کی نالیوں کی بنی ہوئی کشتیوں میں ان دلیر ڈاکوؤں کی طرح سمندر میں دور تک چلے جاتے تھے۔ جو اس سے بھی چھوٹی کشتیوں میں مغربی ہند کی طرف پرتگالیوں کا رستہ روکنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور اکثر اوقات یوروپین بحری سفر کرنیوالوں سے کامیاب لڑائیاں لڑتے تھے

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس جزیرہ نما کے رہنے والے کس قوم میں سے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو نسل انسانی کے باہمی تعلقات کا مطالعہ کرنیوالوں اور ان کی ذاتوں کا حال جاننے والوں اور مسافروں اور سیاحوں نے عام طور پر نہایت شریف بلند اخلاق اور اعلےٰ استعدادوں کے مالک قرار دیا ہے۔ اور ان کی ابتدا بدوؤں کی نسل سے بتائی ہے +

اس بارہ میں بھی بہت سی مشکلات ہماری سدِ راہ ہیں۔ کیونکہ باشندگان عرب کی نسلی تحقیقات کیلئے ہمارے پاس بائیبل، یونانیوں، رومیوں اور ازمنۂ متوسط کے عربوں کی تحریرات موجود ہیں وہ بہت ہی ناقابل

اعتبار ہیں۔ ابھی ماثہ حال ہی میں زبانوں کے متقابلہ مطالعہ کی مدد سے نسلی مسائل کے حل کرنے کا موقعہ ہمیں ملا ہے۔ اصل عربوں کے طبعی حالات کیا تھے کس قوم سے وہ تعلق رکھتے تھے اس کے متعلق یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ سب سے پہلے قابل شناخت نشانات سے یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ اندرون ملک میں Hamitic شاخ کے لوگ آباد ہیں۔ Hamitic سامی قوم کے قریبی رشتہ دار تھے۔ اور ان دونوں اقوام کے لوگ ہر جگہ پائے جاتے تھے۔ اور کم و بیش وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات میں جکڑے ہوئے تھے ابتداءً وہ بحر ارال کے قریب Eram کے شمال میں رہتے تھے۔ دونوں قبائل نے اس وقت ہجرت کی، جب ان کی زبانیں ایک تھیں اب تک بھی ان کی زبانوں میں سادہ سادہ مصادر کی شکلیں باہم ملتی ہیں۔ پہلے Hamitic نے جنوب مغرب کی طرف ہجرت کی اور دریائے دجلہ اور فرات کو عبور کر کے ان دونوں صوبوں میں آباد ہو گئے۔ جو ان دریاؤں کے نام سے موسوم ہیں۔ وہاں سے پھر سامی لوگوں نے انھیں اور آگے دھکیلا۔ کیونکہ وہ پیچھے سے انھیں دھکیلتے چلے آتے تھے اس لئے وہ اور بھی جنوب مغرب کی طرف چلے گئے۔ اور زیادہ تر شمالی افریقہ میں آ پہنچے جہاں وادی نیل میں انھوں نے مصر کی مہذب ترین سلطنت کی بنیاد رکھی، اس ہجرت میں بعض کلیۃً تنہا لوگ اصل قبیلہ سے علیحدہ ہو گئے۔ وہ بظاہر خلیج فارس کے پاس سے ہوتے ہوئے عرب میں پہنچ گئے۔ اور اُسے فتح کر لیا۔ لیکن سامیوں کے سامنے وہ ٹھہر نہ سکے جو ان کے تعاقب میں وہاں بھی پہنچ گئے۔ جیسا Hamitic کا تعاقب انھوں نے کیا تھا سامیوں نے ان کو مطیع کر لیا۔ اور ابتدائی Hamitic آبادی میں سے صرف جنوبی عرب کے دور افتادہ گمنام اور غیر اہم قبائل باقی رہ گئے۔ عاد اور ثمود کی قومیں جن کا قرآن نے بار بار ذکر کیا ہے مشہور محقق نسلیات Müller کے نزدیک Hamitic یا کوشی قوم میں سے ہیں۔ علاوہ ازیں اس بیان کے کہ سامیوں نے یکلخت ہجرت نہیں کی۔ بلکہ تدریجاً کی، عربوں کی وضعی تاریخ سے تائید ہوتی ہے۔ اور نیز بھی اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عرب دو قوموں میں منقسم ہو گئے Joktanids اور اسمٰعیلی ان دونوں اقوام میں ہمیشہ بہت بڑا اختلاف رہا ہے۔ اوّل الذکر قبیلہ اپنا مورث اعلیٰ Joktan کو بتاتا ہے۔ جو سیم کا لڑکا تھا۔ اور مؤخر الذکر کے مورث اعلیٰ حضرت ابراہیم کے بیٹے حضرت اسمٰعیل تھے Joktanids جنہوں نے دور تاریخی میں یمن فتح کیا تھا، معلوم ہوتا ہے۔ کہ مستعمرات کا شوق رکھتے تھے لیکن اس کے برخلاف اسمٰعیلی بدو ہونا ہی باعث فخر سمجھتے تھے۔ علاوہ ازیں سامیوں کی ہجرت Chaldea کی طرف سے ہی شروع نہیں ہوئی۔ بلکہ بحیرۂ احمر کی سرزمین سے بھی انھوں نے ہجرت کی ہے اور وہ تاریخ جو کہانیوں اور افسانوں پر مشتمل ہے۔ اور جو یہودیت کی تاریخ کے زیر اثر تصنیف ہوئی۔ اور خود Chaldea

سے براہ راست بہت ہی کم باتیں اس میں لکھی ہیں۔ اس نے سلسلہ نسب کی کہانیوں کے پیرایہ میں آبادی کے مختلف عناصر کے باہمی تعلقات بتانے کی سنجیدہ کوشش کی ہے۔ جہانتک تو یقینی امر ہے۔ کہ تاریخی زمانہ میں اور جہانتک بہت سے قدیم بیانات سے معلوم ہوتا ہے عرب کی آبادی سامی قوم میں سے ہے! اسلئے ان کے تعلقات کی خاصیت پر بحث کرنے کیلئے یہ ضروری ہے۔ کہ عربوں کے ان تعلقات کو سمجھا جائے جو وہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ رکھتے تھے +

سامی لوگ شمالی اور جنوبی مشرقی اور مغربی اقوام پر منقسم ہیں۔ مشرقی سامیوں میں اسیری کے رہنے والے بابلی شیلڈی فونیشن اور اسرائیلی شامل ہیں۔ یہ بہ حیثیت مجموعی شمالی خاندان کے لوگ ہیں۔ جنوبی سامیوں میں عربوں کے مختلف قبائل ہیں۔ شمال اور اندرون ملک میں اسمعیلی جنوب میں یوکتانی حمیاری یا صابی یہیں سے ابی سینیا کی نوآبادی شروع ہوتی ہے جن کی زبان Geez آجتک Amharic زبان سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ تاہم اسمعیلیوں کی زبان (Mostaaraba) نے قرآن کریم کے ذریعہ خاص اہمیت اور اقتدار حاصل کرلیا ہے۔ اور آج بہت سے عرب اسی کی مختلف بولیوں میں کلام کرتے ہیں۔ سوائے اسکے کہ جنوبی عرب کے قبائل اپنی خاصیت کے مطابق پوری مضبوطی اور استحکام کے ساتھ پرانی حمیاری زبانوں ہی سے اب تک چمٹے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں جزیرہ نمائے عرب کی باقی ممالک سے علیحدگی بھی اس بات کی ایک وجہ ہے۔ کہ اندرون ملک کے قبائل یعنی بدوؤں نے اپنی خالص قومی خواص کو سامی اقوام سے بڑھ کر محفوظ رکھا ہے! اسلئے عربوں کے قبائل آج بھی اس بات پر فخر کرتے کا پورا حق رکھتے ہیں۔ کہ وہ اصل سامی مائدت کے حامل ہیں! در حقیقت نہایت حیرت انگیز بات ہے۔ کہ انھوں نے نیم وحشی اور غیر مہذب بدو قبائل کے رسوم و رواجات عادات و خصائل اور روایات کو کسقدر صفائی کے ساتھ محفوظ رکھا ہے۔ بدو خود بھی رسوم و رواجات اور روایات کو پورے طور پر نگاہ رکھتے ہیں۔ تاکہ ایسا نہو کہ وہ خالص عربی خون جو ان کی رگوں میں جاری ہے۔ اجنبی اقوام میں ملجانے سے اپنی اس پاکی کو کھو بیٹھے +

---

# ایک ضروری التماس

گذشتہ سالوں کی کاپیاں رسالہ اشاعت اسلام کی ہمارے سٹاک سے ہر وقت نصف قیمت پر مہیا کی جاسکتی ہیں یہ رسالہ علاوہ ایک تبلیغی جرنل کے ایک ادبی رسالہ ہے۔ جن صاحب کو کسی پچھلے نمبر کی ضرورت ہو وہ صاحبان دفتر کو اطلاع بخشیں والسلام

خادم مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

# فیوضات سورۂ فاتحہ

## مالك یوم الدین

تسلسل صفحہ ۵۰۰ جلد ۴ ۱۹۱۱ء رسالہ اشاعت اسلام

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اگر الہام قرآن ہمیں اس کائنات کے فرمانروا کے انداز حکومت سے اطلاع نہ دیتا تو آج سائنس نے جس پس پردہ ہستی کے ایسے قوانین کا پتہ چلایا ہے۔ جو کل کائنات کی اشیاء کو ہم آہنگ کر کے ایک کو دوسرے کا رازق و مرزوق بنائے ہیں۔ اس کے قوانین بھی تو گویا ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت کے ماتحت ہی لغاد پائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کائنات کے ہر طرف بیشمار اشیاء کے عالم نظر آتے ہیں۔ یہ سب ایک ہی قسم کی تنظیم و تقدیر کے ماتحت پیدا ہوتے بڑھتے اور بلوغت تک پہنچتے نظر آتے ہیں۔ سب کا رزق پہلے سے ہی موجود ہے۔ لیکن اس کا حصول ہر ایک کے لئے اس کی سعی و کوشش سے ہی وابستہ ہے۔ ایک پتھر کے کیڑے کو بھی رزق کوشش کے بغیر نہیں ملتا۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ اس کائنات میں ادنےٰ سے ادنےٰ کوشش بھی اگر صحیح طریق پر ہو تو بے انداز ثمرات پیدا کر دیتی ہے۔ ہر ایک چیز ایک نہ ایک قانون تلے کام کر رہی ہے۔ جب تک کوئی اُن قوانین کی مطابقت نہ کرے۔ وہ کسی خیر و خوبی کو پا نہیں سکتا بالمقابل اِن مقررہ قوانین کی خلاف ورزی کے بد نتائج بعض وقت تو ظہور پذیر نہیں ہوتے لیکن آخر کار قانون کائنات کی خلاف ورزی سزا و عذاب دیئے بغیر نہیں رہتی +

ہر ایک شخص جیسے میں لکھ چکا ہوں کائنات کے متعلقہ حقائق علمیہ سے واقف نہیں ہوتا لیکن جب مذہب کی اطاعت اس قسم کی وائروسائر ہے۔ تو مذہب کا بھی فرض ہے۔ کہ وہ عالم ازلی کے کارکن اخلاق سے ہمیں اطلاع دینے۔ اب اگر رب کائنات حسب تشریح بالا رحمٰن۔ رحیم اور مالك واقع ہوا ہے۔ تو میں اس مذہب کی جتنی بھی تعریف کروں تھوڑی ہے۔ کہ جس نے نماز میں ہی ایک دعا کنندہ کے آگے خدا کے اُن خط و خال کو پیش کر دیا۔ کہ جن کے خلاف نہ اُس خدا نے خود جانا پسند کیا ہے۔ اور جن کی متابعت میں ہی وہ کسی مانگنے والے کی التجا کو قبول کرتا ہے۔ اگر ایک نماز پڑھنے والا اپنے عقیدے کے

مطابق خدا کی جناب میں اپنی ضروریات پیش کرنے یا حلِ مشکلات کے لئے عرض کرنے کا بہترین موقع نماز کو ہی سمجھتا ہے، تو پھر سُورۂ فاتحہ اُسے نوٹس دیتی ہے کہ اس کی دُعائیں اور اس کی گریہ زاری سب بیکار ہے۔ اگر اُس نے حلِ مشکلات کیلئے اسباب ضروریہ سے اور وہ اسبابِ رحمانیت نے پیدا کر رکھے ہیں۔ حتے الامکان تمسک نہیں کیا وہ عالم الغیب ہستی ہماری سُنے اور سب خوب واقف ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک کا علم اور اس کی عقل جن اسباب پر اُسے حاوی کرتی ہے۔ دوسرے کی پہنچ وہاں تک نہیں۔ لیکن علیم و بصیر خدا نے ہمیں انسان کو اس کی وسعت کے مطابق ہی مکلّف کیا ہے (لا یکلف اللّٰہ نفساً الا وسعھا) ہمارا فرض ہے کہ حصولِ مدعا میں ہماری کوششیں اگر زیادہ نہیں تو ہماری وسعت تک خدا کے علم میں آجائیں۔ اور ہم حتے الوسع اسبابِ رحمانیت کو استعمال میں لے آئیں۔ اس صورت میں یقیناً ہمارا اجر بے اندازہ ہو گا۔ لیکن جو کسی مقصد کی طلب میں خدا کی دی ہُوئی طاقت اور خدا کے پیدا کردہ اسباب سے فائدہ ہی نہیں اُٹھاتا۔ نہ معلوم وہ اپنی دُعاؤں میں کسی خدا کو پکار رہا ہے۔ اس نے اس خدا کو نہیں پکارا جس کے اسماء پاک اس کی زبان پر جاری ہیں۔ اُس نے آغازِ نماز میں بالضرور الحمد للہ رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم مٰلک یوم الدین کے الفاظ دُہرائے ہیں لیکن اس نے ربّ اور رحمٰن کی عملاً حمد نہیں کی۔

میں نے ابتداء میں لفظ حمد کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ حمد اُن ستائش و شکرگذاری کا نام ہے۔ جو خدا کی پہلے سے دی ہُوئی نعمتوں کے متعلق ہو۔ گویا الحمد للہ رب العٰلمین کہہ کر ہم نے اعتراف کرلیا کہ ہمارے رفع ضرورت کے جو بھی اسباب ہیں۔ وہ پہلے سے ہی موجود ہیں۔ ان کی شکرگذاری تو اُن کے استعمال سے وابستہ ہے۔ پھر جو خدا کی دی ہُوئی چیزوں کو استعمال نہیں کرتا۔ وہ تو کافر نعمت ہے۔ لہٰذا ایسے کی دُعا کیسے سُنی جائے خود خدا نے جس سے ہم دُعائیں مانگتے ہیں۔ اس نے ہی دُعا کے متعلق دو اور قوانین سے ہمیں اطلاع دی ہے جس میں سے پہلے قانون کو اُس نے وما دعاء الکافرین الا فی ضلال (کافر کی دُعا ضائع ہی جاتی ہے) کے الفاظ میں ظاہر کر دیا یعنی جس نے خدا کی نعمتوں کو استعمال نہیں کیا اس کی دُعا سُنی نہیں جاتی۔ اس کا دوسرا قانون ایک عظیم الشان مژدہ ہم ہی کے لئے ہے۔ جو خدا کی نعمتوں کو استعمال کر کے پھر دُعا مانگتا ہے۔ وہ مژدہ دراصل قانونِ رحیمیت کی تفسیر ہے اور وہ یہ ہے۔

لئن شکرتم لازیدنکم

(اگر تُم شکرگذار ہو گے۔ تو ہم تم پر (اپنی نعمت) اور بڑھائیں گے)

خُدا کے قوانین خواہ وہ قوانین خواہ الہام نے تعلیم کئے یا سائنس نے دریافت کئے کوئی کام کرو تمہارا عقیدہ

کچھ ہو پھر دیکھ لو کہ ایک فعل کے ثمرات نشو ہوتے ہیں یا نہیں +

یہ باتیں کوئی خیالی نظریہ نہیں۔ آج دنیا کا تجربہ دیکھ لو اقتصادیات میں مغرب مشرق سے بڑھ گیا۔ اور مشرق میں غیر مسلم مسلموں سے گوئے سبقت لے گئے۔ عام اس سے کہ کسی کا کوئی عقیدہ ہو یہ واقعات یہی ہیں۔ آخر اس کا کیا سبب ہے۔ میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ فیض ربوبیت رحمانیت کی تقسیم میں عقیدے کو کوئی دخل نہیں۔ اور رحیمیت کا فضل بلا تنقید و تنظیم ایمانیات اقتصادی و معاشی اور معاشری معاملات میں اس کے شامل حالی ہوگی جس نے ان معاملات میں رحمانیت سے استفادہ کیا۔ اگر میں اس نظریہ میں غلطی پر ہوں تو علمائے کرام مجھے معاف فرمائیں۔ آخر میں ایک انسان ہوں اور غلطی کر سکتا ہوں! اور میرے خیالات ہر وقت قابل اصلاح ہیں۔ لیکن خدارا مجھے بتلاؤ کہ اقتصاد و معاشیات میں اور آخیر بہتری میں سیاسیات کی بہتری نتیجۃً پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ رب العالمین رحمان رحیم اللہ کیوں مسلمانوں سے منہ موڑ چکا ہے۔ کیوں اس کی رحمت کی موسلادھار بارش مغرب پر ہی برس رہی ہے۔ اور اگر اس بارش کے کچھ چھینٹے مشرق میں بھی آپڑتے ہیں۔ تو انھیں زمینوں پر جو غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہیں فاعتبروا یا اولوالابصار۔ مجھے تو اس سوال کا جواب یہی نظر آتا ہے۔ کہ جس نے رحمانیت اور رحیمیت کے رمز کو سمجھا خواہ یہ رموز آگہی اس پر الہام کے ذریعہ یا سائنس کے ذریعہ آشکارہ ہو جائیں وہ ہی اس دنیا میں سرسبز ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ صحیح عقیدے ہی صحیح نتائج پیدا کرتے ہیں لیکن وہی عقیدہ مثمر ہوتا ہے۔ جو عمل میں آجائے +

ظہور اسلام پر کل کی کل دنیا حالت جمود میں تھی۔ اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ قرآن حکیم نے آکر ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس نے انسان کی اقتصادی معاشی اور معاشری ترقی کو کمال تک پہنچا دیا۔ آخر یہ کیوں ہوا۔ قرآن جو لایا وہ تو آج بھی موجود ہے۔ قرون اولے کے قرآن خوانوں نے رب العالمین کے مورد انعام ہونے کی راہوں کو سمجھ لیا۔ ان پر صفت رحمان نے ظاہر کر دیا۔ کہ جو بھی وہ چاہیں اس کے اسباب کائنات میں موجود ہیں۔ اور ان کی خواہشات پوری ہو سکتی ہیں۔ اگر ان اسباب سے تمسک کریں۔ اور ہر نماز میں ان کے سامنے یہ نقشہ آجاتا تھا۔ انھیں قرآن نے کھول کھول کر بتا دیا۔ کہ ان کا نفع و نقصان

انہی کے ہاتھ کی کمائی ہے (لها ما کسبت وعلیها ما اکتسبت) وہ یہ بھی سمجھ چکے کہ رب العالمین کی حمد اور اس کا شکر اس کی دی ہوئی نعمتوں کے صحیح استعمال سے وابستہ ہے۔ اور انھیں یہ مژدہ بھی پہنچ چکا کہ اس قسم کی عملی شکرگذاری ایک کام کے بیشمار ثمرات مرتب کرتی ہے۔ ان ایمانیات کو سامنے رکھ کر وہ جہد للبقا کے پیچیدہ مسئلے کے حل کرنے میں لگ گئے۔ اور انھوں نے اس لاینحل عقدے کو اس طرح کھولا۔ کہ جو آج کامیاب ہے۔ وہ انھیں کے نقش قدم پر چل کر کامیاب ہے۔ ہم نے اُن کے کارناموں پر تو فخر کیا لیکن ہم اُن کے قدموں پر نہ چلے پھر جو بھی ہمارا حال ہو۔ وہ ہماری ہی غفلت کا نتیجہ ہے +

ہم اس وقت خُدا کے فیض رحمانیت اور رحیمیّت سے تو محروم ہو چکے ہیں۔ ہاں اس کے قوانین مالکیّت ہم پر حکومت کر رہے ہیں۔ اور ان کا بھی وہ حصّہ جسے تعذیب و تادیب سے تعلق ہے۔ جو کچھ بھی آج ہمیں تھوڑا بہت حاصل ہے۔ وہ مالکیّت کے اس فعل سے ہے۔ کہ انسان کی ٹوٹی پھوٹی کوششیں بھی کچھ نہ کچھ پالیتی ہیں۔ ورنہ جو مُصیبت فلاکت اور ذلت ہمیں ہر طرف کھا رہی ہے۔ وہ اس لئے ہے۔ کہ اس عذاب کے ذریعہ ہماری آنکھ کھلے ہم رحمانیت اور رحیمیت کی شان کو سمجھ جائیں۔ ورنہ اگر ہم اپنی غفلتوں میں یونہی پڑے رہے جن میں آج ہم ہیں۔ اور ہمارے ذنوب ہمارے اعمال نیک سے بڑھ گئے۔ تو پھر اُس ربّ العالمین کی نگاہ میں ہماری ہستی کا موجودہ پیراہن پہننے کے قابل نہ رہیگا۔ ربِ قرآن اُسکو اپنے ہاتھ سے ہی پھاڑ ڈالیگا +

فدمدم علیهم ربهم بذنبهم فسوّٰها ٥ فلا یخاف عقبٰها

## اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پھر یہ امر بھی غور طلب ہے۔ کہ ہماری دُعا ان الفاظ بالا سے شروع کیوں ہوئی۔ آیا وہ قدوس ہستی اس بات پر کان دھرے ہوئے ہے۔ کہ کب ایک مسلمان اُسے کہتا ہے۔ کہ اے رب تُونے بڑی بڑی دُنیائیں اور عالم پیدا کر رکھے ہیں۔ اور انھیں تو پرورش کر رہا ہے۔ ایسا قیاس تو اس غنی اور حمید کی شان کے منافی ہے۔ وہ صمد تو کل انسانی ستائشوں سے بے نیاز ہے چنانچہ قرآن کریم نے اُس ذات پاک کو ایسا ہی ظاہر کیا۔ یہ سچ ہے۔ کہ ان مختلف عالموں کا وجود

ہماری زیست کے لئے ضروری تھا۔ تو کیا اُس خدا نے ہمیں اُسے مخاطب کرنا اس لئے سکھلایا کہ وہ ہم سے ان انعامات کا اعتراف برنگ شکریہ کرانا چاہتا ہے۔ اس قسم کے شکریہ کا اُسے کیا فائدہ اور ہمیں کیا فائدہ۔ ایک عالی ظرف انسان بھی پسند نہیں کرتا۔ کہ اس کا کوئی مرہون احسان اس کی عنایات کے شکریہ میں اس کے سامنے کوئی لفظ کہے تو کیا رب العزت ہی ہم سے اس امر کا متمنی ہے میرے نزدیک تو اِس قسم کا رسم کرنا بھی گناہ ہے۔ ہاں اگر انعامات آلہیہ کا شکریہ خالصتہً اُن سے استفادہ کرنے پر مبنی ہو تب تو یہ بات ایک بڑی حقیقت ہو جاتی ہے۔ گویا ایک مُسلم کو اُسکی نماز سب سے اوّل یہ یاد دلاتی ہے۔ کہ زمین و آسمان میں جسقدر عالمین ہیں۔ وہ تیرے ہی فائدہ کیلئے ہیں! اور ان میں ایک بھی چیز نہیں جو اغراض انسانی کے لحاظ سے بیکار ہو۔ اور انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ اِن عالمین کو اپنے لئے مفید بنالے وہ موجودات کائنات کی تخلیق و تقدیر پر غور کرکے اُن راہوں کو دریافت کرلے کہ جن سے یہ سب کی سب چیزیں اس کے لئے نفع رسان ہو جائیں۔ بےشک قرآن نے جہاں ہماری ہر دُعا کو الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ شروع کرنا سکھلایا۔ وہاں ایک اور جگہ قرآن نے ہمیں یہ بھی بتلایا کہ تم میں وہی صاحب دانش و بینش ہے! اور وہ ہی خدا کی حقیقی حمد کرتا ہے۔ جو زمین و آسمان کی چیزوں پر اِس غرض سے غور و فکر کرتا رہتا ہے۔ کہ ان چیزوں میں کوئی نہ کوئی اس کا فائدہ ہے۔ آخرکار وہ اس فائدہ کو پالیتا ہے۔ اور اس کے اعمال و انعال باتِ حال سے ربنا ما خلقت ھذا باطلا (ہمارے رب تونے کوئی بھی ایسی چیز نہیں بنائی جو ہمارے مصرف کی نہ ہو) کہتے ہیں۔ اس موقع پر قرآن حکیم نے تنبیہاً ہمیں یہ بھی اطلاع دیدی۔ کہ جو انسان ان سماوی ارضی اشیاء کے متعلق عملاً اس نتیجہ پر آنے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ نار ذلت میں ڈالا جاتا ہے۔ اُس نے اپنے نفس پر خود ظلم کیا۔ اور ایسے ظالم کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ یہ عبرت بخش احکام قرونِ اولےٰ میں تو ایک طرح اور ہمارے زمانے میں دوسری طرح پورے ہو گئے

---

لہ الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم و یتفکرون فی خلق السمٰوات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحٰنک فقنا عذاب النار ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ وما للظالمین من انصار۔ ترجمہ۔ جو لوگ کھڑے اور بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور کرتے ہیں (تو وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار تو نے اِس (کارخانہ عالم) کو بیفائدہ (تو) نہیں بنایا تیری ذات (ایسے فعل عبث کے کرنے سے) پاک ہے (اور یہ کارخانہ تیری قدرت کا نمونہ ہے آخرت میں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا ہوتی ہے تو اے ہمارے پروردگار) ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو۔ اے ہمارے پروردگار جسکو تو نے دوزخ میں ڈالا اسے (بیشک) خوار کیا اور (وہاں) گنہگاروں کا کوئی بھی مددگار نہیں ؎

ہمارے اسلاف نے تو ارشادِ ربی پر عمل کیا۔ انھوں نے سماوی ارضی اشیاء کو بیکار و باطل نہ سمجھا۔ وہ اپنے تفکر فی خلق السموات والارض سے صاحب فتوحات ہو گئے۔ ہم نے اس تفکر سے مُنّہ موڑا اور آج ہم ذلیل و خوار ہو گئے۔ یورپ اگر آج صاحبِ عزّت و اقتدار ہے۔ تو یہی تفکر اور اس کے نتائج کی طفیل۔ ہم اگر آتشِ خزی و ذلّت میں پڑ کر بے یار و مددگار ہو گئے ہیں۔ تو اسی عدم تفکّر کے باعث +

جو مسلم قومیں اس وقت ادبار سے نکلنے کی فکر میں لگ گئی ہیں وہ ایرانی ہوں یا افغانی وہ تُرک ہوں۔ یا عرب اُنھیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ استقلالِ قومی اُسی وقت پائدار و مفید ہو گا جب وہ اپنی اپنی زمینوں میں شیونِ رحمانیت و ربوبیت سے مُستفید ہونے کی کوشش کرینگے۔ وہ اپنی قوم میں قوّتِ عمل کو پیدا کر کے اپنے ہی مملکتوں کے مدفُون خزائن کو استعمال میں لائیں۔ ان خزائن سے میری مراد کوئی سونے چاندی کے دفینے نہیں۔ وہ کونسی چیز ہے۔ جس میں سونے اور چاندی کی قیمت کے جوہر نہیں آخر لوہا بھی تو سونے سے زیادہ قیمت پاتا ہے۔ جب اس سے جیبی گھڑی کے بعض پُرزے بنتے ہیں۔ انگلستان جیسے چھوٹے سے جزیرہ کے علم و عقل نے وہاں کے کوئلے اور لوہے میں وہ طاقت بخشی کہ آج انگریزوں کا لوہا کُل دُنیا مانتی ہے +

لیکن خدا کے دیئے ہوئے کُل خزائن کے مقابل سب سے بڑھ کر وہ خزانہ ہے جو رحمٰن نے ہر انسان کو بخش رکھا ہے۔ وہ اسکی قوتیں اور اس کے حواس ہیں۔ اور ان میں سے جن تین نعمتوں اور ان کے صحیح استعمال کی طرف قرآنِ کریم نے خاص طور پر اپنے پڑھنے والے کو مُتوجّہ کیا ہے۔ وہ انسان کی آنکھ اُس کے کان اور اس کا دل ہے۔ جو ان تین چیزوں کا صحیح استعمال نہیں جانتا۔ وہ بہ الفاظ قرآن اس چار پائے کی طرح ہے جس کا سر اور آنکھیں زمین کی طرف جھکی ہوئی ہیں۔ اور وہ اپنے لئے سیدھی راہ نہیں دیکھ سکتا لازماً اسکی رسّی دوسرے کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اور وہ اس کا محکوم ہو جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ علم ہی ایک چیز ہے۔ جو انسان کو انسان بناتی ہے۔ علم کے بغیر انسان حیوان ہے۔ یوں تو ہمارے حواسِ خمسہ کُل کے کُل ہمارے علم کا ذریعہ ہیں۔ لیکن ان سب کی سرتاج ہماری قُوّت سماعت و بصارت ہے۔ کان اور آنکھ کے ذریعہ جو باتیں ہمیں معلوم ہوتی ہیں۔ ان پر صحیح محاکمہ کرتا اور اس محاکمہ کے بعد ان معاملات کو اپنے

---

سلہ تو کیا جو اپنے منہ پر اوندھا چلے ہدایت پر ہے۔ یا وہ جو صحیح سالم سیدھے رستے پر چلے۔ کہو وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا۔ اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے پس کتنا ہی کم تم شکر کرتے ہو (سُورۂ مُلک)

خزانہ علم میں داخل کر کے اس علم پر عمل کرنا ایک قلب سلیم کا کام ہے۔ الغرض یہ تین قوتیں ہی وہ بخشش آلہی ہیں جو اپنی قدر و قیمت میں کُل خزائن کائنات سے بڑھ گئی ہیں۔ اور ان سب پر حکمران انسان کا دل ہے جس نے اپنے دل کو روشن کر لیا۔ وہ دُنیا کا مالک ہو گیا۔ اور یہی عطیہ آلہی کا حقیقی شکر یہ ہے۔ جس پر قرآن کے الفاظ[۵] خود شاہد ہیں جس قوم نے نُورِ علم سے دل و دماغ کو مُنوّر کر لیا۔ اور اس نُور کی روشنی میں آنکھ اور کان سے صحیح کام لیا۔ اُس پر زمین و آسمان کے خزانے کھل جاتے ہیں وہی ربّ العالمین کا حقیقی پرستار اور سچّی حمد کرنیوالا ہوتا ہے اور اسی کی نماز حقیقی نماز ہوتی ہے +

یورپ کی رسموں کی پیروی یا اُن کے سوشل امور کی متابعت سے تو بنفسہٖ فائدہ نہ ہوگا۔ انکی طرح اپنے قلب اور چشم و گوش کو امور معاشی میں صحیح طور پر استعمال کرنا سیکھو تو اسلامی ممالک میں وہ خزائن ہیں۔ کہ جن کے مقابل مغرب کی دولت کوئی حقیقت نہیں رکھتی لیکن ان قوائے ثلاثہ کی تربیت و تہذیب صرف مردوں سے ہی تعلّق نہیں رکھتی۔ اگر آنکھ۔ کان اور دل اللہ تعالےٰ نے خواتین کو بھی بخشے ہیں تو کیوں ہماری بیبیاں اُن کی تہذیب و تربیت سے محروم رکھی جائیں۔ اگر مغرب کو آج مشرق پر فوقیت ہے تو اُسکی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ وہاں کی بیبیاں بھی زیورِ علم سے خالی نہیں۔ اور وہ اقتصادی جد و جہد میں مردوں کی دستِ راست بن رہی ہیں۔ اس موقعہ پر مجھے اپنے افغانی بھائیوں کو بھی کچھ کہنا ہے۔ وہ تو وہ کون مسلم ہے جو وہاں کے فرمانروا کی کوششوں کو نظرِ امتنان سے نہ دیکھے۔ خدا انھیں اپنے مقاصد میں کامیاب کرے لیکن ان کی خدمت میں میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ تہذیب نسوان یوروپین رسوم اور مغربی معاشرت سے چنداں وابستہ نہیں۔ خواتین افغانستان اگر حسبِ ارشاد موجودہ خداوند اپنے قلب و چشم و گوش کو بصیرت سے استعمال کرنا سیکھ جائیں۔ اور وہاں کے مرد بھی ربّ العالمین کے سچے عابدین ہو جائیں یعنی وہ اُن خزائن کو استعمال میں لانا سیکھ لیں۔ جو افغانستان کے عالمِ معدنیات و عالمِ نباتات میں اور دیگر گوشہ ہائے زمینِ افغانیہ میں مدفون ہیں۔ ایسا ہی افغانی دل و دماغ خدا کی عطا کی ہوئی قوتوں کو بالفعل کر لے۔ وہ رسمی اور اسمی ہی باتوں سے نکلکر قرآن کے سچے پرستار ہو جائیں۔ اُن کی نماز پانچوں وقت اُنھیں اُن اُمور کی طرف ہدایت کرے جس کی کچھ تشریح میں نے اِن اوراق میں کی ہے۔ تو وہ سب کچھ پا لینگے۔ جس کا مستحق ایک مسلم کو ربّ العالمین نے پیدا اُمتنا کیا ہے۔ یہاں جو کچھ افغانوں کے متعلق میں نے کہا ہے۔ اُن کے مخاطب بالفاظِ دیگر کی ایرانی۔

---

[۵] افمن یمشی مکبًّا علی وجھہٖ اھدی امن یمشی سویًا علی صراطٍ مستقیم ہ قل ھو الذی انشاکم وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلاً ما تشکرون + (سورہ ملک۔ پ ۲۹)

اور دیگر مسلم برادران بھی ہیں۔ اور ان میں بہت سی مسلم بھی شامل ہیں +

یہ سیاسی مسائل جن کی فکر میں یہاں آج ہندو مسلمان لگے ہوئے ہیں اور ان میں ہر ایک قوم اپنے اپنے فائدے کو پیش نظر رکھ رہی ہے۔ اس کے متعلق میں یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کا فائدہ نقصان بالآخر اقلیت و اکثریت پر منحصر نہیں۔ نہ خاص نشستی رعایتوں سے کوئی فائدہ ہوگا۔ جب تک مسلمان اپنی علمی اقتصادی اخلاقی اور مالی حالت کو درست نہ کریں گے۔ اُن کی اکثریت جہاں جہاں انہیں یہ اکثریت حاصل ہے۔ اور کوئی رعایت خاصہ جہاں وہ اقلیت میں ہیں انہیں نفع رساں نہ ہوگی۔ اقلیت کوئی چیز نہیں جب مٹھی بھر انگریز تینتیس ۳۳ کروڑ نفوس پر حکمران ہیں۔ تو پھر ان کی طرح وہ قوم جو خواہ کتنی ہی اقلیت میں ہو۔ اگر روشن دل رکھتی ہے۔ اور اہل بصیرت ہے۔ وہ نا تربیت یافتہ دل و دماغ والوں پر حکمران ہوگی۔ جو دل و دماغ والے ہونگے وہ حیوان بشکل انسان کے گلے میں رسی ڈال کر جہاں چاہیں اُسے کشاں کشاں لئے جائیں گے۔ اور اگر ان کو اکثریت بھی حاصل ہے۔ تو اقلیت والے کندہ ناتراشوں کا خدا حافظ ہے۔ یہ فتوے خداوندی ہے اور اس کا شاہد جیسے کہ آیت مندرجہ صفحہ ۲۱ بتلاتی ہے آسمانی بادشاہت کا وہ چارٹر ہے۔ جس کا نام قرآن ہے۔ اور اس فتوے کے نفاذ میں کسی رسمی اسمی مسلمان کی پرواہ نہ کی جاویگی۔ خدا کے ہاں مومن کی ہی عزت ہے۔ اور مومن وہ ہے جو صاحب عمل ہو +

---

# مسٹر آرتھر فیلڈ کی چٹھی کا جواب

## سوتھ افریقہ کے گوشہ سے

مکرم جناب اڈیٹر صاحب اشاعت اسلام لاہور

ہندوستان کے چند اخباروں میں مسٹر آرتھر فیلڈ کی چٹھی دیکھ کر میرا دل بہت ناراض ہوا کہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب جیسے انسان پر و جناب لارڈ ہیڈلے جیسے امیر پر جو بُہتان لگایا ہے۔ وہ مسٹر آرتھر فیلڈ کو زیبا نہیں +

مسٹر آرتھر فیلڈ سے میرا تعارف ہے۔ انگلستان میں انکے ساتھ مل کر میں نے لیبر پارٹی میں بہت کچھ کام کیا۔ اور خاص کر کے جبکہ میں لندن مسلم اوٹ لُک کا اڈیٹر تھا +

مجھے سخت افسوس ہوتا ہے کہ مسٹر آرتھر فیلڈ ایسی جھوٹی باتیں بنا کے جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب جیسے بزرگان اسلام پر بہتانیں لگا کے اشاعت اسلام میں ضرر رسانی کی کوشش کر رہے ہیں +

مسٹر آرتھر فیلڈ کو یہ گوارا نہ گذرا ہوگا۔ کہ لندن میں ایک مسجد بنائی جائے۔ جہاں یہ لوگ عیسائیت سے بیزار ہو کر اسلام کی طرف توجہ کر رہے ہیں +

جنوبی افریقہ کے تمام دوران سفر میں یہ خاکسار جناب خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ تھا اور جو کچھ چندہ ہوتا تھا۔ وہ میری ہی معرفت ہوتا تھا۔ اور اس کا حساب کتاب میرے و مسٹر قادر کے ہاتھ سے لکھا جاتا تھا۔ جب چندہ ختم ہوا۔ تو حسب الارشاد جناب خواجہ صاحب کل آمد و خرچ کا بیلنس شیٹ لکھا گیا تھا۔ اور غالباً یہ بیلنس شیٹ سنہ ۱۹۲۶ء کے جولائی و اگست مہینے کے اسلامک ریویو میں شائع ہوا تھا۔ جس میں پائی پائی کا حساب صاف طور پر چھپ گیا تھا۔ اور ان کی کاپیاں جنوبی افریقہ میں تقسیم ہو چکی تھیں +

یہ چندہ خاص مسلم لٹریچر کے لئے جمع کیا گیا تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ ہو۔ اور ایک مقدمۃ القرآن لکھا جائے۔ جو رعایتی قیمت پر یا مفت تقسیم ہو تا کہ اشاعت اسلام میں سہولت ہو +

ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ آج خاص کر کے اتفاق سے رہیں۔ دنیا اسلام کی دشمن ہے اور بدنصیبی تو یہ ہے۔ کہ خود مسلمان مسلمان کا دشمن بن بیٹھا ہے۔ خدا ہماری حالت پر رحم کرے ورنہ ہم تو صفحۂ ہستی سے مٹ جانے کے قریب آ گئے ہیں۔ انما المومنون اخوۃ پر عمل کرنے کی خاص ضرورت ہے۔ اور صداقت کو ہمیں پیش نظر رکھنا چاہئے +

راقم مرزا اعظم بیگ

# تحریف اناجیل اربعہ

از قلم پروفیسر سلیم ۔ بی ۔ اے

تسلسل صفحہ ۵۷۰ جلد ۱۴ نمبر ۱۲ اشاعت ۱سلام

ناظرین! مروجہ تراجم کا مختصر حال بیان کرنے کے بعد اس طرف اشارہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ۔ کہ موجودہ تراجم کہاں تک قابل اعتماد ہوسکتے ہیں ۔ اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں ۔ کہ علاوہ ترجمہ کی غلطیوں کے بہت سی عبارتیں جعلی اور الحاقی ہیں ۔ واضح ہو کہ میرے دلائل و شواہد تمامتر خود عیسائی مفسرین کی تحریروں سے ماخوذ ہیں ۔ بقول شخصے ع

گواہ عاشق صادق در آستین باشد

## نظیر اول

یوحنا کی انجیل ۷ : ۵۳ تا ۸ : ۱۱

اس عبارت کی تفسیر میں پادری اے پلومر ڈی ڈی یوں گلفشانی کرتے ہیں :۔

منجملہ دیگر سوالات کے جو اس عبارت سے متعلق ہوسکتے ہیں ۔ ایک سوال اسکی صحت کا بھی ہے ! اور اس کا جواب یہ ہے ۔ کہ غالباً یہ کل عبارت جعلی اور الحاقی ہے ۔ اس پر دلائل یہ ہیں :۔

(۱) یہ عبارت یوحنا کی طرز تحریر کے خلاف ہے (۲) اس سے سلسلۂ کلام ٹوٹ جاتا ہے (۳) قدیم نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں (۴) بعض لوگ اسے یوحنا کی انجیل کے آخر میں ضم کرتے ہیں (۵) خارجی شواہد موجود ہیں ۔ کہ اسے یوحنا نے نہیں لکھا تھا +

اب سوال ہوگا ۔ کہ پھر اس عبارت کو کس نے درج کردیا ۔ اس کا صحیح جواب نہیں دیا جاسکتا ۔

دوسرے مفسر پادری سے ای ایکسل ڈی ڈی یوں فرماتے ہیں :۔

ملک مفسر کیلئے تمام عہد جدید میں اس سے زیادہ پریشان کن عبارت اور کہیں نہیں ہے مفصلہ ذیل وجوہ اس کے جعلی ہونے پر قائم کی جاسکتی ہیں :۔

(۱) قدیم نسخوں میں اس عبارت کا پتہ نہیں (۲) کسی یونانی مفسر مثلاً آریجن سرل کری ساسٹم تھیوفیلاکٹ نے

اس کی تفسیر نہیں لکھی (۳) اس کی اخلاقی تعلیم مشتبہ ہے (۴) یوحنا کی طرز تحریر کے خلاف ہے +

تیسرے مفسر پادری ایل بیاٹ ڈی ڈی یوں لکھتے ہیں :-

تنقید بائبل کے سلسلہ میں منجملہ مشکلتر سوالات کے ایک یہ بھی ہے۔ کہ عبارت مذکورہ بالا یوحنا کی ہے یا نہیں ؟ نقادان فن کی رائے عموماً یہی ہے۔ کہ یہ عبارت الحاقی ہے۔ اور انھوں نے ان دلائل کی بنا پر ایسا فیصلہ صادر کیا ہے :- (۱) یہ عبارت قدیم یونانی نسخوں مثلاً الگزینڈرین ویٹکن و الفریم وغیرہ میں سے کسی میں موجود نہیں ہے (۲) بعض نسخوں میں یوحنا ۷: ۳۶ کے بعد آئی (۳) یہ عبارت جن نسخوں میں پائی جاتی ہے ان میں اختلاف لفظی موجود ہے۔ اور خود یہ عبارت مختلف طریقوں اور معین الفاظ کے ساتھ ہے۔ گریسباک نے اس عبارت کو بارہ نسخوں میں ساتھ رنگوں میں پایا۔ اور مشہور فرنچ مفسر گوڈے کہتا ہے کہ رشاگردوں کی کسی تحریر میں اس قدر اختلافات نہیں جس قدر اس عبارت میں پائے جاتے ہیں (۴) اس عبارت کو حذف کر دینے سے ابواب ۷ و ۸ باہم مربوط معلوم ہوتے ہیں (۵) کسی قدیم مفسر نے اس عبارت پر اظہار خیالات نہیں کیا۔ نہ اُن کی تفاسیر میں کہیں اس کا اشارہ کیا گیا ہے (۶) موجودہ مشاہیر علماء مثلاً آلفورڈ۔ گوڈے۔ آنشاسن۔ لیک مین۔ آسکاف وغیرہ اس کو بالاتفاق جعلی قرار دیتے ہیں +

اس عبارت کے متعلق مختلف خیالات ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ یہ تحریر یوحنا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے مگر بعد میں نکال دی گئی۔ اس خیال سے کہ اس کی اخلاقی تعلیم مشتبہ ہے۔ مبادا لوگ اس پر عامل ہو جائیں۔ اور اس کا غلط استعمال کرنے لگیں۔ سینٹ آگسٹائن کا یہی خیال ہے۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے۔ کہ یہ عبارت دراصل اس انجیل کی ہے جو اب مفقود ہے۔ اگر دو تین زمانہ کے بعد انجیل نویسوں نے اسے یوحنا کی انجیل میں درج کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کام اوائل زمانہ کے کسی کاتب انجیل کا ہے۔ اس نے کسی مطلب کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ تحریف کی۔ لیکن ہمیں شک نہیں کہ اس شخص میں یسوع کی سی اخلاقی ذہنیت ہو گی۔ کیونکہ نفس مضمون یسوع کی تعلیم سے بیحد مشابہ ہے لکھتا ہے اس تعلیم میں یسوع کے رحم کا نمونہ نظر آتا ہے ممکن ہے کہ یہ واقعہ نہ ہوا ہو لیکن اس کاتب نے نیک نیتی کے ساتھ یسوع کی رحمدلی کا نقشہ پیش کرنے کیلئے یہ داستان وضع کر لی ہو +

ڈاکٹر بیاٹ کی رائے ہے۔ کہ یہ واقعہ ضرور گذرا۔ اور کسی انجیل میں جو اب ناپید ہو چکی ہے درج ہو گا۔ لیکن یوحنا نے اپنے قلم سے اس کو اپنی انجیل میں درج نہیں کیا۔ کسی نے بعد میں الحاق کر دیا۔ یہ کب داخل کیا گیا کس نے داخل کیا۔ اس کا کوئی جواب ہمارے پاس نہیں ہے +

**نظیر دوم** ۔ ۱ یوحنا ۵ : ۷ اس فقرہ کی تفسیر میں بشپ الگزینڈر لکھتے ہیں :۔

"جیسا کہ اب سب کو معلوم ہوگیا ہے۔ اس باب میں یہ فقرہ کسی نے اپنی طرف سے ملا دیا ہے"۔

پادری پلومر لکھتے ہیں ۔ یہ قطعی یقینی ہے کہ یہ فقرہ الحاقی ہے کسی نے بعد میں لکھ دیا۔ اور مترجمین نے خوب کیا۔ کہ اُسے خارج کر دیا۔ مندرجہ ذیل وجوہ اس کے الحاقی ہونے پر دال ہیں۔

(ا) کسی یونانی نسخہ میں اس فقرہ کا پتہ نہیں (ب) کسی یونانی مفسر نے اسکی تفسیر نہیں لکھی۔ (ج) چوتھی صدی سے پہلے کسی نسخہ میں اس کا پتہ نہیں (د) سوائے لاطینی نسخوں کے اور کسی نسخہ میں جو چودھویں صدی سے پہلے لکھا گیا۔ اس کا ذکر نہیں علاوہ ازیں :۔

(ا) ان الفاظ سے سلسلۂ کلام ٹوٹ جاتا ہے (ب) یوحنا نے "باپ" اور "کلام" یہ دو لفظ ساتھ کہیں نہیں لکھے ہمیشہ "خدا" اور "کلام" یا "باپ" اور "بیٹا" لکھا ہے (ج) کسی شاگرد یا مفسر نے ان الفاظ کا مسئلۂ تثلیث میں اس طرح ذکر نہیں کیا (د) آسمان پر شہادت دینے سے کچھ فائدہ متصور نہیں ہو سکتا (ہ) تین کے ایک ہونے سے کوئی مطلب نہیں نکلتا۔ مقصود تو یہ ہے کہ تینوں متفق ہیں۔

الغرض خارجی اور باطنی دونوں شہادتیں اس فقرہ کو جعلی ثابت کرتی ہیں کیونکہ پیرا نے اس فقرہ کو حاشیہ انجیل میں لکھا اور اس کے بعد یونہی نقل ہوتا چلا آیا۔ مفصلہ ذیل نامور علماء اس کے الحاقی ہونے پر متفق ہیں ویسٹ کاٹ مارش لائیٹ فٹ۔ الفورڈ۔ ڈالنگر۔ مارس۔ الگزینڈر۔ ٹرٹن وغیرہم +

ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ دوسرے فرقوں نے تثلیث پرستوں پر اعتراض کیا ہوگا۔ کہ اقانیم ثلاثہ کا تو انجیل میں ذکر بھی نہیں۔ اور نہ کہیں یہ لکھا ہے۔ کہ "باپ" "بیٹا" اور "روح قدس" تینوں ایک ہیں۔ لہٰذا کسی نے نیک نیتی سے یہ فقرہ داخل کر دیا۔ تاکہ کہنے کیلئے کچھ تو سہارا ہو جائے +

**نظیر سوم** یوحنا کی انجیل ۵ : ۴ تفسیر از پادری ایبٹ ڈی ڈی

مفسرین کے درمیان عرصہ تک اس فقرہ کے جعلی اور الحاقی ہونے پر تنازع رہا لیکن اب تمام ناقدین انجیل اس امر پر متفق ہیں کہ یہ فقرہ الحاقی ہے اس فیصلہ پر میں بھی اپنے دستخط ثبت کرتا ہوں کیونکہ (ا) وٹیکن سنائیٹکس اور کیمبرج جیسے مستند نسخوں میں اس کا پتہ نہیں (ب) جن نسخوں میں یہ فقرہ موجود ہے وہاں بحد اختلافاتِ عبارت موجود ہیں (ج) اگر یوحنا نے اسے لکھا ہوتا تو ضرور شروع کے زمانہ کے لوگوں نے اس کا تذکرہ کیا ہوتا کیونکہ عجیب و غریب باتوں پر اعتقاد رکھنا اس زمانہ میں ایک معمولی بات تھی (د) جو تشریح اور مطلب اس جملہ سے نکلتا ہے وہ ناقابلِ یقین ہے (ہ) قشتہ ارف الفورڈ میئر ٹریگلیس۔ لیکین ایسا

گوڈے جیسے جید علماء اس کو الحاقی تسلیم کر چکے ہیں +

**نظیر چہارم** مرقس کی انجیل ۱۶ : ۹ تا آخر باب تفسیر از ڈاکٹر ایباٹ

بائبل کی تنقید میں سب سے زیادہ دشوار کام اس امر کی تحقیق ہے کہ یہ عبارت اصلی ہے یا الحاقی؟ یعنی خود مرقس کے قلم کی لکھی ہوئی ہے۔ یا کسی نے بعد میں لکھ کر لگا دی ہے۔ اس کے متعلق مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ عبارت (ا) الگزینڈرین اور القریم اور کیمبرج نسخوں میں موجود ہے (ب) لیکن دو سب سے زیادہ معتبر اور قدیم نسخوں یعنی ویٹکن اور سنائیٹکس میں ندارد (ج) اگر یہ عبارت مرقس کی ہے۔ تو یقیناً پہلی ہی صدی میں لگائی گئی ہوگی (د) فقرہ ۸ اس طرح ختم ہوتا ہے۔ کہ مطلب پورا نہیں ہوتا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ یہ آخری فقرہ نہیں ہوگا۔ عموماً اس کا انشا یوں ہے "کیونکہ وہ خوف زدہ تھیں" لیکن یونانی میں یوں ہے "وہ خوف زدہ تھے۔ کیونکہ" یہ عبارت صاف ظاہر کرتی ہے۔ کہ فقرہ ناتمام ہے (ذ) یہ عبارت مرقس کی طرز تحریر کے خلاف ، الفور لکھتا ہے۔ کہ اس میں ۲۱ الفاظ ایسے ہیں۔ جو مرقس کی انجیل میں اور کسی جگہ مستعمل نہیں ہوئے فقرات ۱۹، ۲۰ کی طرز تحریر بالکل اور قسم کی ہے (ح) آبل النتاسن اسکاف اور لیک مین اس عبارت کو اصلی بتاتے ہیں۔ گر ئیس بک ایوالڈ میئیر نارٹن لائٹ فٹ ٹشنڈارف اور ٹریگیلس وغیرہم اسے جعلی ٹھیراتے ہیں۔ میری رائے ہے کہ یا تو کسی وجہ سے جس کا ہمیں علم نہیں مرقس اپنی انجیل پوری نہ کر سکا۔ یا کسی وجہ سے آخری عبارت گم ہو گئی۔ بہر نوع یہ عبارت الحاقی ہے۔ اور بعد میں کسی نے لکھ کر لگا دی +

اب میں چند نظائر ایسی پیش کرتا ہوں۔ جن کے متعلق علماء میں اختلاف آرا موجود ہے +

**نظیر اول** یوحنا کی انجیل ۱ : ۱۳ تفسیر از پادری پلومر صاحب ڈی ڈی :-

ٹرٹولین کہتا ہے۔ کہ "پیدا ہوئے" کی جگہ "پیدا ہوا" ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہاں مسیح مراد ہے! اور اسی بنا پر اس نے فرقہ ویلینٹینین پر تحریف انجیل کا الزام لگایا ہے +

**دوم** یہودا کا خط ۱ : ۵ تفسیر ایضاً

اصلی نسخوں میں اختلافات لفظی موجود ہیں۔ کسی میں 'Lord' اور کسی میں 'the Lord' اور کسی میں Christ لکھا ہوا ہے۔ اسی لئے مدت دراز سے مفسرین اس شبہ میں اختلاف کرتے چلے آئے ہیں۔

**سوم** یوحنا کی انجیل ۸ : ۱۰ تفسیر از پادری پلومر صاحب ڈی ڈی +

اس عجیب فقرہ کی تشریح بہت دقت طلب ہے۔ بعض مفسرین نے اس امر کی کوشش کی ہے۔ کہ قدرے تغیر و تبدل کر کے اس دشواری کو دور کریں۔ چنانچہ اکثر کا خیال ہے کہ لفظ "سب" الحاقی ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ لفظ "پیشتر"

الحاقی ہے بعض کہتے ہیں۔ کہ فقرہ تو جعلی نہیں لیکن مہمل ہے اگر گزشتہ نبی مراد ہیں تو یہ یسوع کا قول نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو یہودی شریعت کی تکمیل کیلئے آیا تھا۔ اگر جھوٹے انبیاء مراد ہیں۔ تو وہ اس وقت تک پیدا نہیں ہوئے تھے بعض کہتے ہیں۔ کہ اس سے وہ فقیہی اور فریسی مراد ہیں۔ جو موسیٰ کی تعلیم کو خراب کر رہے تھے لیکن وہ منصب نبوت پر فائز نہیں تھے ان سے خطاب متصور نہیں ہو سکتا۔ غرضیکہ جتنی زبانیں اتنی ہی باتیں" +

**چہارم** متی کی انجیل ۱ : ۱۷ یہاں اعتراض یہ ہے کہ نسب نامہ میں ایک طبقہ تیرہ پشتوں کا ہو جاتا ہے۔ اس فقرہ کی تفسیر میں عماد الدین پادری پال بتی لکھتا ہے " یہ سہو کاتب ہے پہلے غلطی ہو گئی۔ بعد ازاں اسی طرح نقل ہوتی رہی۔ دراصل یوسیاسے یوکینا نہیں بلکہ یہویقیم پیدا ہوا تھا" +

بعض مفسرین کہتے ہیں۔ کہ نسب نامہ محض رسمی شے ہے۔ اس کی کوئی خاص فائدہ نہیں اور نہ اس میں زیادہ صحت کا لحاظ رکھا گیا ہے محض اس لئے لگا دیا گیا۔ کہ یہودی لوگ شجرے پسند کرتے تھے۔ ورنہ پوچھو تو مسیح کو شجرہ کی کوئی ضرورت نہیں +

اس قسم کے اختلافات اناجیل اور خطوط میں بکثرت موجود ہیں۔ چونکہ ان پر بحث نہیں ہو گی اس لئے انھیں مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ دراصل قصہ یہ ہے کہ اختلافات کا نام پادریوں نے سہو کاتب رکھا ہوا ہے۔ پادری فینڈر نے مجبوراً تسلیم کیا۔ کہ ۶۵۰ نسخوں میں قریب تیس ہزار جگہ سہو کاتب ہوا ہے۔ اس موقعہ پر ہم اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے کہ سہو کاتب کس حد تک کسی کتاب کی وقعت کو زائل کر دیتا ہے۔ صرف اتنا کہہ دینا ضروری ہے کہ سہو کاتب اور اختلافات العبارت دو مختلف باتیں ہیں۔ جو تعداد سہوہائے کاتب کی متحقق ہوئی ہے۔ اس سے کہیں زیادہ اختلافات عبارت موجود ہیں علاوہ بریں ریوائیزڈ ورژن میں فہرست اغلاط یعنی Errata ضم نہیں کیا گیا بلکہ حاشیہ میں اختلافات عبارت ثبت کئے گئے ہیں۔ کیونکہ غلط نامہ تو اس صورت میں لگایا جا سکتا تھا۔ جبکہ کوئی ایک نسخہ بھی ایسا موجود ہوتا جس کی صحت اور صداقت جمہور کے نزدیک غیر متنازعہ ہوتی۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی دگرگوں ہے کسی نسخہ کے متعلق وثوق و یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ صحیح اور غیر محرف ہے۔ فرض سمجھئے کہ دو قدیم ترین قلمی نسخے یعنی Sinaiticus اور Vatican قابل وثوق ہیں۔ اب اگر انھیں جملہ نسخوں کی صحت کے لئے معیار قرار دیا جائے تو لازم ہے کہ تمام عہدہ داران کلیسیا مرقس کی انجیل کے آخری باب کی ۹ تا ۲۰ ورسیں نکال دیں۔ کیونکہ یہ ورسیں ان نسخوں میں موجود نہیں ہیں۔ لیکن بہت سے قدیم قلمی نسخوں کی موجودگی میں صرف ان دو کو معیار ٹھیرانا ناممکن العمل ہے۔ بات تو آسان ہے۔ مگر یہ آسانی وہی ہے جسے سہل ممتنع کہتے ہیں۔ الحق Errata اور Vaticanus دو مختلف چیزیں ہیں۔ افسوس ہے کہ بعض

ہندوستانی عیسائی دل خوش کرنے کیلئے ان دونوں میں کوئی امتیاز نہیں کرتے لیکن جو سمجھدار ہیں وہ ان اختلافات کی وجہ سے تذبذب میں پڑے ہوئے ہیں۔ کیا تماشہ ہے کہ جب تک یسوع صاحب شاگردوں میں رہے انھیں اطمینان نہ دے سکے اور ان کے مصلوب ہونے کے بعد بھی تذبذب قائم رہا جیسا کہ پادری عماد الدین لکھتا ہے "دل کی تسکین بغیر معائنہ نہیں ہو سکتی۔ شاگردوں کو تذبذب تھا۔ کہ مسیح جی اُٹھے یا نہ جی اُٹھے (انتہٰی بقدر ضرورت از ہدایت المسلمین صفحہ ۴۳ مطبوعہ ۱۸۷۵ء) اب شاگردوں نے جو نشتے چھوڑے تو وہ ایسے کہ موجودہ عیسائی تذبذب میں ہیں۔ کہ ان میں کونسا صحیح ہے کونسا غلط ہے فتدبروا یا اولو الابصار ۱۲۔ بہ کیف اس دلچسپ بحث کو اسی طرح تشنہ چھوڑ کر ہم نفس مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان مقامات کے واضح کرنے کے بعد جن کے جعلی ہونے پر مفسرین متفق ہیں۔ اب وہ اختلافات دکھاتے ہیں جو مختلف تراجم میں پائے جاتے ہیں سہولت کی خاطر ان اختلافات کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں: اولاً وہ عبارات یا الفاظ جو تصحیح شدہ ترجمہ میں موجود ہیں لیکن مستند ترجمہ میں ندارد۔ ثانیاً۔ وہ عبارات یا الفاظ جو مستند ترجمہ میں تو موجود ہیں لیکن تصحیح شدہ ترجمہ میں ندارد۔ ثالثاً۔ وہ عبارات یا الفاظ جو موجودہ تراجم میں ہیں لیکن قدیم نسخوں میں نہیں ہیں۔ رابعاً۔ وہ عبارات یا الفاظ جو موجودہ تراجم میں کچھ ہیں۔ اور قدیم نسخوں میں کچھ اور۔ خامساً۔ وہ عبارات یا الفاظ جن کے تعین مقام میں اختلاف ہے سادساً۔ وہ عبارات یا الفاظ جو اُن عبارات یا الفاظ کا ترجمہ ہیں جن کی صحت خود معرض بحث میں ہے۔ اب ہم نمبروار ان میں ہر قسم کے نمونے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین پر اناجیل اربعہ کی صحت کا نقش پورے طور پر ظاہر ہو جائے۔

**اولاً**۔ وہ عبارات یا الفاظ جو تصحیح شدہ ترجمہ میں ہیں۔ اور مستند ترجمہ میں ندارد۔

(ا) متی کی انجیل ۲۴: ۳۶ (ا) صحیح ترجمہ مطبوعہ اکسفورڈ سنہ ۱۸۸۱ء

"لیکن اُس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ فرشتے اور نہ **خدا بیٹا** صرف خدا باپ واقف ہے"

(ب) مستند ترجمہ سنہ ۱۶۱۱ء اکسفورڈ

"لیکن اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ انسان نہ فرشتے صرف خدا باپ واقف ہے"

یعنی مستند ترجمہ میں "خدا بیٹا" مندرج نہیں مصحح ترجمہ میں یہ دو لفظ بڑھا دیئے گئے لیکن حاشیہ میں لکھ دیا گیا ہے۔ کہ بعض قدیم نسخوں میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سنہ ۱۶۱۱ء والے ایڈیشن میں یہ الفاظ اس لئے درج نہ ہوئے کہ ایڈیٹرز کی رائے میں قدیم نسخوں کی عبارت زیر بحث جعلی ثابت ہوئی ہوگی اسلئے انھوں نے "خدا بیٹا" درج نہ کیا۔ جب سنہ ۱۸۸۱ء میں ایڈیٹرز کو یہ الفاظ صحیح معلوم ہوئے انھوں نے درج ترجمہ کر دیئے صحت یا

غلطی کا معیار نہ اُنکے پاس تھا۔ نہ انکے پاس ہے۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ اسمیں مترجمین یا ایڈیٹرز کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ساری مصیبت انجیل نویسان سلف کی بیدا کی ہوئی ہے جب کو معلوم ہے کہ پہلی ہی صدی سے عیسائیوں میں یسوع صاحب کی شخصیت کے متعلق اختلاف آراء ہو گیا تھا بعض لوگ انسان محض خیال کرتے تھے بعض انسان اور خدا دونوں بعض خدا ہے محض جس نے محض نمائش کیلئے کالبد خاکی اختیار کر لیا تھا۔ اب جو کاتب انجیل یسوع صاحب کی الوہیت مفروضہ کا قایل ہو گا۔ جس نے اس جگہ غور کیا ہو گا۔ کہ اگر سوائے "باپ" کے اور کوئی واقف نہیں تو مسیح کی الوہیت پہ حرف آتا ہے۔ لہذا اُس بیدار آدمی نے از راہ الفت "نہ خُدا بیٹا" کے ٹکڑے کو آہستہ سے حذف کر دیا ہو گا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بعض میں موجود اور بعض میں ندارد ہو گیا +

(۲) متی کی انجیل ۱۹ : ۷ مستند ترجمہ ۱۶۱۱ء "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ نیک تو صرف ایک ہے، اور وہ خدا ہے"۔ لیکن مصحح ترجمہ ۱۸۸۱ء میں یوں ہے :۔

تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے۔ نیک تو صرف ایک ہی ہے +

ثانیاً۔ وہ عبارات یا الفاظ جو مستند ترجمہ میں موجود ہیں۔ لیکن مصحح ترجمہ میں ندارد +

(ا) متی کی انجیل ۶ : ۱۳ "کیونکہ بادشاہت قدرت اور جلال تیرا ہی ہے۔ آمین"

یہ عبارت موجودہ تراجم میں موجود نہیں +

(ب) متی کی انجیل ۱۸ : ۱۱ "کیونکہ ابن آدم گمشدہ لوگوں کو بچانے کیلئے آیا ہے" ایضاً

(ج) مرقس ۷ : ۱۶ "جس کے کان ہوں وہ سُنے" ایضاً

(د) مرقس ۱۱ : ۲۶ "لیکن اگر تم اُن کا قصور معاف نہ کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ تُمہارے قصور بھی معاف نہ کریگا + ایضاً

(ھ) متی ۱۷ : ۲۱ "لیکن اس قسم کے دیو بغیر روزے اور دُعا کے نہیں نکالے جاتے" ایضاً

(و) مرقس ۱۵ : ۲۸ "قدیم نوشتے پورے ہُوئے جہاں لکھا ہے۔ کہ وہ ہمارے سبب سے قصوروار میں گنا گیا"۔ یہ فقرہ بھی جدید تراجم سے نکال دیا گیا۔ اگر چہ بعض قدیم نسخوں میں موجود ہے +

(ز) لوقا ۱۷ : ۳۶ "کھیت میں دو آدمی ہونگے۔ ایک لیا جائیگا دوسرا چھوڑ دیا جائیگا۔ یہ فقرہ بھی جدید تراجم سے نکال دیا گیا ہے۔ اگر چہ بعض قدیم نسخوں میں موجود ہے۔

(ح) لوقا ۲۳ : ۱۷ "کیونکہ لازمی تھا کہ دعوت کے موقع پر ایک مجرم کو ضرور چھوڑا جائے" +

(ط) لوقا ۹ : ۵۶ "کیونکہ ابن آدم اس لئے نہیں آیا۔ کہ لوگ تباہ ہوں۔ بلکہ اس لئے کہ بچائے جائیں"۔
یہ عبارت بھی حذف ہو گئی +

(ی) یوحنا ۵ : ۴ "وقت مقررہ پر پانی میں ایک فرشتہ اُترتا تھا۔ اور اُسے حرکت دیتا تھا۔
اس وقت جو بھی اسمیں ہوتا تھا۔ خواہ کسی بیماری کا ہوتا اچھا ہو جاتا" +
یہ عبارت بھی موجودہ ترجمہ سے غائب ہو گئی +

(ک) اعمال ۸ : ۳۷ "فلپ نے کہا اگر تو یہ یقین رکھتا ہے تو رکھ اُس نے کہا میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ یسوع خدا کا بیٹا ہے"۔ یہ فقرہ بھی حذف کر دیا گیا +

(ل) اعمال ۲۴ : ۷ "لیکن کپتان آیا۔ اور زبردستی اس کو ہم سے چھین کر لے گیا"۔

(م) اعمال ۲۸ : ۲۹ "جب وہ کہہ چکا تو یہودی آپس میں جھگڑا کرتے ہوئے چلے گئے"۔

(ن) رومیوں ۱۶ : ۲۴ "ہمارے خداوند یسوع مسیح کا فضل تم سبھوں کے ساتھ ہو"۔
اگرچہ یہ فقرہ بعض قدیم نسخوں میں موجود ہے۔ لیکن موجودہ تراجم میں ندارد +

(س) لوقا ۱۱ : ۲ "تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے" الخ

(ع) متی ۲۳ : ۱۴ "اے ریاکارو! تم پر افسوس کہ تم رانڈوں کا مال کھاتے ہو" الخ

(ف) متی ۲۷ : ۴۹ "انھوں نے بھالے سے اس کا سینہ چھیدا فوراً لہو اور پانی نکل آیا"۔
یہ عبارت ورس ۴۹ کے بعد اکثر قدیم نسخوں میں موجود ہے لیکن مستند اور صحیح دونوں تراجم اس سے خالی ہیں۔

(باقی آئندہ)

---

# اسلام پیغامِ رحمت ہے

(از آنا ڈی سسٹر لیس برگر)

وابستگان کلیسیہ کا اس امر پر نہایت مضبوط اور مستحکم ایمان ہے کہ دنیا بھر کے اندر یہی ایک قوم ہے جسے مسیحیت نے اپنے فضلوں اور رحمتوں کا پیغام یعنے انجیل عنایت فرمائی ہے متعصب عیسائی یقین رکھتے ہیں کہ تمام غیر مذاہب محض شریعت کے حامل ہیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کو ایک منصف کی حیثیت دے کر اس کے قوانین و ضوابط الفصاحت کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ بالخصوص اسلام جو مکافات عمل کے قانون کے ماتحت ایک انسان کو بفحوائے و لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ اس کے اعمال و افعال کا ذمہ دار قرار دیتا ہے ہاں وہی اسلام جو اطاعت لامر اللہ اور پھر توکل علی اللہ کی ابتدائی ضرورت پر اس قدر زور دیتا ہے ان کی نظروں میں تشدد اور ظلم کا حامی مذہب ہے۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس میں کیا شک ہے کہ جیسا کہ ہر ایک مسلمان جانتا ہے۔ وہ لوگ جو ایسا خیال کرتے ہیں وہ قطعی اور یقینی طور پر صریح غلطی میں مبتلا ہیں۔ ایک مغربی دماغ جو کلیسائی معتقدات کے رنگ میں رنگین ہو چکا ہو۔ اس کے نزدیک بادی النظر میں قرآن مجید کے اندر جو بدکرداروں کو بہت سے مقامات پر سزا کی دھمکیاں دی گئی ہیں۔ ان میں اور ان الفاظ میں کہ اللہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اللہ مہربان اور بخشنے والا ہے۔ ایک تضاد نظر آتا ہے۔ لیکن یہ قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ اگر ذرا اس پر غور کیا جائے تو انسان بہ آسانی اس حکمت کو سمجھ سکتا ہے۔ کوئی انسان درحقیقت اللہ تعالیٰ کے دائرہ رحمانیت سے باہر نہیں لیکن جب تک کہ وہ بہ رضا و رغبت خود و بکمال اشتیاق اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے رستوں پر نہیں چلاتا۔ جب تک کہ اس کے تہ قلب سے آواز اھدنا الصراط المستقیم بکمال تضرع نہیں نکلتی۔ اس پر خدا تعالیٰ کی ابدی عنایات مستقل طور پر سایہ افگن نہیں ہوتیں۔ بلکہ ایسا انسان بسا اوقات سزاؤں کا مورد بنا رہتا ہے۔ ایسا شخص درحقیقت ویسے رستوں پر قدم مار رہا ہے۔ جو دائرہ رحمانیت باریتعالیٰ سے باہر نہیں لیکن وہ رستہ ایسا خطرناک اور اس قدر پیچیدہ ہے۔ کہ جو لوگ صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔ اور جو اس رستہ کی لذات سے آگاہ ہیں ان کے نزدیک واقعی وہ لوگ ضالین کے رستہ پر قدم فرسائی کر رہے ہیں +

خدائے اسلام ایسا خدا نہیں جو اپنی مخلوق سے برسر پیکار ہو۔ اور اس لئے خدا کے بندوں کو نجات اخروی کیلئے

ٹیڑھی تدبیروں پر عمل پیرا ہونے کی حاجت نہیں۔ بلکہ برخلاف اس کے اسلام اس خدائے بزرگ و برتر کو پیش کرتا ہے جو اپنی مخلوق کو خوب جانتا اور اس کو کمال محبت کرتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ اُن کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہے، جو اس کی طرف ذرا سا بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیم کا اعلان اس قدر سیدھا سادہ ہے کہ ایک معمولی سے معمولی انسان اس کی خوبی کو سمجھ سکتا ہے۔ لیکن اپنی جامعیت کے لحاظ سے اس قدر مکمل ہے۔ کہ بڑے سے بڑے انسان اور عقلمند سے عقلمند لوگ اس کی نہاں در نہاں دلفریبیوں پر عبور نہیں پا سکتے۔ سبحان اللہ! کیا عجیب کلام ہے :-

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کس سادگی کس صفائی کس عمدگی سے اسلام اس صداقتِ عظمیٰ کو دُنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ کہ خدا ہے۔ اور وہ پہچانا جا سکتا ہے۔ ان لوگوں کو جو پوچھتے ہیں۔ کہ کس طرح؟ اور کہاں؟ اُن کو اسی سادگی سے وہ جواب دیتا ہے۔ کہ ہاں "اس کے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے سے" انسانی زندگی کے مختلف واقعات اور مختلف تجارب کے اندر انسان کے لئے کوئی امر ایسا تسکین بخش نہیں۔ جیسا یہ کہ انسان اُس عظیم الشان ہستی سے لو لگائے جو کہ رب العلمین۔ مالک کُل محیط کُل اور تمام مخلوقات سے محبت اور پیار کرنے والی ہے +

مگر انسان ایک دفعہ اس مقصد پر گامزن ہو۔ تو اُسکو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اسی قسم کی زندگی ہی اصل راحت کا سامان ہے۔ اور اس کے علاوہ تمام قسم کی زندگیاں بے لطف اور بے مزہ ہیں +

اس غرض سے کہ انسان خدائے بزرگ و برتر کو اپنے تمام کاروبار کی حالت میں اور زندگی کے مختلف حالات میں بھول نہ جائے۔ اور اس کا دل اسکی یاد سے ہمیشہ لبریز رہے۔ اسلام نے ایک نہایت سیدھا سادہ طریقہ تجویز کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان دن کے بعض معینہ اوقات میں اس کے سامنے سربسجود ہو جائے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سربسجود ہونا نہایت ہی عجیب و غریب چیز ہے۔ بشرطیکہ جب ہم اپنی جسمانی حرکات سے اللہ تعالیٰ کی عزت و جبروت سے متاثر نظر آتے ہیں۔ ہمارے اندر بھی وہ عزت و جبروت مستولی ہو۔ اور ہمارے دل پر یہ نقش ہو کہ ہم ایک نہایت عظیم الشان ہستی کے سامنے پیش ہوئے ہیں۔ لیکن اگر یہ کیفیت نہیں تو یہ سربسجود ہونا محض بے سُود اور لایعنی ہوگا۔ ہر ایک ایسا شخص جو قرآن حضورِ قلب سے پڑھتا ہے۔ اور اس کے مطالب سے آگاہ ہے وہ ضرور اس قسم کی غلطی کے ارتکاب سے پرہیز کریگا +

ہر ایک ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کیلئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ

وہ اسلام کی ان سادہ تعلیمات پر ایمان لا کر اسلام کے بجائے مجموعۂ اعمال بجا لائے۔ خدا تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے پر یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک انسان ان کے بعض مخصوص اوقات پر خدا کے حضور میں کھڑا ہو اور اس لئے نماز سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھنے کا کوئی اور ذریعہ نہیں +

علی الصبح ہی جبکہ انسان کا دل دن کے شور و شغب سے فراغت پائے ہوتا ہے۔ اور دنیوی آلائشوں سے پاک صاف ہوتا ہے ہم خدا کے حضور کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اس طرح ہم اس سے طالب امداد ہوتے ہیں۔ کہ وہ ہم کو تمام آفات سے محفوظ رکھے۔ اور اس سے التجا کرتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے کاروبار میں برکت ڈالے +

ظہر کے وقت ہم پھر خدا کے حضور جھکتے ہیں۔ اور اپنی دن بھر کی محنت کے نتائج اس کے سامنے پیش کرتے ہوئے اس کے حضور میں سجدات تشکر بجا لاتے ہیں۔

رات کے وقت جبکہ تمام کائنات اپنے مالک کے سامنے سربسجود معلوم ہوتی ہے ہم بھی اس رب العلمین کے حضور میں حق عبودیت ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہمارے کانوں کے اندر ملائکہ کی تسبیح و تقدیس کی گونج آ رہی ہے۔ اور بسا اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بزرگ ہستیاں (ملائکہ) رب العالمین کی جناب میں اپنی محبت اور عبودیت کا اظہار کر رہی ہیں۔ ہمارے دل نور سے چمک اٹھتے ہیں۔ اور اس خیال سے مسرت کی ایک لہر اُن کے اندر دوڑ جاتی ہے۔ کہ اس تمام کائنات کا ایک ہی مالک ہے! اور اس یقین سے وہ لبریز ہو جاتے ہیں۔ کہ لا الٰہ الا اللّٰہ یعنے سوائے اُس ذات حقیقی کے اور کوئی معبود قابل عبادت نہیں۔

عصر کے وقت ہم اپنے کاروبار کو بند کر کے حضرت باری کی جناب میں حاضر ہوتے ہیں تاکہ انسانی زندگی پر ہم ایک زیادہ وسیع زاویۂ نگاہ سے تبصرہ کر سکیں۔ یہ بالکل درست ہے کہ بعض امور جو انسانی علائق سے وابستہ ہیں ان پر بھی ہم کو توجہ دینی چاہئے اگر ہم انسانی زندگی کے مطالعہ اور آنحضرت صلعم کے اقوال مقدسہ کی طرف رجوع کریں۔ تو بہت بجا ہو گا کیونکہ آں حضرت کی وہ ذات بابرکات ہے کہ جس نے انسانی علائق و تعلقات پر نہایت ہی وضاحت سے روشنی ڈالی ہے۔ جب ہمارا دل تشکر آمیز محبت سے اسکی طرف بہ نکلتا ہے تو بے اختیار ہماری زبان سے یہ لفظ نکل جاتے ہیں۔ کہ محمد رسول اللّٰہ۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا ایک عظیم الشان ہستی ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ اور ہم اس کی طرف کھنچے جا رہے ہیں صلی اللّٰہ علیہ وسلم اسی رسول عظیم کی معرفت سے ہم کو دوسرے روحانی معلمین کا پتہ لگتا ہے۔ جب ہم اس مقدس جماعت کا

تصور کرتے ہیں۔ ہماری زندگیوں میں ایک خاص تبدیلی نظر آتی ہے۔ ہماری تمام سفلی خواہشات کے بعد دیگرے معدوم ہوتی ہیں! اور ہمارے اندر یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم بھی اُن کی طرح پاک صاف ہو جائیں۔ یعنے ہمارے اندر بھی اخلاق اللہ کا رنگ آ جائے۔

جب عشاء کے وقت ہم خدا کے حضور میں خدا کی دی ہوئی زندگی پر جذبات تشکر و امتنان کے اظہار کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔ ہمیں صرف یہی معلوم نہیں ہوتا۔ کہ تمام کائنات ہمارے ساتھ حق عبادت ادا کر رہی ہے، بلکہ ہمارے دلوں پر یہ امر کا النقش فی الحجر ہوتا ہے۔ کہ ہم ایک عظیم الشان برادری کے جزو ہیں۔ اس سے کچھ غرض نہیں کہ کہ ایک شخص چھوٹا ہو یا بڑا امیر ہو یا غریب بے علم ہو یا عالم اگر اسکی آنکھوں میں وہ نور موجود ہے جس کو خدا کا عشق کہا جاتا ہے۔ تو وہ ہمارا بھائی ہے! اور یہ برادرانہ تعلقات ایسے مضبوط ہیں۔ کہ جو کبھی منقطع نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی بنا ان چیزوں پر ہے جو دائمی اور ابدی ہیں +

رات کے وقت جب ہم لاکھوں ستاروں پر نظر تعمق ڈالتے ہیں۔۔ اور جن کے متعلق ہم میں سے اکثر بہت کم علم رکھتے ہیں۔ تو جب ہم لا الہ الا اللہ کے الفاظ بولتے ہیں۔ ہمارے دلوں کے اندر عجیب و غریب جذبات موجزن ہو جاتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدائے علیم ہماری اس آواز پر اپنی لبیک پکارتا ہے۔ اور جب ہم خدا کی عظمت کا خیال دل میں لاتے ہیں۔ تو ہم پر اس کا جلال ظاہر ہونے لگتا ہے۔ اور ہمیں ان الفاظ کے معانی کی سمجھ آنے لگتی ہے۔ کہ میں نے اس کائنات کو اپنے ایک حصہ سے پیدا کیا ہے! اور میں الآن کما کان ہوں" +

کیا ہمارا دل اس عظیم الشان ہستی کے جلال سے کانپتا ہے؟ کیا ہمیں اپنی کمزوری اپنی بے بضاعتی کا علم ہے؟ اس سوال کا جواب فضائے آسمانی سے یہ ملتا ہے۔

کہ تو میرے نزدیک اور میرے قریب ہے"

یہ ہے اسلامی تعلیم کا ایک مختصر خاکہ اور یہ وہ تعلیم ہے جو محض ہمارے دماغوں کو ہی اپیل نہیں کرتی۔ بلکہ ہمارے دلوں کو بھی اپیل کرتی ہے۔ جو نہ صرف علمی رنگ میں بلکہ وجدانی رنگ میں رنگین ہے +

---

نوٹ:۔ تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن لاہور عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ آنی چاہئیں +

# تجرد اور اُس کا آغاز عیسائیت میں

کیا ایک پادری کو تجرد اور رہبانیت کی زندگی بسر کرنی چاہئے؟ اس موضوع پر ڈاکٹر ایچ ڈی اے میجر پرنسپل ایپ ہال آکسفورڈ نے موڈرن چرچ مینز کانفرنس منعقدہ کیمبرج میں ایک قابل ذکر تبصرہ کیا۔ جو کچھ آپ نے کہا اس کا ملخص ہدیہ ناظرین کرام ہے :۔

لیکن یہ امر قطعاً ناقابل برداشت ہو کہ کلیسیہ کے ارباب بست و کشاد پادریوں کو تجرد کی زندگی بسر کرنے پر مصر ہوں۔ اسکے متعلق ہم انگریزوں کا خیال بہت معقول ہو۔ کہ پادریوں کو خود محسوس کرنا چاہئے کہ آیا تجرد سے واقعی وہ ایسی پارسایانہ زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں کہ جس سے ان کے اندر روحانی پیشوائی کی قابلیت اور اہلیت پیدا ہو جائے۔ رہبانیت کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے صاحب موصوف نے اس امر پر زور دیا۔ کہ اس قسم کی رہبانیت جس سے انسان دوسروں کے گناہوں کا کفارہ بننے کیلئے اپنے نفس پر جبر روا رکھے خطرات سے پر ہے۔ اس رہبانیت کی خرابیاں لازم آتی ہیں۔ ایک تو یہ انسان کو خیانت پر آمادہ کرتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے انسان کو اپنے آپ کو نیک اور نہ دوسروں کے اعمال و افعال کی جانچ پڑتال میں لگے رہنے کی ترغیب ہوتی ہو۔ رہبانیت اسی صورت میں مستحسن سمجھی جا سکتی ہے کہ انسان اسکو برضا و رغبت خود قبول کرے۔ اور حکام کلیسیا کی حکومت اور تشدد کا اسمیں کوئی شائبہ نہ ہو۔ ہم میں سے بعض نے سالہا سال تک فاقہ کشی پر عمل کیا ہے۔ لیکن ہم اہالیان انگلستان اس قسم کے جبر پر اصرار کرنیوالے حکام کلیسیہ کو مورد اعتراض سمجھتے ہیں۔ اور در حقیقت ایسی ریاضت کو جبری قرار دینا سخت سے سخت نکتہ چینی کی مستحق ہے“+

اس سوال کا چنداں تعلق ہم سے نہیں کیونکہ تجرد کی رسم محض عیسائیت ہی میں ہی نہیں پائی جاتی۔ بہت کچھ اس کے موافق اور بہت کچھ اس کے خلاف بیان کیا جا سکتا ہے۔ تاہم یہ کہنا صداقت سے خالی نہیں ہو کہ اس مسئلہ کے اندر وہ تمام امور شامل ہیں۔ جن پر غور کرنے سے ہمیں عیسائی نظریہ کا پتہ لگ سکتا ہے۔ جو وہ انسانی زندگی کے بارہ میں پیش کرتی ہے۔ اسلام کا نظریہ زندگی کے متعلق کیا ہے؟ اسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث کے اندر نہایت مختصر مگر جامع الفاظ میں بیان فرما دیا ہے آپ کا ارشاد ہے

لا رُھبانیۃ فی الاسلام یعنے اسلام میں رُہبانیت نہیں۔ یا یہ کہ اسلام رُہبانیت کی کی تعلیم نہیں دیتا عیسویت میں رُہبانیت اور تجرد کی زندگی بسر کرنے کا حکم خود اس امر کا کافی گواہ ہے کہ انسانی فطرت کی مسیحی مذہب میں کہانتک قدر و منزلت ہے تجرد کا اصل آغاز اور رہبانیت کی اصل بنا عیسویت میں مسئلہ گناہ" سے پڑتی ہے جو خوبی قسمت سے بوجہ ترقی علوم و فنون اب بہت کچھ ترمیم حاصل کر چکا ہے۔ یہ وہی شے ہے۔ جو عورت کو اس گمراہی کا ذمہ دار ٹھیراتا ہے۔ جس سے حوا آدم کو اس پھل کے کھلانے کا موجب ہُوئی جس کے کھانے سے خداوند نے منع فرمایا تھا + بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہئے کہ یہ عورت ہی تھی جس نے خداوند تعالیٰ کی سب سے پہلے نافرمانی کی۔ یہ عورت ہی تھی۔ جو ہبُوط آدمؑ کا باعث ہوئی۔ اور یہ عورت ہی تھی جس نے آدم کو خدا کی نافرمانی پر ترغیب دی۔ الغرض یہ محض عورت کی ہی طفیل تھا۔ کہ گناہ" یا رُوحانی موت" دُنیا کے اندر معرض ظہور میں آئیے +

اس صورت حال میں آپ خود خیال فرما سکتے ہیں۔ کہ قدیم زمانہ کے مقدسین عیسائیت نے عورت کے متعلق کیا تصور قائم کیا تھا۔ وہ عورت کو ناپاک خیال کرنے لگ گئے تھے۔ اور اس سے اختلاط رکھنا ان کو ناپسندیدہ اور غیر مطبوع تھا۔ شادی ان کے ہاں معیوب امر تھا۔ اور حتے الامکان شادی سے خود بھی اور دوسروں کو بھی روکتے تھے۔ چونکہ ان کے دلوں کے اندر شادی کی طرف سے نفرت تھی۔ اور وہ اس کو ناپاک فعل تصور کرتے تھے۔ اس لئے انھوں نے یہ مناسب سمجھا کہ اور نہیں تو کم از کم پادری صاحبان جو کہ ایک مقدس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو شادی سے پرہیز کرنی اور تجرد کی زندگی بسر کرنی ضروری ہے۔ تاکہ عوام الناس اور پادری صاحبان کے درمیان ایک خصوصیت قائم ہوسکے۔ اور جس ناپاکی سے دوسرے بوجہ شادی کے ملوث ہوتے ہیں۔ اس سے کم از کم پادری صاحبان تو محفوظ رہیں۔ چوتھی صدی میں صورت حالات نے یہانتک تشدد دکھلایا کہ یہ ایک مُسلمہ اصول ہو گیا۔ کہ پادری صاحبان کا شادی کرنا ایک جرم قرار دیدیا گیا۔ خانقاہوں میں تجردانہ زندگی کا بسر کرنا اس زمانہ میں عام ہو گیا۔ خود سینٹ پال کی رائے تھی۔ کہ شادی انسان کو جذبات پر بے قابو ہونے کیلئے ایک رعایت ہے۔ جیروم امبروس اور دوسرے بڑے بڑے مقدسین کلیسیہ تمام مجردانہ زندگی کی تعلیم دیتے تھے۔ گریگوری عظم اس امر پر بڑا مصر تھا کہ تمام پادریوں اور مذہب کا پاس رکھنے والے عیسائیوں کو شادی نہیں کرنی چاہئے۔ اور ۱۵۲۰ء تک صورت حالات کی یہی کیفیت رہی جبکہ لوتھر نے تجرد اور رُہبانیت زندگی کے خلاف علمبرداری کرتے ہوئے ایک عملی مثال قائم کردی۔ مذہب پروٹسٹنٹ کا سب سے بڑا فائدہ یہی ہے کہ اس نے وہ تمام

بیہودہ خیالات جن کی رُو سے شادی کو نہایت گناہ اور لعنت کی چیز قرار دیا جاتا تھا ۔ ان کا قلع قمع کر دیا۔ اور شادی کے طریق کو ایک سیدھے سادہ اصول پر دوبارہ قائم کر دیا +

دوسرا نہایت نقصان رساں امر جو عیسویت کی تعلیم تجرد کا ایک ضروری نتیجہ تھا ۔ وہ یہ تھا کہ عورت کا کیرکٹر اور عورت کی حیثیت کا معیار بہت کم قرار دیا جاتا تھا۔ اسکو انسانی برائیوں کا اصل منبع اور سرچشمہ خیال کیا جاتا تھا اسلام نے اس امر کو نظر انداز نہ کیا ۔ اور چونکہ رہبانیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پورے زوروں پر تھی ۔ اسی لئے قرآن مجید نے اعلان فرمایا ۔ کہ ورھبانیۃ التی ابتدعوھا (قرآن کریم) یعنے رہبانیت اُنھوں نے خود ایجاد کی +

**مذہبی تشدد** ۔ عام طور پر لوگوں کا خیال ہے کہ اب مذہبی تشدد کے دن دنیا سے مفقود ہو چکے ہیں ۔ اور بالخصوص یورپ جو کہ علوم وفنون کی روشنی سے منور ہو رہا ہے ۔ اسمیں مذہبی تشدد کا کہیں نام بھی نہیں پایا جاتا ۔ ہاں اگر کہیں تشدد کا نشان ہے ۔ تو وہ اسلامی ممالک ہی ہیں ۔ گویا اسلام ایک ایسا مذہب ہے ۔ کہ جو مذہبی تشدد اور جبر اور لوگوں پر ظلم وستم روا رکھنا جائز سمجھتا ہے ۔ یہ وہ باتیں ہیں ۔ جو کہ پادری لوگ ہر ایک عیسائی کے دل و ذہن نشین کرتے رہتے ہیں ۔ لیکن اگر کوئی شخص اس کے متعلق ثبوت چاہے تو وہ اسکو ان ناکامیابیوں میں ملیگا جو عیسائی مبلغین کو مسلمانوں کے اندر تبلیغ کرنے سے حاصل ہوئی ہے ۔ کیونکہ اس کے علاوہ عیسائیوں کے نزدیک اس کا اور کیا باعث ہو سکتا ہے ؟ وہ لوگ جو عیسائی مشنریوں کی ناکامیابیوں پر بعض اوقات بے چینی کا اظہار کرتے ہیں ۔ اُن کو مطمئن کرنے کیلئے وجہ نہایت آسانی سے بتائی جا سکتی ہے ۔ چند دن گذرے ہمیں اپنی بہن مس حلیمہ ا گورڈن جن کی تصویر کسی گذشتہ رسالہ میں دی جا چکی ہے ۔ ان کی طرف سے ہمیں ایک خط موصول ہوا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ یہ مذہبی تشدد گو اس کی شکل وصورت میں تبدیلی واقع ہو چکی ہے ابھی تک مفقود نہیں ہوا ۔ خاتون موصوف رقمطراز ہیں :-

لندن ۔ ڈبلیو سی آئی
۱۳ ۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء

ہمارے جناب و برادر اسلام ! السلام علیکم

گذشتہ عید میلاد (حضرت نبی کریم صلعم) کے موقعہ پر جو آپ نے مجھے اپنے مسلم بھائیوں سے تعارف کرا کے عزت بخشی ہے اس کے لئے آپکا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں ۔ مسلم بھائیوں کے اس مجمع میں شریک ہو کر مجھے اس قدر خوشی اور مسرت حاصل ہوئی ہے کہ الخ ....

اس دن جمعہ کے روز میں نے آپ سے یہ ذکر نہیں کیا تھا ۔ کہ چونکہ میں نے مذہب اسلام کو

اپنا مذہب قرار دیا ہے۔ اس وجہ سے اب مجھے مجبوراً اپنا گھر چھوڑنا پڑا۔ میرے گھر کے لوگ مجھے اتنی بھی اجازت دینے پر رضامند نہیں کہ میں قرآن شریف اپنے گھر کے اندر رکھ سکوں مگر مجھے اسکی کیا پرواہ ہے۔ قرآن شریف کا ارشاد ہے۔ کہ جس کو خدا دوست رکھے اس کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے +

آپ کی اسلامی بہن

حلیمہ مارگرٹ لی

اس خط پر کسی مزید حاشیہ آرائی یا اسکی توضیح کی ضرورت نہیں۔ ہاں ہم صرف یہ کہدینا مناسب سمجھتے ہیں کہ ہمیں اپنے نومسلم بھائیوں کی طرح کسی شخص کا صداقت کے مقابلہ میں مشکلات پر غالب آنا بنظر استحسان دیکھنا چاہئے۔

## ایک بشپ زوال کلیسیہ کے اسباب پر

ذیل میں ہم ڈاکٹر سرل کاربٹ بشپ سوودتھ ورک کی چٹھی کا ملخص ہدیۂ ناظرین کرام کرتے ہیں۔ جس کے اندر اُنھوں نے کلیسیہ کے زوال کے بواعث پر اور لوگوں کے عدم رجحان پر تبصرہ فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں :۔

آجکل مذہب کے متعلق ایک خاص اور بڑی وسیع دلچسپی دیکھی جاتی ہے لیکن ہماری نسل محض افکار پر قانع نہیں بلکہ یہ جاننا چاہتی ہو کہ امور سیاسی پر لکھنے والے اخبارات و رسائل کے اندر مذہب کے متعلق لمبی چوڑی بحثیں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ غلطی سے یہ سمجھے ہوتے ہیں۔ کہ نہایت کامیاب ناول نویس یا ڈرامہ لکھنے والے انہی صنف مذہبی امور کے لئے بھی مستند سمجھے جانے چاہئیں۔ اس نوعیت کے مسائل کو جو اہمیت دی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت لوگ جو گرجہ میں حاضر نہیں ہوتے صداقت کے جویاں ہیں۔ محض اپنی ذات کے لئے اور اپنے بچوں کے لئے اس امر کے معلوم کرنے کی جستجو میں ہیں۔ کہ آیا وہ اُس خدا پر ایمان لا سکتے ہیں۔ جو مسیح کے ذریعہ سے اور مسیح کے اندر ظاہر ہوا ہے

### زوال کے باعث

اس بات کا واقعی خطرہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ایمان کو بہت سے لوگ خیرباد کہدیں بعض لوگ اس امر سے اطمینان حاصل کر لیتے ہیں کہ گرجاؤں میں حاضر ہونیوالوں کی کمی تعداد گرجا کی عبادت میں تبدیلیاں واقع ہو جانے کی وجہ سے ہے لیکن وجوہات اس سے بھی زیادہ گہرے ہیں۔ اور انکا وجود مفصلہ ذیل امور میں ملتا ہے :۔

(۱) امور مذہبی میں بے یقینی۔
(۲) وہ مشکل جو نئے علم کو پرانے علم کے ساتھ مطابقت دینے میں پیش آتی ہے۔
(۳) وہ تساہل اور وہ رنگ جو زمانہ حال میں ضروریات کے مطابق گرجا کی تنظیم و تعمیر میں روا رکھی جاتی ہے۔
ٹرین اور موٹر کاروں کے ذریعہ سے ہر اتوار کو شہر سے باہر چلے جانا سینما اور تماشاؤں کی کشش گرجا کی حاضری پر بہت بڑا اثر رکھتی ہے۔ ہم زمانہ کے اس دور کے اندر ہیں جو تاریخ میں اکثر واقع ہوتا رہا ہے یعنے وہ زمانہ جبکہ غیب کی باتیں اور روحانی لوگوں کا رنگ دنیا کی شان و شوکت اور دنیا کی زیب و زینت کے مقابلہ میں آکر ماند پڑ جاتا ہے"۔

یہ خط جو اس خیال سے کہ ایک بشپ کا خط ہے بلحاظ مضمون کے بہت کچھ نامکمل ہے۔ اور کئی ایک ضروری امور پر اس نے تبصرہ نہیں کیا۔ اس کے اندر ان اسباب و علل پر بھی نظر نہیں ڈالی گئی۔ جن سے امور مذہبی میں بے یقینی پیدا ہوئی ہے۔ عیسائیت کی کمزوری کا اصل باعث اس کے اصل بنیادی اصول ہیں۔ برخلاف اسلام کے عیسائیت کو اپنی صداقت پر خود حق الیقین حاصل نہیں ہے +

عیسائیت کی کئی باتیں انسان کیلئے حیران کن ہیں۔ اور جس کی وجہ بائیبل کے مختلف نسخے ہیں برخلاف اس کے قرآن مجید کا ایک شوشہ بھی متغیر و متبدل نہیں ہوا۔ اس وجہ سے بائیبل قرآن کا مقابلہ کیونکر کر سکتی ہے۔ مسلمانوں کا سیدھا سادہ عقیدہ قرآن مجید کی پہلی سورہ میں ہی بیان فرما دیا گیا ہے۔ اور جس میں یہ سورۃ خداوند کی دعا سے زیادہ نہیں مسلمانوں کو سورۃ فاتحہ میں جو دعا سکھائی گئی ہے۔ اسمیں خدا کی صفت یوں بیان فرمائی گئی ہے۔ رب العالمین۔ یعنے وہ خدا تمام عالموں تمام کائنات کا رب یعنے پرورش کنندہ ہے۔ عالمین کے لفظ میں محض یہ دنیا ہی بیان نہیں فرمائی گئی۔ بلکہ جو کچھ کہ مخلوق خدا کی ہے۔ وہ ان لفظوں میں آجاتی ہے۔ پھر اسی سورۃ فاتحہ کی دعا کے اندر یہ الفاظ ہیں۔ الرحمن۔ الرحیم مالک یوم الدین۔ وہ خدائے پاک رحمن یعنے بغیر کسی اجر کے رحمت کرنیوالا اور رحیم یعنے افعال کی جزا سزا دینے والا مالک یوم الدین قیامت کے دن کا اس کو اختیار کل حاصل ہے۔ اور اس کے اختیارات میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ ان صفت کے بیان کرنے کے بعد جو دعا انسان مانگتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم و لا الضالین۔ یعنے اے خدا ہمیں ہدایت کا سیدھا رستہ دکھا۔ ان لوگوں کا رستہ جن پر تیری نعمتیں ہوئیں۔ اُن کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔ یا جو اصلی رستہ سے بھٹک گئے +

# زندگی کا راز

(از قلم جناب مولوی عبدالرحیم صاحب بی۔اے)

صحیفۂ کائنات کی کسی چیز پر اگر نگاہ ڈالی جائے۔ تو ہمیں بالبداہت یہ سبق ملتا ہے۔ کہ ہر ایک چیز اپنی زیست و بقا کیلئے ایک حرکت کی محتاج ہے۔ خواہ وہ حرکت ظاہرا طور پر ہمیں ان آنکھوں سے معلوم ہو۔ یا وہ اس چیز کے اندر ہی اندر مخفی طور پر اس کے قیام کا موجب ہو۔

آؤ ذرا نظام شمسی و قمری پر نظر ڈالیں سیارے ستاروں کے گرد اور ستارے اپنے محور پر لگاتار اس حرکت میں لگے ہیں۔ جس سے وہ اپنی ہستی کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ ایک منٹ کیلئے بھی اگر ان میں سکون پیدا ہو۔ تو وہ ٹکرا کر کل نظام کائنات پر تباہی کا موجب ہونگے۔ دور کیوں جائیں ہم اس حرکت لبقاء کو اپنے ماحول ہی میں اگر دیکھیں تو یہ امر غیر منشکک طور سے ہمارے دل پر مہر صداقت لگاتا ہے۔ کہ حرکت لبقاء ہی ہر چیز کی روح رواں ہے۔ اس کے سکون کا نام موت ہے۔ اور اسی کے عمل کا نام حیات ہے۔ جمادات جس کا نام ہی اسکے جمود کی کیفیت پر دال ہے۔ مگر پھر بھی اس جمود کے وجود کے ذروں میں اس کشش اتصال کا عمل ہے۔ جو ہر وقت حرکت میں ہے اور یہی حرکت لبقا ہے اس پتھر کے وہ ننھا ننھا ذرے اس جمادات کے وجود کا باعث ہیں۔ اگر یہ عمل حرکت لبقا ایک منٹ کے لئے بھی حالت سکون میں آ جائے۔ تو پتھر کے ذرے ہوا میں منتشر ہو کر پتھر کے وجود کو ہماری نظروں سے ایسا اخفا کر دینگے۔ کہ ہماری آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکینگی۔ اس پتھر کے ذرے پتھر کی اجتماعی شکل سے آزاد ہو کر فضا میں انفرادی شکل میں بھی تب ہی قائم رہینگے جب وہاں بھی وہ حرکت لبقا کام کرتی رہے۔ ورنہ وہ بھی فنا ہو جائینگے۔ کہ ان پر نیستی کا لفظ اطلاق ہوگا پتھر میں جمادی ذروں کا اجتماعی شکل میں موجود ہونا ان کے وجود کا کمال بقا۔ اور پتھر سے جدا ہو کر ذروں میں فنا ہونا ان کے وجود کا انتہائی تنزل ہے۔ یہ کمال و زوال صعود و نزول اسی حرکت لبقا کے اعجاز نما عمل کا نام ہے۔

یہی اصول عالم نباتات میں ہم زیادہ بدیہی طور پر مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان کا بڑھنا پھلنا پھولنا۔ ان کا موٹا اور تروتازہ ہونا۔ اور پھر درجۂ کمال تک پہنچکر آہستہ آہستہ تنزل کی رو اختیار کرنا حتے کہ آخیر میں بیجان ہو کر یا زمین سے اس درخت کا کاٹا جانا۔ یا خود گر جانا۔ ایک مسلسل حرکت لبقا کے ماتحت یا اس حرکت کے مفقود ہونے پر

عمل میں آتا ہے یہی عمل بقا انسانی زندگی میں محسوس و غیر محسوس طور پر اسکی انفرادی اور اجتماعی ہستی کے قیام کی ذمہ دار ہے۔ اگر ایک انسان رات دن اپنے وجود کے قیام و استحکام کی تگ و دو میں لگا ہے اور جسقدر تقاضے بشر بہت ہیں۔ ان کے دفاع کے لئے کوئی کام کر رہا ہے تو وہ کام اسی حرکت بقاء کے ماتحت کرتا ہے۔ جو ہر ایک وجود میں عمل پذیر ہے۔ یہ تمام دراصل بجائے خود اس حرکت بقا کی ممد و مددگار بن جاتی ہیں۔ چنانچہ لازم و ملزوم کے طور پر ہیں ان دونوں باتوں کا عمل ہر ذرہ میں معلوم ہوتا ہے کسی وجود کی ترقی ابتدائی منازل سے انتہائی منزل تک اسی ایک حرکت کا کرشمہ ہے جس وقت کہ وہ وجود نقطہ کمال پر آجاتا ہے۔ اگر ایک لمحہ کیلئے بھی اس حرکت میں سکون آجائے۔ تو اسی لمحہ سے اس کا نقطہ نزول شروع ہوتا ہے۔ حتے کہ وہ اخیری فنا کے منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ یہاں پر اس حرکت کا فقدان ہوتا ہے۔ جو بقا کے لئے ضروری ہے۔ پس نتیجہ اس تمام بحث سے یہی نکلتا ہے۔ کہ حرکت ہماری زندگی کا راز ہے۔ جتنی مدت ہم حرکت میں ہیں۔ اتنی مدت ہم زندہ ہیں۔ اور جس وقت ہماری اس حرکت میں سکون آئے اس وقت سے ہماری موت شروع ہو جاتی ہے۔ جتنا کسی نے اپنے آپ کو آرام دیا۔ اتنا ہی وہ موت کو خود اپنے پاس دعوت دے رہا ہے۔ اور اپنے ہی ہاتھ سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہا ہے وہ انسان جو زیادہ آرام کا خواہاں ہے۔ وہ دراصل اس حرکت بقاء کو جواب دے رہا ہے۔ جو اس کے وجود میں فطری طور پر کام کر رہی ہے۔ اس سے وہ حرکت بقاء اور قوت عمل ایسی مفقود ہو جاتی ہے۔ کہ وہ اپنی بقا کے لئے ماحول سے کسی چیز کو حاصل نہیں کر سکتا۔ حتےٰ کہ وہ اس نوبت تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ اس کی ہستی دنیا کیلئے ایک لایعنی ہستی ہو جاتی ہے۔ جو اب تو کسی مقصد کو حاصل تو نہیں کر سکتی۔ مگر دوسرے اسے اپنے حصول مقصد کا ذریعہ بناتے ہیں۔ لیکن وہ زمین کے اوپر سے اٹھا کر زمین کے نیچے دبا دیا جاتا ہے پس یاد رکھو انسانی زیست و حیات قیام و بقا انسان کی ہر وقت کی عمل و حرکت پر منحصر ہے۔ اگر اس کا مفقود ہے تو اسی میں ہماری تباہی ہے۔ یہی تو ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ جس کی دو دن کی زندگی یکساں حالت میں گذرے۔ وہ خسران میں ہے۔ یہی تعلیم اسلام اور قرآن کی ہے۔ مگر بدقسمت مسلمانوں نے اس تعلیم کو پس پشت ڈالا ہوا ہے۔ اسی لئے ان کا قدم تنزل کی طرف ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے۔ کہ مر چکے ہیں ۔

یہ انسان کی انفرادی زندگی ہوئی۔ مگر انسان فطرتاً ایسا واقع ہوا ہے۔ کہ اسکی ہر حرکت ایک خارجی مدد کی متقاضی ہے۔ اسکی ہر حرکت بجائے خود بیکار ہے۔ اگر اس حرکت کے ساتھ کوئی بیرونی

امداد نہ ہو۔ انسان میں سونگھنے کی طاقت ہے مگر وہ ایک خارجی خوشبو کا محتاج ہے۔ اسے دیکھنے کی طاقت ہے مگر ساتھ ہی وہ روشنی کا محتاج ہے۔ اسی طرح اس کے دیگر سوشیل لوازمات ہیں۔ خواہ وہ ملبوسات کی شکل میں ہوں یا کسی اور شکل میں۔ ہر تقاضا میں وہ ایک جماعت کی امداد کا محتاج ہے۔ ایک ہی آدمی بجائے خود نامکمل ہے۔ وہ اس گھڑی کے اس پرزے کی طرح ہے جو گو محض ایک پرزہ کی حیثیت سے بے قیمت ہے، تاہم اس کا وجود اس تمام گھڑی کی مشینری کا ایک ضروری حصہ ہے۔ اور اس گھڑی کے متعلقہ پرزے اسکے بقا و قیام کیلئے ضروری ہیں۔ جس طرح اس مشینری کا خاص ایک مقصد ہے۔ اور ہر ایک پرزہ بجائے خود اپنی جگہ متحرک ہو کر دوسرے کی حرکت میں ممد و معاون ہوتا ہے۔ یہی کام ہم نے بحیثیت فرد ایک جماعت میں کرنا ہے۔ انسان کی انفرادی زندگی کیلئے اسکی اجتماعی زندگی بہت ضروری ہے۔ اسکی زندگی قوم کی زندگی پر منحصر ہے۔ اسی حقیقت کیطرف قرآن کریم کی اس آیت کا اشارہ ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون۔ اس قومی زندگی اور انفرادی زندگی کے قیام و استحکام کیلئے اس حرکت بقاء کا مسلسل عمل درکار ہے۔ اگر وہ قوم حالت سکون میں آگئی ہے۔ تو وہ اسکی موت کی نشانی ہے۔ اور چند دن تک اس کا جنازہ نکلنے والا ہے۔ پس اس نظریہ کے ماتحت مسلمان قوم کیا بحیثیت اپنی انفرادی زندگی یا اپنی اجتماعی زندگی کے غور کریں۔ کہ ان کا قدم کدھر کو ہے۔ کیا ہم نے واقع مشین کے پرزوں کی طرح بنے ہوئے ہیں۔ جو ہر وقت کسی نہ کسی عمل میں لگے رہیں۔ یا ہماری مشینری دونوں حیثیتوں میں ٹھہری ہوئی ہے۔ اور ہم اب اس قابل ہیں۔ کہ دنیا سے ہمارا نقش مٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس ابتر حالت کو اپنی اعجاز نما قدرت سے سدھار دے اور ہم میں یہ حرکت بقا قوت میں لائے۔ آمین +

---

# بائبل کی کثرت اشاعت

برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی کی گذشتہ سالانہ رپورٹ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسمیں ہر ایک اچھی چیز کا ذکر موجود ہے جو عام انگریزوں کے نزدیک قابل قبول ہو سکتی ہے۔ لیکن ان واقعات کا اصلی کوئی ذکر نہیں جو پردہ کے پیچھے ہو رہے ہیں۔ یہ طریق اشاعت فی الحقیقت قابل ستائش ہے۔ کیونکہ تخیلات ہی در اصل زندگی کی جان ہیں +

امداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ سال زیر رپورٹ میں بائبل کے تراجم کُلاً یا جزواً چند نئی زبانوں میں ہوئے اور بائبل "عہد نامہ جات" کے حصص کے مستند انگریزی تراجم کی بیس لاکھ کاپیاں شائع ہوئیں۔ اگر اس کے ساتھ "تصحیح شدہ تراجم اور ویلش کا آر انش تراجم کو بھی شامل کیا جائے۔ تو کُل تعداد ۲۲۱۳۴۶۷ ہو جاتی ہے تقریباً دس لاکھ کاپیاں صرف انگلستان میں فروخت ہوئیں۔ باقی کا جزو غالب مملکت انگلشیہ ہی کے اندر فروخت ہو گیا۔ باقی حصص عالم فروخت کے اندر نمایاں کمی واقع ہوئی۔ مثلاً اس سال ایک کروڑ سے زائد کی فروخت کے بجائے ۱۴۷۶۳۹۹ بائبلیں یا اُن کے حصص باہر بھیجے گئے۔ یہ تنزل سوسائٹی کے نزدیک چین کی خانہ جنگی کا ایک حتمی لازمی نتیجہ ہے۔

اب اگر اعداد و شمار ہمارے نزدیک سوسائٹی کے کام کیلئے کوئی قابل ستائش چیز ہو سکتے ہیں۔ تو ضرور ہمیں یہ کہہ دینا چاہیئے۔ کہ بائبل کی اس وقت بہت بڑی مانگ دُنیا میں ہے۔ لیکن آیا ان اعداد و شمار کو ہمیں اس رنگ میں لینا چاہئیے۔ کہ یہ اس بات کا ثبوت ہیں۔ کہ بائبل کے مطالعہ کا کس قدر وسیع اشتیاق دُنیا میں پایا جاتا ہے۔ یہ ایک علیحدہ داستان ہے۔ یہ سب بڑی تعداد کسی حالت میں بھی اس سے بڑھ کر کسی بات کو ثابت نہیں کرتی کہ یہ بائبل کی فروخت کے چند اعداد ہیں۔ یہ سمجھ لینا بالکل صحیح ہے۔ کہ بائبل کو عام طور پر صرف اس غرض سے خریدا جاتا ہے۔ کہ اسے خرید کر رکھ لیا جائے۔ کیونکہ یہ ایک ایسی کتاب ہے۔ جس کے ساتھ بعض وقتی روایات کا تعلق ہے۔ اس لئے اسکے خریدنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوتا کہ اسے پڑھ کر اس پر عمل کیا جائے۔ اور ہر شخص اس بات کو جانتا ہے کہ ایک کتاب محض حاصل کرنے کیلئے اس کا خریدنا اور بات ہے۔ اور اپنی زندگی کا مطمح نظر بنانے کیلئے اسے خریدنا دوسری چیز ہے۔ انگلستان میں اگر بائبل کی فروخت کم نہیں ہوتی۔ تو اس سے لازماً یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ انگلستان بائبل کو پڑھتے اور مطالعہ کرتے ہیں۔ تاہم یہ اعداد و شمار اس محنت و کوشش کا ایک قابل قدر ثبوت ہیں۔ جو سوسائٹی کے سنہری ایجنٹوں کی مشنری سپرٹ کا نتیجہ ہے۔

ایک اور بات جو ہمارے لئے موجب حیرت ہے۔ اور تمام ان [illegible] کے لئے جو بائبل کی تالیف و ترجمہ کی تاریخ سے واقف ہیں حیرتناک ہے۔ وہ یہ اعجاز ہے کہ باوجود اس امر کے کہ بہت سا بیرونی مواد بائبل کے داخل ہو گیا ہے تاہم اسے خدا کا کلام کہہ کر دُنیا میں پھیلایا جا سکتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات یہ ہے۔ کہ مسیحی مشنری بھی اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ بائبل کو بیرونی مواد سے پاک صاف کرنا ضروری ہے۔ اور اس میں اچھی طرح سے قطع و برید ہونی چاہئے۔ تاہم رو[illegible] ت طاقت تقسیم ہونیوالی کاپیوں کی تعداد کو سال بسال بڑھائے چلی جا رہی ہے

اور یہ خیال کرنا نہایت ہی حیرتناک ہے۔ کہ روپیہ کیا کچھ کر سکتا ہے +

ان اعداد و شمار کو جو سوسائٹی نے پیش کئے ہیں ذیل کے خیالات کی روشنی میں اگر پڑھیں جو بعض اراکینِ کلیسیا نے بائیبل کے متعلق ظاہر کئے ہیں۔ تو ان کی عظمت و شان خود بخود آپ کی نظروں سے گر جائیگی ریورنڈ جانز ایلین جیلپ پٹ ہال آکسفورڈ نے ماڈرن چرچ مینز کانفرنس منعقدہ کیمبرج میں تقریر کرتے ہوئے یہ ریمارک کیا کہ

کوئی ابدی جہنم نہیں۔ ایسا اعتقاد اس تعلیم کے خلاف ہے۔ جو خدائے محبت کے نام سے مسیح نے دی ہے۔ کوئی آئندہ جزا و سزا نہیں' +

کوئی وجہ نہیں کہ مسیح کے آسمانی بادلوں میں دوبارہ آنے کی امید رکھی جائے مسیح کی روح پھر آجاتی ہے۔ جہاں کہیں اور جب کبھی لوگ اسکی طرف توجہ کریں اسکی یہ روحِ محبت دلوں پر حکمران ہو۔ دنیا کی ممکن عمر وہم و خیال سے بہت بالاتر ہے +

کلیسیا کو ایک نئی بائیبل بنانے کی طاقت پیدا کرنی چاہئیے۔ عہد نامہ عتیق کے بہت سے طویل حصص خارج کئے جا سکتے ہیں بعض حصص کو خدا تعالےٰ کے علم کی ترقی کے اظہار کیلئے محفوظ رکھا جا سکتا ہے بعض ایسے بھی ہیں جنہیں اسلئے جگہ دی جا سکتی ہے۔ کہ مسیح کے الہام کے خاص ذرائع کا ان سے پتہ لگتا ہے۔ ایسی بائیبل کے ساتھ دوسرے مذاہب کی تاریخی باتوں کے اقتباسات بھی شامل کر لئے جائیں" +

اس خالص یہودی عقیدہ کی گونج موجودہ جنگی گیت میں سُنی جاتی ہے"۔ کہ وہ کروڑ ہا لوگ جو اب نرم ہیں کبھی نہیں مرینگے۔ عام مروجہ مذاہب ان نظریوں اور اُمیدوں سے اب بھی پریشان ہیں جو دنیا کے خاتمہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ابدی جہنم کے ایمان نے خدا تعالیٰ کے مسیحی تصور کو بگاڑ دیا ہے اور بعض عیسائیوں کے لئے سنگِ راہ ثابت ہوا ہے +

علاوہ ازیں مس مارگریٹ ہیریسن کے خیالات جو اس نے اپنی کتاب ... کے صفحہ ۳۴۸ - ۳۴۹ پر ظاہر کئے ہیں ہمارے اس نقطۂ نگاہ کی زبردست تائید کرتے ہیں۔ جو بائیبل کی عظیم الشان تعداد اشاعت کے متعلق ہم رکھتے ہیں۔ مصنفہ مذکورہ مسیحیت کی ترقی کی جانچ پڑتال کرتے ہوئے لکھتی ہے کہ مسیحی معتقدات مغربی ایشیا میں پہلے سے زیادہ ترقی پر نہیں۔ کیونکہ دو زبردست عناصر ہیں۔ جو اس کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں۔ ایک اسلام کی دوبارہ ترقی' اور دوسرے مذہب تشکک بلکہ دہریت کی اشاعت'

مشرق قریب کے متعلق وہ لکھتی ہے :۔

یہ افسوسناک امر ہے کہ مشنری کام عام طور پر تجارتی تداخل یا استعمار کا پیش خیمہ ہے۔ چونکہ مشرق قریب میں ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کی بھی گنجائش نہیں۔ ترکی اور عرب کے مسیحی مشنوں نے بہت تھوڑی ترقی کی اور ان کا کام زیادہ تر شام اور ایشیا ئے کوچک کی مسیحی جماعتوں میں جاری رہا۔ یہ قلیل التعداد لوگ چونکہ فوجی خدمت سے آزاد تھے۔ اسلئے ترکوں میں جوان کے یہودی ہونے کی وجہ سے حقیقتاً ایک ہی زبردست تد مقابل تھے۔ تجارت خرید و فروخت اور صنعت و حرفت پر ان کا قریباً قبضہ تھا۔ بعض اوقات ظلم و ستم کا تختۂ مشق انھیں بنایا گیا۔ اکثر اوقات لاپرواہی کا برتاؤ ان سے کیا گیا۔ اور ان حالات میں مجلسی اور مذہبی اتحاد کا زبردست احساس ان میں پیدا ہو گیا جس نے بہت جلد سیاسی بے اطمینانی اور بے چینی کی صورت اختیار کر لی +

اُنیسویں صدی کے شروع ہی سے ارمنیوں کی بیچینی روسی ملوکیت کے سیاسی مقاصد کیلئے آلۂ کارِبراری کا کام دینے لگی بہت سے موقعوں پر دوسری مسیحی جماعتوں سے بھی دول یورپ نے بد اطمینانی پھیلانے اور نار اضی پیدا کرنے کا کام لیا..... بہت سی ایسی مثالیں ہیں جن میں مشنریوں نے اس قسم کی باتوں کو ترقی دینے کی کوشش کی ہے جنھیں ترکی میں سازش اور بغاوت سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس عہد و پیمان کے ذریعہ سے جو سُلطان نے گذشتہ زمانہ میں کیا تھا۔ اور جسکے رُو سے ان کا معاملہ ان کے اپنے قونصلوں کے حدود اختیارات میں چلا جاتا تھا۔ وہ گرفتاری سے بچ گئے۔ اگر کبھی اُنھوں نے کسی سیاسی یا مذہبی معاملہ میں حصہ لینے سے احتراز بھی کیا۔ تو بھی مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرنے کی کوئی مخلصانہ کوشش انہوں نے نہیں کی" +

اس لئے اس صورت حالات کو ذیل کے الفاظ میں قلمبند کیا جا سکتا ہے :۔

مشرق قریب کو ان مادی فوائد کے فقدان کی وجہ سے جو تجارتی تداخل یا استعمار سے تعلق رکھتے ہیں۔ مایوس کُن میدان عمل سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ مغربی ایشیا بائبل کے پیغام کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں بایں ہمہ اسکی کثرت اشاعت کیلئے بڑی بڑی گرانقدر رقوم خرچ کی جاتی ہیں +

ایک اور بات بھی اس مضمون کے متعلق قابل ذکر ہے۔ بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ "ترکی میں مسیحیت کی اشاعت منع ہے۔ اگرچہ اسلام کو دفتری حکومت سے علیحدہ کر دیا گیا ہے" مسٹر ریسن کے

خیالات کو مطالعہ کرنے کے بعد حق کھلے کھلے انفعات کو بیان کیا گیا ہے۔ اسکی وجہ دریافت کرنے کیلئے دُور جانے کی ضرورت نہیں زمانہ آئندہ بتائیگا کہ مشرقی مسیحی مشنریوں کو جنہوں نے اُنیسویں صدی میں مغربی ملوکیت اور تلواروں اور نیزوں کے سایہ میں ترقی کا قدم کسی قدر آگے بڑھایا مستقبل میں قابل اعتماد سمجھا جاسکتا ہے یا نہیں۔ ایکدفعہ ضرر اُٹھاکر دوسری دفعہ ضرر میں مبتلا ہونا ترکی کے اندرون قلب کا غالباً بہترین مظہر ہے +

## گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو متعلقہ دفتر ہندوستان و انگلستان بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۸ء

| تفصیل آمد | نقشہ نمبر | رقم آمد ہندوستان و انگلستان | | | تفصیل خرچ[1] | نقشہ نمبر | رقم خرچ ہندوستان و انگلستان | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | | پائی | آنہ | روپیہ | | | پائی | آنہ | روپیہ |
| آمد مشن ہندوستان | نمبر ۱ | - | ۱۰ | ۲۳۶ | مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان | نمبر ۵ | . | . | . |
| آمد اسلامک ریویو " | نمبر ۲ | - | ۱۵ | ۸۱۲ | | | | | |
| آمد مشن انگلستان | نمبر ۳ | - | . | . | مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو انگلستان | نمبر ۶ | . | . | . |
| آمد اسلامک ریویو " | نمبر ۴ | - | . | . | | | | | |
| میزان .. | - | . | ۹ | ۱۰۴۹ | ... | . | . | . | . |

منقول از کتب حساب فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

## نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۸ء

| اسمائے معطی صاحبان | پائی | آنہ | روپیہ | اسمائے معطی صاحبان | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| جناب محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ .. | - | ۱۰ | ۵ | جناب سید محمود صاحب میسور سٹیٹ | . | . | ۱ |
| معرفت سکرٹری صاحب بابت کتب ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۸ء | . | ۲ | ۲ | " منہاج الدین صاحب رہتک | . | . | ۱ |
| جناب منہاج الدین صاحب رحیم یار خان - | ۶ | - | ۲۰ | " عبد الحمید صاحب بالاگھاٹ | . | . | ۱ |
| " ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ | . | . | ۱۰ | " شیخ احمد صاحب بالاگھاٹ .. | . | . | ۱ |
| " سید محمد عبد اللہ صاحب چیمسا | . | . | ۱۰ | " ایم۔ اے جعفری الہ آباد .. | . | . | ۲۰ |
| چندہ منجانب طلباء و مدرسین و دیگر احباب۔ | | | | حضور نواب صاحب منگرول | . | . | ۹۹ |
| انجمن تعلیم المسلمین معرفت شیخ ابراہیم صاحب | - | ۴ | ۷ | مسٹر ڈبلیو پیٹن اسکوائر .. | . | . | ۳۰ |
| جناب صفدر علی صاحب شیخوپورہ .. | . | . | ۲ | جناب حبیب علی خان صاحب بہاولپور | . | . | ۱۵ |
| " فضل الدین صاحب اوجین ... | . | . | ۵ | " امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ | . | - | ۱ |
| " محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ .. | - | ۱۰ | ۵ | میزان .. | . | ۱۰ | ۲۳۶ |

## نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو ہندوستان بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۸ء

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| معرفت سکرٹری صاحب بابت کتب ماہ اکتوبر | . | ۲ | ۲ | جناب خان صاحب حبیب علی خان صاحب بہاولپور | . | . | ۱۵ |
| جناب ایچ غلام محمد صاحب | . | . | ۲۵ | | | | |
| حضور نواب حاجی حمید اللہ خان صاحب والئے بھوپال | . | ۸ | ۴۹ | قیمت رسالہ اسلامک ریویو .. | . | ۵ | ۷۱۱ |
| جناب ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ | . | . | ۱۰ | میزان .. | . | ۱۵ | [illegible] |

[1] تفصیل خرچ بابت ماہ نومبر و دسمبر فروری نمبر میں دیا جائے گا +

# التماس ضروری

رسالہ اشاعت اسلام اس نمبر کے ساتھ پندرھویں سال میں قدم رکھتا ہے۔ گذشتہ چودہ سالوں میں جس اسلامی خدمات اس رسالہ نے کی ہیں۔ وہ اظہر من الشمس ہیں۔ کلیسیاء کے بت کو گرانے اور کسر صلیب کے لئے جس قدر اس رسالہ میں مصالح جمع ہو چکا ہے۔ وہ شاید ہی کسی دوسرے علمی و مذہبی رسالہ میں میسر آسکتا ہے۔ کیونکہ اس کے کارکنان و کارپردازان کی تمامتر توجہ زیادہ تر مذہب عیسائیت کی طرف ہی لگی رہی ہے +

الغرض یہ رسالہ اسلام کو مجملہ معاندان اسلام کے شدید و مہلک حملوں کی بادصرصر سے بچانے اور اس کے قالب مردہ میں روح حیات ڈالنے اور اہل اسلام میں دوبارہ زندگی روحانیت پیدا کرنے اور عامۃ الناس کو گمراہی و جہالت کے گڑھے میں گرنے اور مخالفین کے مکرو فریب سے محفوظ رکھنے کا ایک ذریعہ بنا رہا ہے۔ اسکی اعانت و اشاعت کی تحریک کی غرض سے طول و طویل مضامین بار بار لکھنا محض تحصیل حاصل ہیں۔ ہم سیدھے سادے الفاظ میں اپنے بہی خواہوں سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ اس رسالہ کی اہمیت کو مدنظر رکھ کر اس کی اعانت اور مالی امداد فرما کر ممنون فرمائیں۔ اور اس سال ۱۹۲۹ء میں کم از کم دو جدید خریدار اپنے حلقہ اثر میں تحریک کر کے ہیں فراہم فرما کر مشکور فرمائیں۔ آپ بزرگوں کی ادنے کوشش سے رسالہ کی خریداری سہ چند ہو سکتی ہے۔ جس صورت میں کہ رسالہ نہ صرف اپنے سالانہ اخراجات ہی نکالیگا۔ بلکہ کارپردازان رسالہ کو اس قابل کر دے گا۔ کہ وہ غیر مسلم حلقہ میں تبلیغی رسالہ کو کثرت سے مفت تقسیم کریں۔ جس سے احسن نتائج انشاء اللہ مترتب ہو سکتے ہیں + والسلام

خادم مینجر رسالہ اشاعت اسلام ۔ عزیز منزل ۔ لاهور

# ضروری اعلان

مسلم بک سوسائٹی موچی منزل لاہور کے نام سے ناظرین کرام آگاہ ہیں۔ سوسائٹی مذکورہ کا مقصد اعلیٰ کتب کی اشاعت ہے جن سے اسلام کی حمایت و حفاظت و اشاعت ہو اور دشمنان اسلام کے اعتراضات کا جواب ہو اور غیر مسلم بھی اسلام کی خوبیوں اور محاسن سے آگاہ ہوں حضرت نبی کریم صلعم کے حالات زندگی سے مسلم و غیر مسلم بہرہ ور ہوں۔ ان مقاصد عالیہ کو سامنے رکھ کر سوسائٹی مذکورہ گذشتہ چند سال سے کام کر رہی ہے۔ اگر اسلامی لٹریچر سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب سوسائٹی کے مقاصد عالیہ کو ملحوظ نظر رکھ کر سوسائٹی کی جدید مطبوعات کی مستقل خریداری قبول فرمائیں۔ اور ہر ماہ جو کتب سوسائٹی شائع کرے۔ اس کی ایک کاپی کے لئے اپنا نام مستقل طور پر رجسٹرڈ کرائیں۔ تاکہ ان کی خدمت میں شائع شدہ کتاب بذریعہ وی۔ پی ارسال کر دی جایا کرے مستقل خریداری قبول کرنے سے آپ ادارہ کو اس قابل کر سکیں گے کہ وہ ہر ماہ اسلامی کتب کی طباعت و اشاعت کو جاری رکھ سکے۔ آج کل ذیل کی کتب [illegible] چھپوائی ہیں۔ مفصل فہرست کتب طلب فرمانے پر بھیجی جا سکتی ہے۔

| نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| توحید فی الاسلام | [illegible] | سلطنت اسلام | ۹ | [illegible] | ۱۲ | [illegible] | ۱ |
| [illegible] | [illegible] | مکالمات [illegible] | ۱ | [illegible] | ۱۲ | [illegible] | ۱ |
| [illegible] | [illegible] | اسلام میں [illegible] | ۱۲ | اسلام اور [illegible] | ۱۲ | اسلام اور [illegible] | ۱۲ |
| [illegible] | ۱۲ | [illegible] | ۱۲ | [illegible] | ۱۲ | [illegible] | [illegible] |
| [illegible] | ۱۲ | [illegible] | ۸ | [illegible] | ۱۲ | [illegible] | [illegible] |
| [illegible] | [illegible] | [illegible] | ۸ | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
| [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |

ناشر: [illegible] مسلم بک سوسائٹی موچی منزل لاہور

# اکسیر جمالی

(رجسٹرڈ ...) [illegible] ... کے استعمال سے [illegible]
یہ مجرب اکسیر ہندوستان، انگلستان، جنوبی افریقہ میں شہرت حاصل کر چکی ہے۔ اور ایک ہفتہ میں ہی [illegible]
کی [illegible] رنگت چہرہ کا بڑھنا، جسم میں چستی پیدا کرتی ہے۔ امراض [illegible] کا مجرب علاج ہے۔
[illegible] (ڈسپیپسیا) اور وجع المفاصل (جوڑوں کی درد) کمزوری دل اور دماغ، جنون، [illegible]

## نقول چند سندات

(۱) میں نے چار ماہ تک آپ کی اکسیر کو مسلسل استعمال کیا۔ اور جسم کو مضبوط کرنے میں یہ بہت ہی موثر ثابت ہوئی۔

سر عباس علی بیگ سابق ممبر انڈیا کونسل (انگلستان)

(۲) اکسیر جمالی کے استعمال سے میرا دس دن میں ایک پونڈ وزن بڑھ گیا۔ میرے اور متعلقین نے بھی استعمال کیا۔ انہیں بھی ایسا ہی فائدہ ہوا۔

کے ایس عبد الخالق خان وکیل ریاست [illegible]

(۳) [illegible] اور اعجاز نمائی ... [illegible] ... خریدی گئی۔

مسٹر بی (کونسل) بیتھم لاج سینڈ انگلینڈ

(۴) اگر ہشتاد سالہ کی ضعیف العمر اس دوائی کے استعمال سے جوان ہو جائے تو اسے کرامت نہ کہا جائے تو اور کیا۔

عالیجناب [illegible] حضور نواب صاحب بہادر ریاست [illegible]

(۵) [illegible] مستقل تھے جو میرے اعصاب کا بڑا [illegible] کر رکھا تھا اس سے میں بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ ان دائمی تکلیفوں نے میرے معدے جگر اور دل پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان تمام شکایات سے اکسیر جمالی کے ذریعہ نجات بخشی۔

خواجہ کمال الدین امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

(۶) میں نے اکسیر جمالی کو استعمال کیا۔ [illegible] اور اشتہا پیدا کرنے میں اسے میں نے بے نظیر پایا۔ چند روزہ استعمال سے اس دوا کا اثر [illegible] ہے۔ [illegible] علم میں [illegible] اور امراض معدہ کے [illegible] اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ خون صالح پیدا کرتی ہے۔ میرا یقین ہے کہ عالم پیری میں جسمانی قوت کی [illegible] اس دوا سے بہتر نافع دوا اور کوئی نہ ہوگی۔

ملک شیر محمد مہتمم خزانہ ریاست جموں

(۷) [illegible] اکسیر جمالی کے استعمال سے [illegible] حافظہ اور جسمانی قوت میں نمایاں طاقت محسوس [illegible] ... [illegible]

محمد عبد اللہ وکیل ہائیکورٹ [illegible]

(۸) مجھے ایک ہی ہفتہ میں [illegible] ... [illegible] استعمال کر سکتا تھا۔

اے۔ حکیم [illegible]

(۹) ایک شیشی جو آپ نے ارسال فرمائی تھی۔ مجھے اس سے بہت ہی فائدہ ہوا ہے [illegible] ... شیشی ... ارسال فرمائیں۔

[illegible]

(۱۰) اکسیر کے صرف ایک ماہ کے استعمال سے ہی میری [illegible] ... کمزوری [illegible] کے لئے تریاق ہے۔

پروفیسر [illegible] غلام [illegible]

قیمت فی شیشی [illegible] ... [illegible]

[illegible]

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۹ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

# رسالہ

# اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

## اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

## خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ

قیمت صہ سالانہ ممالک غیر کے لئے

انتباہ۔ درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور پنجاب

سنہ ۱۹۲۹ء

رفیق عام پریس ریلوے روڈ لاہور سے

باہتمام مسٹر خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام شائع کیا

# ووکنگ مسلم مشن ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے سترھواں سال ہے۔ فضلِ ربی اور مسلمانانِ عالم کی مسلسل توجہ سے آج تک انگلستان جیسی گراں سرزمین میں کبھی بھی اس مشن کو مالی مشکلات نہیں ہوئیں۔ اس محولہ بالا فنڈ کے اجرا کی غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ پس انداز رقم بطور میعادی سرمایہ جمع کیا جائے جو آڑے وقت کام آ سکے۔ اور اس فنڈ ڈیپازٹ کا سالانہ منافع مشن کے گرانبار اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو۔ اگر مسلم بھائی اپنی اور اپنے دوست و احباب خویش و اقارب کے تمام صدقات، خیرات، نذر نیاز وغیرہ کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں تو مشن کی ہمیشہ کے لئے مالی تقویت کا موجب ہو سکتا ہے ✦

# اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیرِ ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے شائع ہوتا ہے۔ اس کی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں جس میں تعلیم الاسلام نہایت ہی فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسلم مصنفین کے علاوہ نومسلم احباب کے بھی بیش بہا مضامین درج ہوتے ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے۔ اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نومسلمین کے فوٹو شائع ہوتے ہیں جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ بھ ہندوستان میں ہے ✦

# ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے فاروق بالقابہ نومسلم، جناب عباس علی بیگ سابق ممبر انڈیا کونسل، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اس کی طباعت اور پھر اس کی وسیع پیمانہ پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرنی اور جہاں جہاں لیکچروں یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت تک یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی شائع شدہ مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یوروپین توجہ کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنا اس کی امداد ہر مسلم کا فرضِ اولین ہے ✦

آجکل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیرِ طباعت ہے اس کے علاوہ شہرۂ آفاق کتب "آسمانی بادشاہت" اور اس کا چارٹر مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے اور اس کا برانچ آفس عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے ✦

**تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب ہونی چاہئے**



"The conception of Islam is a whole, a harmonious itself . . . and is not obscured by such pagan beliefs as Atonement, Redemption and Saviourship, the basis of the Christian religion. . . . It is an insult to our intellects to be expected to believe that belief in these myths, borrowed from creeds of the Dark Ages of ignorance and superstition, will be essential for our salvation. The books on Islam I have read and am passing them on among my friends so that they may get some gleaming of the truth so long debarred to them."

OMAR ALI R. L. DOBSON,

LONDON.

# فہرست مضامین

## رسالہ

# اشاعت اسلام

جلد ۱۵ | بابت ماہ اپریل ۱۹۲۹ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ | نمبر ۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم


# اشاعت اسلام

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۹ء


## شذرات

**مسٹر عمر علی آر۔ ٹی ڈابسن** اس پرچہ میں ایک اور انگریز نومسلم کی تصویر شائع کی جاتی ہے جن کا اسم گرامی مسٹر عمر علی آر۔ ٹی ڈابسن ہے۔ اپنے قبول اسلام کے اعلان کے نیچے جو لفظ انھوں نے لکھے ہیں۔ وہ قارئین کرام کی خاص توجہ کے قابل ہیں لکھتے ہیں کہ:۔

اسلام کا تصور اس قدر وسیع النظری اپنے اندر رکھتا ہے جس قدر کہ خود نسل انسانی کے اندر وسعت پائی جاتی ہے۔ ...... اس میں کفارہ گناہ سے نجات اور نجات دہندہ کے پریشان کن خیالات جو مذہب عیسویت کے بنیادی اصول ہیں نہیں پائے جاتے ...... یہ توقع کرنا کہ ہم اس بات کو تسلیم کرلیں۔ کہ ان خرافات پر جو قرون مظلمہ کی جاہلیت اور توہم پرستی کی یادگار ہیں ایمان لانا ہماری نجات کے لئے ضروری ہے۔ ہمارے دماغوں کو پستی کی طرف لیجاتا ہے میں نے اسلام کی کتابیں پڑھ لی ہیں۔ اور اپنے دوستوں میں پھیلا رہا ہوں تاکہ وہ بھی اس صداقت کی شعاعوں سے منور ہوجائیں جس کو ایک مدت تک ان سے چھپایا گیا ہے" عمر علی آر۔ ٹی ڈابسن لندن

یہ ایک نومسلم کا جوش ایمانی ہے مسلمان ہوتے ہی پہلا جذبہ جو اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ اسلام کی صداقت کو دوسروں میں پھیلانا ہے۔ کیا وہ لوگ جو آباعن جد مسلمان ہوتے کے دعویدار ہیں سیاہیہ پر غور کریں گے کہ انھوں نے کہاں تک اس جذبہ سے حصہ لیا ہے؟

---

**مسیحیت کے لئے خطرہ** ۔ ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء کے کیتھولک ٹائمز میں اسلام چیلنج ٹو کرسچینیٹی (اسلام کا

چیلنج مسیحیت کے نام سے ایک عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جسمیں اس بات پر بحث کی گئی ہے۔ کہ اسلام کا برطانیہ کے اندر داخل ہونا کیا معنے رکھتا ہے۔ مضمون نگار نے شروع ہی میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ کہ

"جہاں ہم اس بات کے عادی ہیں۔ کہ اگر کبھی کوئی شخص جو کلیسیائے انگلستان کے جنگلوں میں بھٹک چکا ہو وہاں سے نکلکر ہماری جماعت میں آ شامل ہو تو اس کا خیر مقدم کرنے میں نمایاں جوش و جذبہ کا اظہار کریں اور اس کے ساتھ ہی جہاں مقدس کلیسیا کے زیر حکومت مسیحی برطانیہ کو دیکھنے کیلئے ہماری آنکھیں ترس رہی ہیں۔ کیا وہیں اس بات کا بھی ہمیں احساس ہے۔ کہ ہم اس وقت ایک ایسے خطرہ سے دوچار ہیں جو اگرچہ اس وقت بہت ہی حقیر دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اگر جارحانہ طریق پر نہیں تو کم از کم مدافعانہ طریق سے اسکی مدافعت نہ کی گئی تو ممکن ہے کہ وہ بہت ہی ہولناک شکل کو اختیار کر لے۔ اور وہ لوگ جن کو دیکھنے کیلئے آنکھیں ترس رہی ہیں اس بات میں شبہ نہیں کر سکتے۔ کہ یہ خطرہ اب ہمارے دروازہ کے اندر داخل ہو چکا ہے"

مضمون کا آخری فقرہ اگرچہ ایسے مخصوص انداز میں لکھا گیا ہے جو صرف انہی لوگوں کا خاصہ ہو سکتا ہے۔ جو اپنی پوزیشن کے تحفظ سے ناامیدی کے درجہ تک پہنچ چکے ہوں۔ تاہم اس میں کسی قدر اثر پایا جاتا ہے لکھا جاتا ہے :-

اب جبکہ یہ ناخواندہ مہمان ہمارے دروازہ کے اندر پہنچ چکا ہے۔ کہ ہم یہاں اسے ٹھیرنے کی اجازت دیں گے یا اسے رخصت کرینگے؟

---

**فطری گناہ اور اسلام**۔ یہ بیانات ہمارے لئے کوئی نئی اور تعجب انگیز چیز نہیں۔ کیونکہ ہم جلد یا بدیر اسی کے متوقع تھے اور اس بات کو جانتے تھے۔ کہ ہمارے خیالات چونکہ رومن کیتھولک کلیسیا کے خلاف واقع ہوئے ہیں۔ کلیسیا میں ایک عظیم ہیجان جلد یا بدیر ضرور حرکت پیدا کرینگے۔ جو ممکن ہے کسی وقت ایک طوفانی لہر کی شکل اختیار کر لے۔ اس حقیقت نفس الامری کا ادراک بھی ہمیں ہے۔ کہ ہمارے خیالات معتقدات اس عظیم الشان قصر کو مسمار کرنے کا موجب ہونگے جس کی بنیاد پادریوں نے فطری گناہ کے عقیدہ پر رکھی ہے۔ کیونکہ اسلام کا یہ اعتقاد ہے۔ اور وہ اس بات کی تعلیم دیتا ہے۔ کہ ہر ایک شخص معصوم پیدا ہوتا ہے۔ اور عقلاً یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسا اعتقاد آخرکار مسیحیت کی بنیادوں کو کمزور کر دینے کا موجب ہوگا۔

نسل انسانی کی اس [illegible] نہیں [illegible] اسلام نے [illegible] کی پاکیزگی کا اعلان کر کے اسے نہایت بلند مرتبہ [illegible] [illegible]

کی عمارت میں گویا کونے کا پتھر ہے ہمیں یقین ہے کہ مہذب دنیا بہت جلد ترک کر دیگی۔ اور نیو پرپیر ٹیک (انتخابِ نماز) میں جو تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ اسی خیال کی حامی ہیں +

---

**پادریت اور اسلام** - پادریت ان مختلف صورتوں میں سے ایک ہے جو خاص فوائد کے حصول کیلئے تجویز کی گئی ہیں اور کوئی ایسا نظام جو خاص فوائد اور دھڑے بندی کو توڑتے یا اسے نقصان پہنچانے کیلئے بنایا جائے۔ پادریت کو ہرگز گوارا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اسکی بنیاد مسیحیت کے نظام دینی پر ہے یعنے وہ عقائد جو جناب مسیح کی تعلیم سے بالکل باہر ہیں بڑے بڑے محقق مسیحی فضلا کی تحقیقات سے یہ عام طور پر ظاہر ہے۔ اور ان بیرونی چیزوں کا ایک کھلا نمونہ کلیسیائے روم کی سات رسوم مذہبی میں نظر آتا ہے جن سب کو ایسے طریق سے مرتب کیا گیا ہے کہ پادری کا وجود مسیحی سوسائٹی میں ایک غیر منفک چیز بن گیا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے پادری کوئی چیز نہیں۔ پادریت کا منصب ایسی سعی ہے اور عام طور پر ذلت اور پستی کی طرف لے جانے کا موجب ہوتا ہے مثلاً گناہوں کے اقرار کی رسم اس شخص کو جو کسی پادری کے سامنے اقرار کرے۔ نہ صرف اپنی نظروں میں ایک حقیر ذلیل انسان بنا دیتی ہے۔ بلکہ پادری کی نظروں میں بھی جو اس جیسا انسان ہے۔ اور جسکے سامنے وہ اقرار کرتا ہے۔ وہ حقیر اور ذلیل ہوجاتا ہے۔ ایک مسلمان کبھی اپنی زندگی میں اس ذلت کو وہم میں بھی نہیں لاسکتا۔ جو پادری کے سامنے اقرار گناہ کی روحانی اذیت سے اٹھانی پڑتی ہے۔ تاہم مسیحیت میں یہ سب کچھ موجود ہے۔ اور ناواقف عوام الناس کے گلے میں پادریت کے طوق کو مضبوط کرنے کا شیطانی طریق اپنا کام برابر کرتا چلا جارہا ہے۔ ایک مسلمان کے نزدیک روحانی امور میں اس کے اور خدا کے درمیان کوئی شخص واسطہ نہیں بن سکتا۔ اسکی یہی خواہش ہوتی ہے۔ کہ وہ ایک آزاد انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کرے۔ اور آزاد انسان ہونے کی حیثیت میں وفات پائے +

پس اگر کلیسیائے روم میں ہمیں مشکوک نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ تو کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہمارے نزدیک یہی ہمارا سب سے بڑا جرم ہے۔ کہ ہم مذہبی آزادی پر مصر ہیں۔ اور اسی جرم کی پاداش میں ہمیں "ناخواندہ مہمان" کے الفاظ میں یاد کیا گیا ... ہم ... نمایندگی کے ... طلبیدہ ... [illegible] ... اور ہم ... بڑھ کر ... ہم ... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ... [illegible]

---

**اعداد و شمار کا مقابلہ** - اس مضمون کو ایک ... اقتباس ہم نقل کرتے ہیں ... [illegible] ... پادری کا ذکر

کرتے ہوئے چند اعداد و شمار دیئے گئے ہیں۔ جو امید ہے کہ دلچسپی سے پڑھے جائیں گے مضمون نویس رقمطراز ہے:-

ہمیں واقعات کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ ویٹکن مشن میوزیم نے جو اعداد و شمار مہیا کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی کل تعداد آج ۲۴ کروڑ ہے سترہ کروڑ اسی لاکھ ایشیا میں، تین کروڑ تیس لاکھ افریقہ میں ۲ کروڑ اوشینیا میں اور نوے لاکھ یورپ میں۔ مسیحیت جسکے متبعین کی تعداد ۶۸ کروڑ ۳۰ لاکھ ہے۔ یعنے نسل انسانی کا ۲/۵ بلاشبہ اسلام سے آگے ہے لیکن امر واقعہ جس میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا یہ ہے۔ کہ ۱۹۲۵ء تک گذشتہ ۱۵ سال کی مدت میں مسلمانوں کی تعداد میں ۳ کروڑ ۴۰ لاکھ یا ۱۶ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے بالمقابل مسیحیت کو جو فائدہ پہنچا ہے وہ نسبتاً کم ہے کیتھولک مذہب میں ایک کروڑ ۲۰ لاکھ نفوس یا ۴ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔

اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ دنیا کی آبادی میں اس مدت کے اندر ۱۶ کروڑ ۴۰ لاکھ نفوس یا ۱۰ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ تو اسلام کا بڑھا ہوا ۶ فیصدی تناسب ترقی نہایت ہی امید افزا صورت حالات کو پیش کرتا ہے......

یہ امر قابل نوٹ ہے کہ برطانیہ عظمے دنیا بھر میں سب سے بڑی اسلامی طاقت ہے۔ کل مسلم آبادی کے نصف سے تھوڑا ہی کم برطانوی حکومت کے زیر سایہ آباد ہے۔ برطانیہ عظمے میں اسلام بہت ترقی کر رہا ہے لنڈن میں دو مسجدیں ہیں اور تیسری پیرس کی شاندار اسلامی مسجد کی طرز پر جلد بنانے کا وعدہ کیا گیا ہے جسکے لئے نظام حیدرآباد نے ایک گرانقدر رقم بطور عطیہ دی ہے۔

لنڈن کی یہ تمام مساجد عید الفطر کے موقعہ پر چھوٹے چھوٹے مکے دکھائی دیتے ہیں۔ جہاں تمام حصص عالم سے متبعین اسلام مثلاً ہندوستانی افغان، ایرانی، کرد، ترک، شامی عرب، مصری، جاوی اور برطانوی مسلمانوں کا ایک خاصہ عبادت الٰہی کیلئے جمع ہوتے ہیں"۔ ایک برطانوی نواب (لارڈ ہیڈلے) جو خانہ کعبہ کے حج کی وجہ سے الحاج کا خطاب رکھتا ہے۔ برطانیہ کے اندر اسلامی پروپیگنڈا کا کام کر رہا ہے۔ ایک اور نواب (لارڈ سٹینلے آف ایڈرلے) اسلام کا نہایت پرجوش فدائی تھا"+

نو مرید مسلمان اعلیٰ متوسط اور ادنیٰ تمام طبقات میں یکساں طور پر پائے جاتے ہیں بہت سی انگریز خواتین نے مسیحیت سے روگردانی اختیار کرکے مسلمان مردوں سے تعلقات زوجیت قائم کر لئے ہیں اور ان کے بچے اسلامی زندگی میں پرورش پا رہے ہیں جس ملک میں اسلامی ترقی کا یہ حال ہو [illegible] مسلمانوں کو شمار میں نہیں لاتا جو عارضی طور پر یہاں آتے ہیں جیسے [illegible] میں عملے بالعموم پائے جاتے ہیں+

مسیحیت اور اسلام کی عددی قوت میں اتنا بڑا تفاوت اس حقیقت کی وجہ سے ہے جو مسیحیت کو اسلام پر اس لحاظ سے حاصل ہے کہ وہ اسلام سے پہلے اس دنیا میں آئی۔ مضمون نگار نے ان اسباب کو سمجھنے کے باوجود جو پہلے ہی قلب لوگوں کے دلوں میں جن سے کہ اسلام کو واسطہ پیش آئے اسکے جاگزین ہونے کا موجب ہوئے ہیں۔ اسی غلط راستہ کو اختیار کیا ہے جو مسیحی مشنریوں کا خاصہ ہے اور اسلام کے خوبصورت چہرہ اور پاکیزہ تعلیمات کو ادھر ادھر کی سنی سنائی باتوں اور الزامات سے ملوث کرنا چاہا ہے۔ ہم سب خوب جانتے ہیں کہ یہ مسیحی مشنریوں کا عام طریق عمل ہے۔ مضمون نگار کا بیان ہے کہ:-

"اسلام کا آسان ضابطہ عمل جس میں تعدد ازدواج کی اجازت ہے، طلاق کو اس ملک میں ایک آسان چیز بنا دیتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ آسان ہے۔ اور بغیر نکاح کے غیر محدود ازدواجی تعلقات کو اس نے جائز قرار دیا ہے علاوہ ازیں یہاں ذات پات یا ملنے والوں کا کوئی امتیاز موجود نہیں" +

"ایک دفعہ جو شخص اسلام میں چلا جائے اسکی ذات اور مرتبہ حیثیت خواہ کچھ ہو۔ خواہ وہ کسی قوم میں سے ہو اور کیسا ہی رنگ رکھتا ہو بڑے وسیع پیمانہ پر نہایت آزادی اور خوشدلی کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ اسلام کا یہ طریق فی الحقیقت سوشلزم سے بھی بہت بڑھ کر ہے۔ اور اسی وجہ سے بعض طبقات میں یہ اس سے زیادہ موثر اور کامیاب ہو رہی ہے" +

"برطانیہ میں اسلام کی امیدوں کا انحصار ان اتحاد شکن قوتوں اور طاقتوں پر ہے جو کلیسائے انگلستان کے اندر کام کر رہی ہیں۔ اور اس یقین پر بھی اس کا بہت کچھ بھروسہ اور انحصار ہے کہ مجلسی اخلاقیات میں تفاوت مراتب دن بدن مٹتا چلا جا رہا ہے۔ بالخصوص مرد و عورت کے جنسی تعلقات میں اسکی حیثیت بہت کم ہو رہی ہے" +

"اسلئے اسلام اگرچہ بعض ممالک میں خود ایک انقلاب کے اندر ہے۔ یورپ اور بالخصوص برطانیہ عظمیٰ کی روح کی نجات کا دعویدار ہے۔ مسیحیت اور اسلام کو گذشتہ صدیوں میں اکثر مواقع پر مقابلہ پیش آیا ہے لیکن کبھی بھی اس مقابلہ کا اثر اس قدر نمایاں نہیں ہوا جیسا کہ جنگ کے بعد کے چند سالوں میں ظاہر ہوا ہے۔ کیونکہ اس عرصہ میں اسلام کا خطرہ وہم کی حالت سے نکل کر حقیقت کا رنگ اختیار کر چکا ہے" +

ایسی حالت میں اسلام کی پشت پر اسکی دلنشین باتوں کو منوانے کے لئے کوئی مادی طاقت موجود نہیں مسیحیت پر اس کا سبقت لے جانا ایک معجزہ سے کم نہیں۔ یہ امر دلچسپی کا موجب ہوگا۔ اگر ہم یہ اندازہ کریں کہ دنیا اس وقت کیا نظر آئیگی۔ اگر مسلمان اپنی قدیم تہذیب و شائستگی کی آگ کو دوبارہ روشن کر سکیں۔ جیسا کہ اندلسی اور عباسی خلافت کے زمانہ میں انھوں نے روشن کی۔ اسلام تمام مذاہب سے قدم آگے بڑھاتا چلا جائیگا۔ کیونکہ یہ ایک یقیناً معقول مذہب ہے۔ مذہبی پیچیدگیوں سے وہ پاک ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جیسا سادہ

اعتقاد تمام لوگوں کی عقل و فکر میں آسکتا ہے۔ اس کی تعلیمات بہت سادہ اور صاف ہیں۔ اور ایک عالمگیر برادری اس میں پائی جاتی ہے۔ جس میں تمام مسلمان خواہ اُن کی ذات و نسل رنگ یا دوسرے حالات کیسے ہی متفاوت کیوں نہ ہوں مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیا موجودہ زمانہ کی مسیحیت کے متعلق بھی ایسا دعوٰے کیا جاسکتا ہے +

---

**لونڈیوں سے تعلقات ازدواج اسلام میں** ان ناپاک اتہامات پر جو اوپر کے نوٹ میں نقل کئے گئے ہیں۔ روشنی ڈالنا غیر مناسب نہ ہوگا۔ ان الزامات پر ہم اتنی مرتبہ تنقید اور اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں کہ اب اس کے اعادہ کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے یہاں صرف لونڈیوں سے تعلقات کے الزام پر ہی لکھنا چاہتے ہیں +

اس مسئلہ کے متعلق مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی سے بڑھکر اور کوئی مستند حوالہ پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اپنے انگریزی ترجمہ کے صفحہ ۲۰۰ پر آپ لکھتے ہیں۔ کہ قرآن کریم میں کوئی ایسی آیت مجھے نظر نہیں آتی نہ ہی آنحضرت صلعم کی زندگی میں کوئی ایسی مثال دکھائی دیتی ہے۔ جو لونڈیوں سے بغیر نکاح کے تعلقات ازدواج کو جائز قرار دے۔ اسلام نے نکاح ہی کو ازدواجی تعلقات کی عام حالت قرار دیا ہے۔ اور یہ حکم دیا ہے کہ جہانتک ممکن ہو جو لوگ مجرد ہوں ان کے نکاح کر دیئے جائیں۔ لونڈی اور غلاموں کو بھی جو اسیران جنگ میں سے ہیں۔ اس نے نکاح میں لانے کا حکم دیا ہے۔ بن بیاہی عورتوں یا لونڈیوں سے تعلقات ازدواج رکھنا ذیل آیت میں منع کیا گیا ہے۔ وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم۔ تم میں سے مجرد ہیں۔ ان کے نکاح کر دو۔ اور لونڈیوں اور غلاموں میں سے جو صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کے بھی۔ (النور ۲۴: ۳۲) اسلام کی حیثیت مذہب بد اور بغیر نکاح کے تعلقات ازدواج قائم کرنا دونوں کے مخالف ہے +

اگر کسی نے قرآن کریم کی تعلیمات سے کہیں کہیں روگردانی کی ہے۔ تو نیا واجب ہے۔ کہ قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کو اس کا ذمہ دار قرار دیا جائے۔ قرآن کریم کی آیات اس بارہ میں بالکل صاف ہیں +

اللہ تعالیٰ ان احباب کو اجر جزیل عطا فرمائے جنہوں نے ہماری اپیل متعلق فطرانہ عید و زکوٰۃ پر لبیک کہا۔ اور کچھ نہ کچھ رقم ووکنگ کے کار خیر کے لئے مرحمت فرمائی +

یہ امر موجب افسوس ہے کہ مشن کی مالی حالت ابھی تک اطمینان بخش نہیں۔ اسلئے جن احباب کے ذمہ بقایا رقم چندہ ہے۔ ازراہ کرم ترسیل زر فرما کر داخل حسنات ہوں +

مشن ووکنگ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ اس آڑے وقت پر مشن کی مالی آبیاری فرماکر عند اللہ ماجور ہوں +

تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

خادم۔ خواجہ عبد الغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

# مشن ووکنگ کی مالی مشکلات اور اس کا حل

آج مشن کو قائم ہوئے سولہ سال ہو چکے۔ خدا کے فضل نے اس ان سے آج تک مشن کو مالی مشکلات میں نہیں ... کچھ تو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی تصنیفات آئے دن مشن کو مالا مال کرتی رہیں۔ دوسری طرف حضرت خواجہ صاحب ... تیسرے سال بعد ووکنگ سے خود ان معزز بھائیوں کے دروازوں پر جا کر تحریک کرتے تھے۔ اور اس امر میں مسلم قوم کا جس قدر بھی ہم شکریہ ادا کریں تھوڑا ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب موصوف کی اپیل کبھی بھی رائیگاں نہیں ہوئی +

حضرت خواجہ صاحب موصوف گذشتہ دو سال سے بیماری کے باعث صاحب فراش رہے ہیں اور اب بھی گو امراض سے انھیں نجات ہو چکی ہے لیکن بقدر انسان میں طاقت نہیں۔ کہ وہ بہت جلد دورہ شروع کر سکیں +

حضرت خواجہ صاحب کے دوران بیماری میں مشن تو گو کامیابی سے چلتا رہا لیکن کسی نے اس کے مالی استحکام کے لئے وہ کام نہیں کیا جو حضرت خواجہ صاحب چل پھر کر کیا کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آجکل شدید مالی پریشانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ ان مالی مشکلات کا حل یہ ہے۔ کہ ان سطور کے پڑھنے والے مسلم احباب اس کار خیر کی مستقل طور پر ماہواری امداد اپنے ذمہ لے لیں۔ خواہ یہ ماہوار امداد ایک روپیہ ماہوار ہی کیوں نہ ہو۔ اس ہماری گذارش پر اگر پانصد مسلم احباب لبیک کہیں۔ تو مشن کی بہت سی مالی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ اگر تین صد مسلم احباب پانچ روپے ماہوار فی کس اپنے ذمہ لے لیں تو ڈیڑھ ہزار روپیہ کی مستقل و معقول ماہواری امداد مشن کو پہنچ سکتی ہے۔

خادم۔ خواجہ عبد الغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل لاہور

نوٹ: ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری مسلم مشن۔ عزیز منزل براندرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

# تبلیغ و اشاعت اسلام در ملکِ انگلستان

ترجمہ انگریزی ٹریکٹ مصنفہ جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا رئیس گدیہ ضلع بارہ بنکی

انگلستان میں تبلیغ اسلام کا خیال سب سے پہلے ایک ایرانی کے دماغ میں پیدا ہوا تھا۔ اور اس مقصد کے لئے وہ ایک رسالہ بھی شائع کیا کرتا تھا۔ لیکن اس کے ہاتھ پر کسی انگریز کے اسلام قبول کرنے کا علم ہم تک نہیں پہنچا۔ انگریزوں کے مشہور "برٹش میوزیم" میں شاہ "اوفا" کے زمانہ کا ایک سکہ محفوظ ہے۔ جس پر ایک عربی مقولہ عربی حروف میں کندہ ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یا تو وہ بادشاہ پوشیدہ طور پر اسلام کی حقانیت کا قائل ہو چکا تھا۔ اور اس طرح خدا کی وحدانیت کا کلمہ اس کو مرغوب تھا۔ جس کو اس نے اپنی رعایا کی عربی سے ناواقفیت کی بناء پر اس سکہ پر کندہ کرا لیا تھا۔ یا محض مسلمانوں کے سکوں کی تقلید میں ایسا کیا ہو گا۔ اس زمانہ میں دُنیا کا رجحان آجکل کے رجحان سے بالکل مخالف تھا۔ اب تو مشرقی لوگ ہر بات میں مغربی اقوام کی تقلید کرنے کو باعث فخر خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ محکوم ہونے کی وجہ سے ان کی ذہنیت غلامانہ ہو چکی ہے۔ اور یورپ کی ظاہری تہذیب سے ان کی نگاہیں خیرہ ہو چکی ہیں۔ لیکن اس زمانہ میں یورپ جہالت کی تاریکی میں غرق تھا۔ اور مسلمان فاتحین کے قدموں پر سر جھکاتا تھا۔ اور ہر بات میں مسلمانوں کی تقلید کرتا تھا۔ پس قرین قیاس یہی ہے۔ کہ اس انگریز بادشاہ نے مسلمانوں کے سکوں کی تقلید میں اپنے سکہ پر کوئی عربی عبارت کندہ کرائی ہو گی اور اُسے یہ خبر بھی نہ ہو گی۔ کہ وہ عبارت اس کے عقیدۂ تثلیث کا پورے طور پر ابطال کرتی ہے۔

انگلستان میں پہلا شخص جو علانیہ اسلام لایا۔ وہ مسٹر کوئیلم ساکن لیورپول تھا۔ اسی زمانہ میں ایک دولتمند انگریزی نواب بھی مشرف بہ اسلام ہوا تھا۔ لیکن ان دونوں کا اسلام لانا اگرچہ خالصۃً لوجہ اللہ تھا۔ اور نہایت مخلصانہ جذبات پر مبنی۔ لیکن اس میں مظاہرہ کی شان نہ تھی۔ مسٹر کوئیلم ایک سربر آوردہ وکیل ہونے کی وجہ سے شہر کے عمائدین میں شمار ہوتے تھے۔ نہایت قابل لیکچرار اور علم دوست انسان تھے۔ جب میں اُن سے ملا ہوں تو اگرچہ اس وقت وہ بحیثیت نومسلم کوئی نمایاں حیثیت نہ رکھتے تھے

[illegible] اسلامی وقار و شان کا

ایک عملی ثبوت تھا جب مسٹر کوئلیم اسلام لائے تو اسلامی ممالک کے لوگوں نے اُن کے ساتھ زبانی اور عملی دونوں طرح ہمدردی ظاہر کی۔ اُن کی کوشش سے چند اور انگریز اسلام لائے۔ اور انھوں نے ایک رسالہ بھی تبلیغ اسلام کی خاطر جاری کر دیا۔ اور لیورپول میں مسجد بنانے کے لئے چندہ بھی جمع کرنا شروع کیا مگر افسوس ہے کہ وہاں کے مسلمانوں کا جوش محض عارضی ثابت ہوا مسٹر کوئلیم کو بعض حالات کے ماتحت لیورپول چھوڑنا پڑا۔ اور چودہ سال کے بعد یعنی ۱۹۱۳ء میں جب **مولوی صدرالدین** صاحب اس غرض سے لیورپول گئے کہ وہاں مسٹر کوئلیم کے کارناموں کا باقیماندہ اثر معلوم کریں۔ تو انھیں صرف ایک عورت ملی جو تا آندم مسلمان تھی مسٹر کوئلیم کا خاندان بھی اسلام کا کوئی دل خوش کن نظارہ نہ پیش کر سکا۔ اور نہ کسی مسجد کا پتہ چلا۔ دراصل کوئی مسجد تو وہاں تعمیر نہ ہوئی تھی مسٹر کوئلیم اور اُنکے رفقاء کا ایک مکان میں مجتمع ہو کر نماز وغیرہ پڑھ لیا کرتے تھے اور عموماً اسی مکان کو مسجد کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ ایک نہایت اعلےٰ تحریک کا نہایت ہی افسوسناک انجام ہوا۔ اور چونکہ میں مسٹر کوئلیم کی بیحد عزت کرتا ہوں کیونکہ انھوں نے ظلمت کدۂ انگلستان میں خدائے واحد کے نام کی اشاعت کے لئے بیحد کوشش کی تھی اس لئے میں عمداً ان جزئیات میں جانا اور ان تفصیلات کا ذکر کرنا پسند نہیں کرتا جن کی بناء پر اس عمدہ تحریک کا ایسا افسوسناک حشر ہوا لیکن جو لوگ اسلام کے شیدائی ہیں۔ ان کی خدمت میں حقیقت پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ تاریخ ہمیشہ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے۔ آج بھی ایک رہائشی مکان کو جو لیورپول کے مکان مذکورہ سے بھی چھوٹا ہے۔ ایک مسجد کا نام یا لقب دیا جا رہا ہے۔ یہ مکان لندن کے ایک غیر معروف گوشہ یعنی **پیک ہیم** ایس۔ ای میں واقع ہے۔ اور "مسجد" کے دلفریب نام سے چندہ جمع کیا جا رہا ہے۔ ایک معمولی سا رسالہ بھی گاہے گاہے شائع کر دیا جاتا ہے۔ حد ہے کہ ایک "شیخ الاسلام" بھی کہیں نہ کہیں سے پیدا ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس زمانہ میں شیخ الاسلام تو ایک طرف تو خود خلیفۃ **المسلمین** ہی کا وجود نہیں ہے۔ جو کسی شخص کو یہ لقب عطا کر سکتا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ مومن ایک سوراخ سے اپنے آپ کو دوسری مرتبہ نہیں ڈسواتا۔ یعنی کوئی شخص دوسری بار اسے دھوکہ نہیں دے سکتا۔ بیشک مسلمانوں کو دوگنی بلکہ چوگنی قوت سے اپنے زندہ جاوید مذہب کی اشاعت انگلستان کیا معنی دنیا جہان میں کرنی چاہیئے لیکن جو غلطی لیورپول والے معاملہ میں ان سے سرزد ہوئی اس کا اعادہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ نو مسلموں کی امداد ضرور کریں لیکن تنظیم کا کام اپنے ہاتھ میں رکھیں۔ اور اپنی تمام دولت سرمایہ توجہ دماغ اور عملی خدمات کا مرکز صرف ایک مشن کو قرار دیں۔ تاکہ مرکزی رنگ ان کی کوششوں سے زائل نہ ہو جائے۔ سردست انگلستان کیلئے صرف ایک مشن کافی ہے۔ دوسرے کی گنجائش نہیں۔ بلکہ اگر اس ابتدائی زمانہ میں ایک سے زیادہ مشن کے مرکز قائم کئے جائیں۔ تو

بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔ اس جملہ معترضہ کے بعد میں پھر اُسی بحث کی طرف آتا ہوں یعنی انگلستان میں تبلیغ اسلام کی تاریخ۔ خوش قسمتی سے لیورپول والی تحریک کے خاتمہ کے تھوڑے ہی دنوں بعد ڈاکٹر عبداللہ المامون سہروردی آئی سی ایس کے امتحان کی خاطر انگلستان آئے۔ اور چونکہ وہ اپنے پہلو میں ایک دردمند دل رکھتے تھے غیر معمولی لیاقت وسیع علم جوش جوانی اور خلوص ان سب باتوں کی بدولت انھوں نے نہایت سرگرمی کے ساتھ انگلستان میں تبلیغ اسلام کی تحریک شروع کردی۔ گزشتہ صورت حالات کا اچھی طرح مطالعہ کرنے کے بعد انھوں نے اپنے لئے ایک صحیح شاہراہ عمل تجویز کی۔ یہ حقیقت ان کے پیش نظر تھی۔ کہ اسلامی بادشاہتوں نے اسلام کے ضروری اور بحیثیت طلبہ اپنے اہتیاز کو پس پشت ڈال دیا تھا یعنی مسلمانوں میں اخوت کی شان مفقود ہوگئی تھی انھیں اس امر کا بھی اچھی طرح احساس تھا کہ مسلمانوں کی ترقی اور وسعت کی رُوح بالکل مُردہ ہوچکی تھی پس انھوں نے تلافی مافات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک انجمن کی بُنیاد ڈالی اور اس کا نام "پین اسلامک سوسائٹی" رکھا۔ اور لندن چونکہ موجودہ دنیا میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے انھوں نے اپنی انجمن کا صدر مقام قرار دیا۔ یورپ میں اس سوسائٹی نے کافی اہمیت حاصل کی محض اس وجہ سے کہ اسلامی ممالک کی نسبت یورپ کے لوگ اسلام کی پوشیدہ طاقتوں اور ترقی کے امکان سے کہیں زیادہ واقف ہیں +

میں جس زمانہ میں ہندوستان میں تھا۔ اسی وقت سے مجھے انگلستان جاکر ڈاکٹر صاحب موصوف کی مدد کرنے کی آرزو تھی۔ پس جب میں ۱۹۰۴ء میں انگلستان پہنچا۔ تو فوراً "پین اسلامک سوسائٹی" کا ممبر ہوگیا۔ یہ سوسائٹی عیسائیوں کی اصطلاح میں تبلیغی جماعت نہیں تھی۔ ہمارا مقصد صرف یہ تھا کہ عیسائی پادریوں نے جو کچھ اسلام کے خلاف زہرافشانی کی ہے۔ اور جس طرح اُسے بدنام کیا ہے۔ اس کا تدارک اچھی طور پر ازالہ کیا جائے۔ دُنیا کے سب سے بڑے محسن اور عظیم الشان انسان کا کیریکٹر نہایت خراب اور نفرت انگیز پیرایہ میں ان پادریوں نے دُنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ پس ہماری تمام تر کوشش یہی ہی کہ آنحضرت کی سچی اور اصلی تصویر یورپ کے سامنے پیش کی جائے +

ڈاکٹر سہروردی کی تالیف موسومہ احادیث نبویؐ اور ایک لیکچر موسومہ معجزات محمدی کی جو آنحضرت صلعم کے یوم میلاد کی تقریب میں دیا گیا تھا بڑی قدر ہوئی۔ ہم نے دونوں عیدیں بھی منائیں۔ اور ایک مرتبہ مینہ برستے میں ہائیڈ پارک میں نماز ادا کی۔ عموماً ہم لوگ ووکنگ کی مسجد کو جو بیگم صاحبہ بھوپال نے ڈاکٹر لیٹنر کی معرفت ہال بنوائی تھی اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ اور اس کی بدولت وہ مسجد ڈاکٹر موصوف کی ذاتی ملکیت قرار دئے جانے سے محفوظ رہی۔ ورنہ اس کا بھی یہی حشر ہوتا جو اس دارالاقامہ کا ہوا جسے ہندوستانی رئیسوں اور والیان ریاست نے ہندوستانی طلبا کے فائدے کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ عالیشان عمارت ڈاکٹر موصوف کی ذاتی جائداد کی صورت میں منتقل ہوگئی

فروخت ہوگئی۔ ہمارا یہ بھی ارادہ تھا کہ لندن میں جو ایک مرکزی حیثیت کا شہر ہے ایک عالیشان مسجد تعمیر کی جائے تاکہ مغرب میں اسلام کی اشاعت کی بنیاد استوار ہو جائے۔

ہماری جدوجہد کا صرف یہی نتیجہ نہیں نکلا کہ اسلام کے خلاف جو غلط خیالات لوگوں میں رائج تھے وہ دور ہوگئے بلکہ چند ایک نفوس بھی حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ ان نومسلموں میں ایک نوجوان بھی تھا جو مالی مشکلات میں مبتلا تھا۔ اور اس زمانہ میں اُسے نہ کوئی مرتبہ حاصل تھا نہ وقعت دنیوی۔ نہ وہ عالی خاندان تھا نہ دولتمند۔ ہاں وہ ایمانی دولت سے بہرہ ور تھا۔ اور اسی لئے ہمارے دلوں میں اس کی بڑی عظمت تھی۔ وہ اپنے ایمان پر قائم رہا۔ اور بعد چندے خواجہ کمال الدین صاحب نے اُسے ووکنگ مشن میں بحیثیت ایک کلرک بھی ملازم رکھ لیا تھا۔ لیکن بعض وجوہات کی بناء پر مولوی صدرالدین صاحب نے اُسے مشن کی خدمات سے علیحدہ کر دیا۔ اس زمانہ میں وہ محض خالد شیلڈرک کہلاتا تھا۔ لیکن اب وہ ڈاکٹر بھی ہے۔ شیخ الاسلام بھی۔ موسیو کاونٹ ڈی لی فورس بھی ہے اور امام مسجد پیک ہم بھی اور خدا جانے کیا کیا ہے؟ اس شخص کو میری دوستانہ نصیحت یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ خدمت اسلام کئے جائے۔ اور اس کا صلہ رب العزت کی درگاہ سے طلب کرے۔ بہرکیف اب ہندوستان کے مسلمان انگلستان کے مشن کا انتظام سوائے ایک تجربہ کار ہندوستانی کے اور کسی نو دیکھ کے ہاتھوں میں نہیں سونپ سکتے۔ کیونکہ اب انہیں کافی تلخ تجارب ہو چکے ہیں +

ڈاکٹر سہروردی کے انگلستان سے واپس آنے کے بعد اسلامی تحریک اور تبلیغ نے بالکل نئی شکل اختیار کی۔ جبکہ خواجہ کمال الدین صاحب نے سنہ ۱۹۱۳ء میں یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مرید نہیں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ انھوں نے ہندی مسلمانوں کے اندر تبلیغ اسلام کی روح ضرور پھونک دی۔ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل۔ بی وکیل لاہور اُن چند لوگوں میں سے ہیں جو مرزا صاحب کی بدولت از سر نو مسلمان ہوگئے اور ان میں خدمتِ اسلام کا جذبہ اس قدر پیدا ہوا کہ انھوں نے اپنی چلتی ہوئی وکالت کو خیرباد کہہ کر اسلام کی اشاعت کے لئے آپ کو وقف کر دیا۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کیلئے وہ انگلستان آئے۔ اور اس ملک میں باقاعدہ تبلیغی کام شروع کرنے کا سہرا انھیں کے سر ہے۔

خواجہ صاحب ایک بے نظیر خطیب اور لیکچرار ہیں۔ اور مختلف مذاہب کے علماء سے بہت کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ انگلستان آنے سے پیشتر انھوں نے بحیثیت ایک لیکچرار کے کافی شہرت حاصل کر لی تھی۔ ہندوستان کے تعلیمیافتہ مسلمان اُن کے دلآویز خطبات اور تحریروں سے بیحد متاثر ہو چکے تھے۔ اور ہمیں کوئی شک نہیں کہ

انگلستان میں بھی انھوں نے بہت جلد اپنی قابلیت کا سکہ جما دیا۔ اور اس لئے اب انگلستان میں تبلیغ اسلام کے متعلق کسی دوسرے شخص کا نام تجویز کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جبکہ خود ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں میں سے کوئی صاحب، خواجہ صاحب سے بہتر اس کام کو انجام نہیں دے سکتے۔ خواجہ صاحب نہ صرف ایک اعلیٰ درجہ کے مقرر ہیں۔ بلکہ وہ ایک مسلّم الثبوت مصنف بھی ہیں۔ جو لٹریچر اسلام کے متعلق انھوں نے طیار کیا ہے۔ وہ بذات خود ایک دولت ہے۔ بہا ہے جس سال وہ انگلستان گئے۔ اسی سال انھوں نے ووکنگ مسجد کو اپنے مشن کا مرکز بنا لیا۔ اور وہیں سے اپنا مشہور آفاق رسالہ اسلامک ریویو نکالا جو اب عالمگیر شہرت رکھتا ہے۔ اور اس رسالہ کی بدولت بہت سے پرانے شکوک اور غلط خیالات جو انگریزوں کے دماغوں میں اسلام کی طرف سے قائم تھے ہمیشہ کے لئے دور ہو گئے۔ ان کے مشن کی کامیابی کا راز ان کے خلوص اور فرقہ بندی سے آزاد رہنے میں مضمر ہے۔ میں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ جو اسلام ووکنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے وہ خالص اور حقیقی اسلام ہے۔

اب تک بہت سے انگریز حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ اور ان میں سے ممتاز ترین فرد آئرلینڈ کا نواب لارڈ ہیڈلے ہے جو نہ صرف نسلی لحاظ سے بلکہ ذاتی طور پر بھی نہایت ہی شریف انسان ہے۔ اور یہ مبارک شخص خواجہ صاحب کی محنت کے بہترین اثمار میں سے ایک ہے۔ نواب موصوف کو جو عشق اسلام سے ہے وہ ان کے وسیع اور صحیح مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ یہی عشق صادق ان کو موسم گرما میں کشاں کشاں حج کرانے کہ معظمہ لے گیا۔ اور اسلام کی خدمت اب لارڈ موصوف کا واحد شغل زندگی ہے۔ آپ برٹش مسلم سوسائٹی کے صدر ہیں۔ انھوں نے اسلام کی اشاعت کی خاطر دور دراز کے سفر بھی کئے ہیں۔ اور عیسائیت کے متعلق انھیں گرانقدر معلومات حاصل ہیں جن کا استعمال وہ نہایت عمدہ طور پر عیسائی پادریوں کے خلاف کرتے ہیں۔ اور اس وجہ سے نواب موصوف تبلیغ اسلام کی روح رواں کہے جا سکتے ہیں۔

مسٹر امیر علی صاحب مرحوم کی گراں بہا تصانیف سے بھی اسلامی تبلیغ کو بہت فائدہ پہنچا۔ اور موجودہ زمانہ میں مرحوم ان تمام اسلامی تحریکات کا مرکز تھے جو انگلستان میں رونما ہوئیں۔ ووکنگ مشن کی کامیابی کے ضمن میں مولوی صدرالدین صاحب کی خدمات کا تذکرہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا انگریزی ترجمۃ القرآن مولوی صدرالدین ہی کی زیر نگرانی ولایت میں طبع ہوا۔ اور اس سلسلہ میں انھوں نے بڑی علمی خدمات انجام دیں۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ تبلیغ اسلام کا کام اب انگلستان میں پائیدار بنیاد پر

قائم ہو چکا ہے۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب نے کمال دور اندیشی سے مشن کا مالی انتظام انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سپرد کر دیا ہے۔ تاکہ کسی حاسد کو بدظنی پھیلانے کا موقعہ نہ ملے۔ یہ انجمن ایک باضابطہ رجسٹرڈ اور منظم جماعت ہے خواجہ صاحب کی حسن نیت پر کسی کو آج تک حرف گیری کی جرأت نہیں ہوئی ہے۔ علاوہ بریں مشن مذکور کا تمام حساب کتاب باقاعدہ ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام میں شائع ہوتا رہتا ہے لیکن یہی مناسب معلوم ہوا کہ مشن کا مالی انتظام معتمد اور مضبوط ہاتھوں میں دیا جائے۔ اور الحمد للہ کہ ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے خواجہ صاحب نے ایسا ہی کیا۔ ۱۹۲۵ء میں لارڈ ہیڈلے کے زیر صدارت ایک "مسلم لٹریری ٹرسٹ" بھی قائم کیا گیا جس کی رجسٹری باقاعدہ طور پر انگلستان میں ہو چکی ہے۔ انگلستان میں مشن کی تمام مطبوعات کا انتظام اسی ٹرسٹ کے ہاتھوں میں ہے۔ اور جو لٹریچر اب تک شائع ہو چکا ہے۔ اس کی بدولت یورپ میں اسلام کے متعلق بہت سی غلط بیانیوں کا قلع قمع ہو گیا ہے۔ عیسائیت نے جو تحقیر عورتوں کے حق میں روا رکھی اور اسلام نے جو بلند مرتبہ انھیں عطا کیا ہے۔ یہ دونوں رخ دکھا دیئے گئے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے بنی نوع آدم کی جو خدمات انجام دی ہیں۔ اور قرآن پاک نے جو ہدایت دنیا کو دی ہے۔ یہ دونوں حقائق علانیہ طور پر پیش کر دیئے گئے ہیں۔ اور عیسائیت کے بت پرستانہ ماخذ اور اس کا انسانوں کے لئے بیکار اور ناقابل عمل ہونا عیاں کر دیا گیا ہے۔ اس لٹریچر نے یہ حقیقت آشکارا کر دی۔ کہ عیسائی مذہب اہل عقل کے نزدیک کسی طرح قابل قبول نہیں۔ اور جو شخص اب اسلام کے متعلق آزادانہ تحقیقات کرنا چاہے اسکے لئے ہر طرح کی سہولت بہم پہنچا دی گئی ہے +

وہ زمانہ اب قریب آگیا ہے جب یورپ کو اس امر کا احساس ہو جائیگا۔ کہ اگر وہ اپنی موجودہ مادی اور ملحدانہ تہذیب کی روک تھام نہیں کرتا۔ اور اپنے اخلاق سے معرا اور بہائم صفت تمدن کی اصلاح نہیں کرتا تو اسکی ہستی معرض خطر میں پڑ جائیگی۔ اور یہ اصلاح ناممکن ہے۔ جب تک یورپ اس عظیم الشان انسان کی تقلید نہ کرے جس کو یورپین مصنفین سہ گانہ درجات و مراتب سے یاد کرتے ہیں۔ یعنی وہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم ایک ہی وقت میں تین چیزوں کے بانی تھے۔ مذہب قوم اور حکومت۔ جو لوگ یورپ کی کورانہ تقلید میں مصروف ہیں۔ ان کو یہ حقیقت پیش نظر رکھنی چاہیئے۔ کہ اگر یورپ اپنی تہذیب کو اسلامی اصولوں پر قایم نہ کرے گا۔ تو خود اس کا زوال یقینی ہے۔ اور خاص کر سیاسی تمدنی اور اخلاقی پہلوؤں کو تو اسلامی اصولوں پر ضرور مبنی کرنا پڑیگا۔ یورپ کے سینہ میں تپ دق کے کیڑے موجود ہیں۔ اور جو لوگ اسکی قے چاٹ رہے ہیں انھیں اس متعدی مرض سے بچنا چاہیئے۔ اخلاقی پستی، جماعتی جنگ، اقتصادی ہنگامے، جلب منفعت، تنازع برائے برتری، زبردست آزادی، ہوس ملک گیری

وغیرہ یہ تمام علامات اُس خوفناک بیماری کا پتہ دیتی ہیں۔ اور اس بیماری کا واحد علاج اسلامی اصولوں کا اختیار کرنا ہے حقیقت یہ ہے۔ کہ اسلام یورپ کے لوگوں کے واسطے مخصوص طور پر آیا تھا۔ کیونکہ اسمیں اُن تمام امور کی پیش بندی موجود ہے۔ اور جو ترقی کے لئے درکار ہیں۔ اور وہ ایسے نظام کا حامل ہے جو ایک طرف طاقت اور ترقی بخشتا ہے۔ تو دوسری طرف ترقی کو روکنے والی باتوں کی اصلاح کرتا ہے۔ وہاں کے لوگوں کے مذہبی خیالات میں جو ایک خلاء واقع ہوگیا ہے اسکی بناء پر اب یورپ میں تبلیغ اسلام کا کام نسبتاً آسان ہوگیا ہے یہ اتفاق کی بات ہے کہ مسیحیت مغربی لوگوں کا مذہب قرار پا گیا تھا لیکن اب یہ مذہب قطعاً مُردہ ہوچکا ہے۔ گرجے عموماً خالی پڑے رہتے ہیں اگرچہ سیاسی مصالح کی بناء پر بعض ممالک عموماً اور انگلستان خصوصاً مسیحیت کو بطور مذہب اختیار کئے ہوئے ہیں لیکن عام لوگ اس مذہب سے سخت بیزار ہیں۔ رُوس کو دیکھئے وہاں پادریوں کی کامل طور پر لوگوں پر حکومت تھی۔ اور عیسائیت بڑے طمطراق کے ساتھ جلوہ گر تھی لیکن رُوس نے نہ صرف اس مذہب کو خیرباد کہ دیا۔ بلکہ اپنا مسیحیت کُش اثر دوسرے ممالک میں بھی پھیلا دیا ہے لیکن رُوسی عمائدین اور لیڈر بھی اسلام کو خوش آمدید کہنے لگیں۔ اگر ان کو اس پاکیزہ مذہب کی خوبیاں نمایاں طور پر دکھائی جائیں انھیں معلوم ہوگا۔ کہ اسلام کی بدولت وہ ان تمام باتوں اور مقاصد کو حاصل کرسکتے ہیں۔ جن کے حصول کے لئے انھیں طاقت خرچ کرنی پڑتی ہے۔

مجھے مغرب کا طویل اور وسیع تجربہ ہے خاص کر ملک انگلستان کا۔ اور جہانتک ان ممالک میں اسلامی تحریکوں کا سوال ہے ان سب میں دوسرے ہندیوں کی نسبت زیادہ واقف ہوں۔ چنانچہ انگلستان میں ڈاکٹر سہروردی خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی صدرالدین کے دوش بدوش کام کرچکا ہوں۔ دوران جنگ میں اور اس کے چند سال بعد تک میرا قیام ووکنگ ہی میں رہا۔ اس تجربہ کی بناء پر بعض موانع کے باوجود میں تبلیغ اسلام در بلاد غرب کے متعلق ناامید نہیں ہوں۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ جو تبلیغ کی تحریک خواجہ کمال الدین صاحب نے ایسے شاندار طریقہ کی جاری کی ہے وہ بدستور قائم رہیگی۔ اور جس طرح اب تک فراخ دلی وسعت قلبی رواداری معقولیت ترقی اور فرقہ بندی سے آزادی کے طریق پر کام ہوتا آیا ہے۔ اسی طرح چلتا جائیگا۔ مالی انتظامی اور مذہبی امور کی باگ ابھی بہت سالوں تک ہندوستانیوں ہی کے ہاتھ میں رہنی چاہیئے لیکن نومسلموں کو بطور خود تبلیغ اسلام کرنے میں پوری سہولت بہم پہنچانی چاہیئے اور جو لوگ ابھی سہ تپی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنا رہے ہیں ان کی قلعی کھول دینا چاہیئے۔ تاکہ لوگ ان کے دام میں نہ پھنس جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ جو لوگ مخلص ہیں مثلاً لارڈ ہیڈلے وہ کبھی اپنا ہاتھ ذمہ داری حاصل کرنے کیلئے

آگے نہیں بڑھائینگے۔ اور در اصل لالچ اور شہرت سے دور رہنا ہی ایک نو مسلم کے خلوص کی جانچ ہے۔ لارڈ ہیڈلے نے اسلام کی نمایاں خدمات انجام دی ہیں لیکن وہ کبھی قیادت کے خواہشمند نہیں ہوئے۔ حتٰی کہ انھوں نے جو سفر اسلام کی خاطر کئے مثلاً حج بیت اللہ وہ بھی تنہا نہیں کیا۔ بلکہ خواجہ کمال الدین صاحب کو ساتھ لے کر اور اس طرح انکی صحبت سے فائدہ بھی اُٹھایا۔

نظام حیدرآباد کی اسلام دوستی اور مدیر النظر فیاضی کی بدولت انشاء اللہ لندن میں ایک قابل دید اسلامی مرکز تعمیر ہو جائیگا۔ موصوف نے نہ صرف خود ایک بیش قرار رقم مسجد کی تعمیر کیلئے عطا کی۔ بلکہ ایک ٹرسٹ بھی قائم کیا۔ جس میں لارڈ ہیڈلے۔ ہز ہائنس آغاخاں۔ نواب نظامت جنگ۔ عباس علی بیگ اور خواجہ کمال الدین شامل ہیں اس ٹرسٹ کی رجسٹری بمبئی میں اپریل ۱۹۲۷ء کو ہوئی اور اگست ۱۹۲۸ء میں لندن کے چیرٹی کمشنروں کے سامنے باضابطہ اس کی تصدیق و توثیق ہوگئی۔ امپیریل بنک آف انڈیا۔ لندن کلکتہ اور لائڈس بنک لندن میں بھی رجسٹری ہوئیں۔

ان سب باتوں کے علاوہ محض چیرٹی کمشنران لندن کا اس ٹرسٹ کی تصدیق کر لینا یہ معنی رکھتا ہے کہ اب اس کا روپیہ صحیح طور پر استعمال کیا جائیگا جس کی تعداد اس وقت آٹھ لاکھ سے زائد ہے۔ جس میں سے پانچ لاکھ روپیہ امپیریل بنک حیدرآباد میں بطور فکسڈ ڈپازٹ ایک سال سے جمع ہے۔ اور اسی شکل میں تین لاکھ روپیہ لائڈس بنک کے پاس رکھا ہوا ہے۔ باقیماندہ چند ہزار۔ امپیریل بنک کی لاہوری شاخ میں جمع ہیں +

اگرچہ مسلم مشن ووکنگ کو ہز ہائنس آغاخان کی جانب سے امداد مل چکی ہے لیکن ابھی ان کی امداد کی اور ضرورت ہے، مشن کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اور میں اپنے طویل ذاتی تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ ہز ہائنس آغاخان سے بڑھکر موجودہ زمانہ میں کسی مسلمان نے ایسے نازک موقعوں پر مدد نہ کی ہوگی۔ اور نہ کسی ہندوستانی کو اُن سے بڑھ کر وسیع تجربہ مغربی ممالک کا حاصل ہو سکتا ہے۔ اس تجربہ کے ساتھ اسلام سے انھیں گہری دلچسپی ہے۔ اور فرقہ بندی سے سخت نفرت ہے۔

آخر میں بلاد یورپ میں تبلیغ اسلام کرنے والوں سے میری مخلصانہ درخواست ہے۔ کہ بجائے قول عمل پیش کریں اور اسی کی بنا پر تبلیغ و اشاعت اسلام کریں۔ اور ہر قدم پر اُس عظیم الشان انسان کی پیروی کریں جس سے بڑھ کر نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ یورپ ہی نہیں کل دنیا کو آج جس بات کی ضرورت ہے۔ وہ آنحضرت صلعم کا اُسوۂ حسنہ ہے۔ یہودیوں کی بات ہے۔ کہ آنحضرت کا اُسوۂ حسنہ آج بھی طالبان حق کو اسی طرح زندگی بخش سکتا ہے۔ جیسا کہ تیرہ سو سال پہلے لہٰذا مسلم مشن کو لازم ہے کہ نبی کریم صلعم کی زندگی کو پوری توت کے ساتھ یورپ کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور میری بڑی آرزو ہے۔ کہ میں جاوید ہادی اور محسن عالم کی مبسوط الالف کئی ضخیم جلدوں میں لکھوں جسے بجا طور پر دنیا رحمۃ للعالمین کے لقب سے یاد کرتی ہے +

صحیح ہے۔ کہ جیسی ضرورت آج یورپ میں تبلیغ اسلام کی ہے۔ اس سے پیشتر کبھی نہ ہوئی تھی۔ حد ہے کہ ہندوستان کے ہندو بھی اپنا مشن قائم کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ اور سکھوں نے تو انگلستان میں ایک گردوارہ تعمیر بھی کر لیا ہے کس قدر حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ یورپ خود اپنی کمزوری غلطی اور مادی تہذیب کے خطرات آئندہ سے آگاہ ہوتا جاتا ہے۔ اور تمام بڑے بڑے مدبرین آئندہ جنگ کے احتمالات پر اپنی پریشانی کا اظہار کر چکے ہیں لیکن بعض اسلامی حکومتیں اپنے افراد کو اسی تہذیب کورانہ تقلید پر مجبور کر رہی ہیں۔ حالانکہ انھیں اس امر کی طیاری کرنی چاہیئے کہ جب یورپ کی مادی طاقت کا زوال ہو تو وہ خود سروری اور سرداری کے مرتبہ پر قابض ہو جائیں قسمت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو۔ کہ ترکی کا بہادر غازی مصطفے کمال جیسے ملک کو خود ہی یورپ کے ہاتھوں مفتوح کرا رہا ہے یعنی وہ کام کر رہا ہے جو یورپ سے صدیوں کی مسلسل کوشش کے باوجود نہ ہو سکا تھا۔ ترکوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ غیر مسلم ترکی خواہ کیسی ہی بہتر حالت میں کیوں نہ ہو لیکن اس کی پوزیشن غیر ممالک کے مقابلہ میں دسویں درجہ کی طاقت سے زیادہ نہ ہوگی۔ لیکن اگر مسلم ترکی بہتر حالت میں ہوگی تو پھر اس کا شمار دنیا کی بڑی طاقتوں میں کیا جائیگا۔ اور مشرق کی بیداری کا سہرا اس کے سر ہوگا۔ اور اس طرح یورپ پر بھی اسکی عظمت کا نقش جم جائیگا۔ غازی مصطفے کمال پاشا بھی اس وقت ایک ایسی قوم کے سردار مشہور ہوتے جو تعداد کے لحاظ سے ایک کروڑ چالیس لاکھ نہیں بلکہ چالیس کروڑ ہے۔

کاش کوئی خدا کا بندہ اس وقت کھڑا ہو اور ترکوں بہادر بالخصوص ترکوں کو اس بات سے روکے کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے اپنی تہذیب کو نہ مٹائیں اور اپنی شاندار تاریخ کو جو اسلامی حروف میں لکھی ہوئی ہے مکدر نہ کریں۔ اصلاح کی جو روح ان میں سرایت کر گئی ہے۔ وہ قابل تحسین ہے لیکن اس کے یہ معنی تو نہیں کہ یورپ کی کورانہ تقلید کی جائے۔ بیشک جو بات ترقی میں حارج ہو اسے قطعاً دور کر دو۔ ترقی کی روح تو گویا اسلام کا طغرائے امتیاز ہے اسلام اپنی پیدائش ہی سے ترقی کی راہ پر گامزن ہوگیا تھا۔ مسلمانوں کی ذلت اور تباہی کی ذمہ داری تمامتر جاہل ملاؤں اور خود غرض علما کے سر پر ہے +

خدا کا شکر ہے کہ خواجہ کمال الدین صاحب کے تبلیغی مشن نے خالص اسلام کی تعلیم دی ہے۔ اس اسلام کی جو تہذیب اور شائستگی کا منبع ہے۔ ترقی کی روح اور کامیابی کا راز ہے۔ جو اپنے پیروؤں کو صرف ہوا اور پانی ہی مسخر کرنے کی تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ چاند اور سورج بھی جو خیالی نہیں بلکہ حقیقی اور واقعی ہے۔ جو اخلاقی خوبیاں اور مادی ترقیات کا حامل ہے مبارک ہیں وہ مسلمان جو ووکنگ مسلم مشن کی امداد کرتے ہیں۔ کہ یہ امر یورپ کے ذہن نشین کر دیا جائے۔ کہ اسکی نجات کا ذریعہ محض اسلام

اور وہ اسلام بھی کس کا؟ محمد الرسول اللہ صلعم کا اور آپ کے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی کا۔ میں اس اسلام پر کامل یقین رکھتا ہوں اور یہ اسلام فی الحقیقت انسان کیلئے ازلی ابدی رحمت کا سرچشمہ ہے۔

# شکریۂ احباب

اور

## اُن کی توجّہ کے لئے چند ضروری امور

مَیں ان احباب کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ جو وقتاً فوقتاً میری صحّت کے متعلّق پوچھتے رہے ہیں۔ مجھے امراض خبیثہ سے جن میں دو سال تک برابر مبتلا رہا۔ بظاہر نجات ہو چکی ہے۔ یہ بھی ایک کرشمہ ربّی ہے۔ کہ ذیابیطس اور سل جیسی امراض کے مشترک حملوں کے بعد میں بچ گیا۔ شاید میرے نصیب میں اور ابھی خدمت اسلام باقی ہے جس کیلئے مجھے یہ زندگی از سر نو عطا ہوئی۔ لیکن اس وقت تک بھی کمزوری نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ گذشتہ ماہ میں گھر سے تو ایک خاندانی حادثے کے متعلق لکھنؤ گیا۔ لیکن وہاں چند ایک دوستوں کے بلانے پر الہ آباد گیا۔ اور کلکتہ پہنچا اور وہاں سے اپنے قدیمی مہربان نواب واجد علی خان صاحب کی دعوت پر مشرقی بنگال کا ایک حصّہ دیکھا۔ اس سفر میں محض تجربہ کے طور پر میں پلیٹ فارم پر آیا۔ دو تین تقریریں بھی کیں۔ لیکن ان تقریروں کے بعد نہ صرف کھانسی کا ہی اعادہ ہوا۔ بلکہ شکر بھی آگئی۔ آج اس پر بھی ڈھائی ہفتے گذر چکے ہیں۔ اور باقاعدہ علاج پر اس نئی تکلیف کا خاتمہ بھی ہو چکا ہے۔ اس سے کم از کم یہ تو معلوم ہو گیا۔ کہ صحت تو انشاء اللہ ہو جائیگی۔ لیکن مجھے ابھی چندماہ تک آرام کرنا چاہیئے۔ اب میں نے مجبوراً ایسا ہی ارادہ کر لیا ہے۔

لیکن جو امر میرے لئے تکلیف کا موجب ہے۔ وہ اس مسلم مشن کی مالی حالت ہے۔ عین اس وقت جبکہ مغربی ممالک میں اسلام کی طرف ایک خاص توجہ پیدا ہونے لگی۔ اس وقت میں اس گذشتہ بیماری کے باعث مشن کی مالی حالت کو مستحکم نہیں پاتا۔ ہمارے مشن نے اپنی مختصر سی گذشتہ سولہ سالہ زندگی میں دو عدیم المثال انقلاب دیکھے ایک طرف تو عیسائیت کا بت ٹوٹ گیا۔ گرجے خالی ہو گئے۔ اور عیسائی اعتقادات کا وہ حصہ جو بنیاد مذہب تھا منتقل ہو گیا۔ دوسری طرف اسلام سے جو عیسائی مصنفین کی غلط بیانیوں سے نفرت و وحشت تھی وہ بہت حد تک گھٹ گئی۔ لوگوں میں اسلام کے متعلق ایک دلچسپی کی مستفسرانہ روح پیدا ہو گئی۔ دراصل کام کرنے کا

وقت اب آگیا۔ آج تک تو ہمارا وقت غلط بیانی اور اخراجات کے اندفاع میں گذرا۔ گویا ہماری راہ جو خس و خاشاک تھی۔ اس کے دور کرنے میں ہماری زبان و قلم مصروف رہے۔ اور میں تو اسے بھی فضل ہی سمجھتا ہوں کہ اس قلیل سے قلیل عرصے میں یہ بھاری کام بہت حد تک انجام پا گیا +

میری اس بیماری نے جو مشن کو مالی نقصان پہنچایا۔ اس سے مجھے یہ تو سمجھ آگئی۔ کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ جتنی بھی جلدی ہو سکے دو کام کر دیئے جائیں۔ ایک تو کافی ذخیرہ اسلامی ادبیات (مسلم لٹریچر) کا انگریزی زبان میں مہیا ہو جائے۔ دوسرا اس لٹریچر کی مستقل اشاعت کے لئے مستقل سامان ہو۔ مسلم مشن ووکنگ کی موجودہ آمدنی وہ بھی کسی تکلیف کے ساتھ اس کے اخراجات جاریہ کی متکفل ہوتی ہے۔ جیسے کہ ماہوار نقشہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ابھی تک خود محتاج اضافہ ہے۔ اور اس قابل نہیں۔ کہ اس میں سے کچھ رقم بچا کر مسلم ادبیات کے لئے الگ کیا جائے۔ اس ادبیات کی ایک شاخ اسلامک ریویو ہے۔ اس کا مستقل قیام ایک طرح مشن کا قیام ہے۔ تبلیغ اسلام کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ مسلم اقتصادی حالت اس وقت اس کی متحمل نہیں۔ کہ مبلغین کی تعداد میں توسیع ہو۔ اگر ایسا ہو تو اس سے بہتر کیا ہے۔ لیکن قوم کی موجودہ مالی حالت کو دیکھ کر مجھے عملہ مبلغین کا بڑھانا محالات سے نظر آتا ہے۔ بالمقابل یہ زمانہ قلم کا ہے پریس سے جو کام بذریعہ ڈاک نکلتا ہے۔ اس کا عشر عشیر بھی زبان یا وعظ و لیکچر سے حاصل نہیں ہوتا۔ پھر جو قلم کو خدا تعالےٰ نے پائدار تاثیر بخشی ہے۔ وہ زبان کو حاصل نہیں۔ اسلئے مجھے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ کہ میں ایک طرف تو اسلامک ریویو کے لئے مستقل سرمایہ کا تہیہ کروں۔ جس سرمایہ کی آمد اس مجلہ اسلام کو ہمیشہ کیلئے زندہ رکھے میرے بعد یہ کسی ہاتھ میں رہے لیکن عدم سرمایہ کے باعث اس کی زندگی کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ دوسرا ایک پائدار لٹریچر مہیا کیا جائے +

مشن کے مالی انتظام سے میں نے قریب قریب آغاز مشن سے تعلق نہیں رکھا۔ سنہ ۱۹۱۹ء سے لیکر ایک سال کے سوا یہ انتظام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہاتھ رہا ہے۔ مشن کی تبلیغی پالیسی جو ابتدا سے آج تک فرقی تنازعات سے الگ رہی ہے۔ وہ میرے ہاتھ میں ہی رہی۔ اور انشاء اللہ ایسی ہی رہیگی۔ مشن کی کامیابی کا یہی ایک راز ہے۔ انجمن مذکورہ گو ایک خاص فرقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن اس کے ارباب حل و عقد ان معاملات میں بھی فرقی خصائص سے الگ رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے ہاتھ میں مشن کا صرف مالی انتظام ہے۔ مشن کی آمد انجمن کی آمد کا حصہ نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ آمد انجمن کی تحویل سے ماتحت امپیریل بنک لاہور میں جمع ہوتی ہے۔ اخراجات کے لئے مشن کمیٹی کو سالانہ بجٹ کے ماتحت چلنا پڑتا ہے۔ الغرض اس معاملے میں صرف امانت و دیانت کا سوال ہے۔ اور یہ نہیں جیسا کہ اس امر پر انجمن مذکور کسی شاخ یا شعبہ کے ماتحت ہو۔ علاوہ ازیں مشن کی آمد و خرچ ماہ بماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو جاتی ہے +

اب اسلامک ریویو اور مسلم ادبیات کا سوال ہے مسلم ادبیات کے متعلق تو ایک ٹرسٹ بن چکا ہے۔ اور وہ رجسٹرڈ بھی ہو چکا ہے جس کا ذکر وقتاً فوقتاً ان صفحات میں آ چکا ہے۔ ریویو میری ذاتی ملکیت ہے لیکن اس کا منافع بھی مشن کی امداد سے وضع ہے۔ اس کے متعلق بھی میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ اس کی ملکیت بھی خاص شرائط کے ساتھ کسی رجسٹرڈ جماعت کے نام منتقل کر دی جائے۔ اس وقت بھی ریویو کا نظم و نسق اور اس کی آمد و خرچ بغرض انتظام انجمن مذکورہ کے ہاتھ ہے۔ لیکن ریویو کی موجودہ مالی صورت اس کے مستقل قیام کے لئے اطمینان بخش نہیں رہی۔ یا بھوپال یا ایک دو اور جگہ سے اس ریویو کو مستقل امداد ملتی ہے۔ باقی اس کی خریداری ہے جو طبعاً مدوجزر میں رہتی ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے۔ کہ اس کا سرمایہ مستقل شکل اختیار کرے۔ الف مسلم لٹریری ٹرسٹ کے رجسٹرڈ ہونے پر جس کا سرمایہ بعد از وضع اخراجات سالگزشتہ اس وقت بتیس ہزار کچھ اوپر ہے۔ مجھے مشن اور ریویو کیلئے ریزرو فنڈ کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ سنہ ۱۹۲۵ء کے اخیر میں ایک فنڈ موسوم بہ مسلم مشن ووکنگ ریزرو فنڈ کھولا گیا جو سنہ ۱۹۲۶ء تک پانچ ہزار سے اوپر تک جمع ہو گیا لیکن اس کے بعد میری بیماری کے باعث اس فنڈ میں کوئی معتدبہ ترقی نہ ہو سکی اور اس بیماری کے باعث آج تک ریویو کے لئے کسی ریزرو فنڈ کا انتظام نہ ہو سکا۔ جس کا فکر میں اب کرتا ہوں۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ مجھے اس قدر مہلت دے۔ کہ میں ان تینوں مستقل فنڈوں کو اچھی حالت تک پہنچا کر معتبر ہاتھوں میں ان فنڈوں کو چھوڑ جاؤں۔

ٹرسٹ مذکور کا اس سال کا بیلنس شیٹ بعد از منظوری ٹرسٹیاں چھاپ دیا جائیگا۔

اس سفر بنگال میں میں نے بعض ایسے دوستوں سے اس معاملے میں گفتگو کی جنہیں مغرب میں اشاعت اسلام کے سوال کے ساتھ گہری دلچسپی ہے۔ انھوں نے نہ صرف ان تینوں کاموں کے لئے ایک پائدار سرمایہ کا ہونا ضروری سمجھا۔ بلکہ ان سرمایوں کے لئے امداد کا بھی حتمی وعدہ فرمایا۔ ان میں سے بعض اصحاب بالخصوص قابل شکریہ ہیں۔ جناب ڈاکٹر شفاعت احمد صاحب ایل۔ ایم۔ سی۔ سید عبدالرؤف صاحب پنشنر جج۔ ڈاکٹر محمد سلیمان صاحب جج ہائیکورٹ الہ آباد۔ نواب محمد یوسف خان صاحب منسٹر کونسل یو۔ پی۔ شاہ مصطفےٰ احمد صاحب رئیس گیا آنریبل عبدالکریم صاحب غزنوی رئیس کلکتہ۔ نواب وحید علی خان صاحب پنجاب رئیس مشرقی بنگال مسٹر عبدالرشید صاحب مہتمم نواب صاحب عنقریب میں اس امر پر ایک مفصل تحریر شائع کرنیوالا ہوں۔ اس سفر میں کچھ مالی امداد بھی ہوئی جو حسب ذیل ہے۔ سید عبدالرؤف صاحب ۲۰ سنہ وعدہ صد روپیہ ڈاکٹر محمد سلیمان صاحب وعدہ یک صد سنہ شاہ مصطفےٰ احمد صاحب یک صد تیس روپے ۲۳ اور احباب بنگال تین سو تینتالیس روپے۔

از نواب احمد علی خان صاحب ہمپٹی دو ہزار (۲۰۰۰) - ایک تقریر کے موقع پر جو غزنوی کی صدارت میں نواب صاحب موصوف کے اہتمام سے ہوئی - ایک ہزار ایک سو چوالیس روپے دس آنے چھ پائی ہوئی - ایک انگشتری جس کی قیمت غالباً پانچ چھ روپے ہوگی - اس طرح یہ رقم تین ہزار آٹھ سو سترہ روپے - دس آنے - چھ پائی بنتی ہے نواب صاحب موصوف نے مبلغ پانصد روپیہ سالانہ کی مستقل امداد کا بھی وعدہ فرمایا - جو مشن اور ریویو کی امداد میں جاویگی - رقم ٹنگائش کے سوا باقی کُل کی کُل مستقل سرمایہ کیلئے ہے - ہاں آنریبل سر غزنوی نے اس بات کی بھی سفارش کی - کہ اسلامک ریویو یہاں کے یورپین اوفیشل جماعت میں تقسیم ہو - آپ کا یہ خیال نہایت ہی قیمتی خیال ہے - عام اس سے کہ یہ جماعت اسلام کیطرف مائل ہو - اس سے ہماری قوم کا فائدہ ہے کیونکہ حکام وقت ہمارے مذہب سے بھی خیال واقف ہیں - اور میرا تو ذاتی تجربہ ہے - کہ جو غیر مسلم بھی اسلامی تعلیم سے واقف ہوگا - ہمارے متعلق اس کا نکتہ خیال بدل جائیگا - اور اس کے طرز عمل میں ایک مفید تبدیلی واقع ہوگی - لہٰذا رقم بالا میں سے چار سو چوالیس روپے میں نے ریویو کی مد میں ڈال دیئے جس کے مقابل کا پیاں ریویو کی افیشل کلاس میں مفت تقسیم ہونگی - ان کی فہرست کا ایک حصہ ہمیں پہنچ چکا ہے - باقی فہرست بھی کلکتہ سے آنیوالی ہے - اس سفر میں بطور سفر خرچ تین صد - ۱۰ آنے خرچ ہوئے - اور تیس روپے پہلے خزانہ مشن میں جمع ہو چکے ہیں - اس طرح آج تک رقم ۶ - ۱۰ - ۳۸۱۷ میں ۶ - ۱۰ - ۳۶۰ منہا کر کے باقی رقم ۳۴۵۷ کو بصورت ذیل تقسیم کر دیا

مشن ----- ۳۴۴ روپیہ ریویو چار سو چوالیس روپے لائیڈ بینک لاہور میں بشکل فکسڈ ڈپوزٹ بطور مستقل سرمایہ ریویو جمع ہوئے ۳۰۱۳ تین ہزار تیرہ روپے - بیس سو پچاس روپے -

ضلع سینگھ - ایک مخلص دوست جو وہاں کے مفصلات میں قاضی کے عہدے پر ہیں - اور ان کا نام مجھے بھول گیا مبلغ ۵۰ الگ امداد مشن میں دیئے - جو رقم بالا سے الگ ہے +

خواجہ کمال الدین

# حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہدنامہ عتیق کے اندر

از قلم پروفیسر عبدالاحد داؤد صاحب - بی - ڈی

## داؤد اُس کو میرا آقا کہہ کر پکارتا ہے

جناب داؤد کی سوانح: آپ کی پیشگوئیاں اور آپکے کارنامے عہدنامہ عتیق کی دو کتابوں سموئیل اور سلاطین کے اندر پائے جاتے ہیں + آپ یسی کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے - اور یہوداہ کی قوم سے تعلق رکھتے تھے - ابھی آپ چھوٹی عمر کے گذریا ہی تھے - کہ آپنے ایک ریچھ کو جان سے مار ڈالا - اور ایک شیر کو پھاڑ کے دو ٹکڑے کر دیئے + آپ کی

Judah

بہادری کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ گولی ایتھ جو کہ ایک فلسطینی جرنیل تھا۔ اُس کی پیشانی میں ایک چھوٹا سا پتھر ایسے زور سے مارا۔ کہ دوسری طرف نکل گیا۔ اور اس عمل سے آپ نے اسرائیل کی فوج کو بچایا۔ آپ کی بہادری کا ایسا جوہر دکھانے کا بہترین انعام یہ تھا۔ کہ مائیکل کے ساتھ جو کہ بادشاہ سال کی بیٹی تھی۔ آپ کی شادی ہوگئی جناب داؤد مزامیر خوب بجاتے تھے۔ اور بہت اعلیٰ لحن رکھتے تھے۔

سال کے فوت ہونے پر لوگوں نے داؤد کو عنانِ حکومت ہاتھ میں لینے کیلئے طلب کیا۔ اور تختِ شاہی آپ کے پیش کیا۔ جس کیلئے بہت عرصہ پیشتر سموئیل نبی نے ان کو نامزد کیا ہوا تھا۔ ہبران میں آپ تقریباً سات سال تک حکمرانی کرتے رہے۔ آپ نے جیبوسائٹ لوگوں سے لے کر یروشلم اپنے قبضہ میں لیلیا۔ اور اس کو اپنی سلطنت کا دارالحکومت بنایا۔ اس کی دو پہاڑیاں موریا اور سائن تھیں۔ یہ دونوں لفظ ایک ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ اور ان کی اہمیت وہی ہے جو کہ مکّہ کے اندر مروا اور صفا کی۔ جناب داؤد کی لڑائیاں آپ کی خاندانی تکالیف۔ یہ تمام واقعات آپ کے عہد زمانہ کے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض واقعات ایسے ہیں۔ جو ایک دوسرے کے مخالف اور متضاد ہیں۔ اور اس کی وجہ دو مختلف اور مخالف ذرائع حالات ہیں +

جناب داؤد کا وہ گناہ جو اوریا اور اس کی بیوی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا قرآن میں اشارہ تک نہیں۔ قرآن مجید کی یہ ایک خوبی ہے۔ کہ وہ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ تمام انبیاء معصوم تھے۔ قرآن مجید ان انبیاءٔ کے ذمہ کوئی عیب نہیں لگاتا۔ اور اس امر میں قرآن مجید اور بائبل میں ایک فرق بیّن ہے۔ مثلاً جناب داؤد کا وہ گناہ جس کا بائبل میں ذکر ہے۔ اس کی شریعت موسوی کی رُو سے سزا موت ہے۔ اور یہ ایک ایسا گناہ ہے۔ کہ انبیاء جو خدا کے برگزیدہ ہوتے ہیں۔ ان کا معاملہ تو درکنار ہم کسی معمولی انسان کے ذمہ لگانا بھی نہایت قبیح سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک جناب داؤد کے متعلق جو بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ ایک گناہ کے مرتکب ہوئے اور اس پر دو فرشتے ان کو اس گناہ کے متعلق تنبیہ کرنے کیلئے نازل ہوئے درست نہیں۔ اور مسلمانوں کے سمجھدار طبقہ نے ہمیشہ اس خیال کی تردید کی ہے۔ چنانچہ امام رازی کا قول ہے کہ اکثر علماء اور بہت سے ایسے لوگوں نے جنھوں نے احقاق حق سے کام لیا ہے۔ ان کی یہی رائے ہے۔ کہ جناب داؤد کا یہ قصہ درست نہیں۔ اور قرآن مجید کے اندر جو الفاظ استغفار، غفران کے وارد ہوئے ہیں۔ ان سے ہرگز یہ امر ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت داؤد کسی قبیح گناہ کے مرتکب ہوئے تھے۔ کیونکہ استغفار کے معنے ہیں۔ حفاظت طلب کرنا اور جناب داؤد خدا سے حفاظت طلب کرتے ہیں کیونکہ وہ دیکھتے تھے۔ کہ ان کے دشمن اُن کی مخالفت پر سخت تلے

بیٹھے تھے۔ اور عزان سے مُراد محض اپنے معاملات کی اصلاح اور درستی مطلوب ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جناب داؤد جو کہ ایک بہت بڑے حاکم تھے۔ وہ اپنے دشمنوں پر پورا پورا تسلط اور ضبط قائم رکھنے پر بشکل کامیاب ہوتے تھے۔ عہد نامہ عتیق کے اندر یہ امر مشرح نہیں ہے۔ کہ جناب داؤد کو منصب نبوت کب عنایت ہوا۔ ہم یہ ضرور پڑھتے ہیں۔ کہ جناب داؤد کے دونوں گناہ کے ارتکاب کے بعد ناتن نبی کو خدا نے ان کی سزا دہی پر مامور فرمایا۔ بیشک ان کی زندگی کے پچھلے ایام تک ہم اُن کو دوسرے انبیاء کے ساتھ اختلاط رکھتے ہوئے پاتے ہیں۔ تو اب بائبل کے بیانات کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ کہ منصب نبوّت آپ کو اس وقت ملا جبکہ آپ اپنے گناہ سے تائب ہو چکے تھے +

میں نے اپنے کسی سابقہ مضمون میں لکھا تھا۔ کہ جبکہ سلطنت دو ایسی خود مختار ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔ جو اکثر ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار رہتی تھیں۔ تو دس قبیلے جن سے اسرائیلی سلطنت بنی ہوئی تھی۔ وہ ہمیشہ داؤد کے خاندان سے عناد رکھتے تھے۔ اور وہ باستثناء تورات کے عہد نامہ عتیق کی کسی دوسری کتاب کو نہیں مانتے تھے۔ اس اسرائیلی سلطنت کے زوال اور ان دس قبیلوں کے اسیر بابل میں چلے جانے کے بعد کا یہ واقعہ ہے۔ کہ نبیوں نے داؤد کے گھرانے میں کسی ایسے شہزادہ کے آنے کی پیشگوئی شروع کی جو جلدی ہی تمام قوم کو برسراقتدار کرنے اور دشمنوں کو زیر نگین کرنے میں کامیاب ہوگا۔ ان بعد میں آنیوالے نبیوں کی تقریروں اور تحریروں کے اندر بہت سی ایسی متشابہ عبارات ہیں۔ جن میں مقدسین کلیسیہ کی تو بہت مدحت سرائی کی گئی ہے لیکن جناب مسیح کے متعلق مجمل اور کچھ نہیں بیان کیا گیا

ان میں سے دو پیشگوئیاں میں بالاختصار بیان کروں گا۔ پہلی پیشگوئی آسعیاہ[۱] باب ہفتم آیت ۱۴ میں درج ہے بیان وہ فرماتے ہیں۔ "ایک عورت جو پہلے ہی بچے سے حاملہ ہوگی بچہ جنیگی۔ اور تو اس کا نام عمانوایل رکھیگا" عبرانی لفظ عالماہ[۲] کے معنے کنواری کے نہیں۔ جیسا کہ عام طور پر عیسائی مفسرین کا خیال ہے۔ اور اسی لئے وہ جناب مریم صدیقہ پر اس کو منطبق کرتے ہیں لیکن اس کے معنے ہیں۔ ایک قابل شادی عورت عبرانی لفظ "کنواری" کے لئے بلوتھا[۳] ہے۔ پھر بچہ کا نام عمانوئیل ہے۔ جس کے معنے ہیں "خدا ہمارے ساتھ ہے" سینکڑوں عبرانی نام ایسے ہیں۔ جو کہ ایل اور کسی دوسرے اسم سے مرکب ہیں۔ نہ تو آسعیاہ نہ بادشاہ آہواز اور نہ کسی یہودی نے کبھی یہ خیال کیا کہ یہ موعود بچہ خود ہی خدا ہمارے ساتھ ہوگا۔ انھوں نے اس کے سوائے اور کبھی کچھ خیال نہیں کیا۔ کہ اس کا نام ایسا ہوگا لیکن اصل عبارت کے سیاق و سباق سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

[۱] Isaiah [۲] Almah [۳] Blutha

کرا ہاز تھا جو کہ لڑکے کا یہ نام رکھیگا۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس بچے والی عورت کو جانتا ہے۔ اہاز وغیرہ میں تھا۔ اس کے دشمن یروشلم پر سخت زور ڈال رہے تھے۔ اور یسعیاہ اس سے ایک نشان دکھا کر گیا تھا۔ اور وہ نشان تھا ایک حاملہ عورت جو دنیا کے اندر سات سو سال بعد آئیگی۔ نہ کہ کنواری مریم کا +

اب یہ بچے کی پیشگوئی جو اہاز کے عہد میں پیدا ہوگا۔ بہت صاف اور سادہ ہے۔ لیکن اس کے سمجھنے کے متعلق بھی انجیل متی کے مصنف نے غلطی کی ہے متی ۱/۲۳ جیسز کا نام جبرئیل فرشتہ نے دیا تھا۔ متی ۱/۲۱ اور آپ کو کبھی عمانوئیل نہیں پکارا گیا۔ علیٰ ہذا زکریا ۹/۹ کی پیشگوئی سمجھنے میں پہلی انجیل کے مصنف نے غلطی کی ہے۔ زکریا نبی کہتا ہے۔ اے سائن کی دختر! بہت خوش ہو! اے یروشلم کی بیٹی خوشی کے نعرہ لگا۔ دیکھ! بادشاہ تیرے پاس آرہا ہے۔ وہ بہت نیکوکار ہے۔ اور نجات اس کے ساتھ ہے وہ غریب مزاج ہے۔ اور ایک دراز گوش پر جو کہ ایک الھڑ اور بچہ ہے۔ اور جو دراز گوشہ کا بیٹا ہے اس پر سوار ہے اس فقرہ کے اندر شاعر نے محض ایک دراز گوش کی کیفیت بیان کرنا چاہا ہے۔ کہ یہ ایک چھوٹی عمر کا دراز گوش ہے اور جس پر بادشاہ سوار ہے۔ یہ کہ کر اسی الھڑ دراز گوش کی نسبت لکھا ہے۔ کہ وہ دراز گوشہ کا بچہ ہے یہ محض ایک ہی دراز گوش ہے جو کہ عمر میں ابھی چھوٹا اور الھڑ ہے۔ اب غور فرمائیے۔ کہ متی میں یہ فقرہ اس طرح سے شعر کے اندر بیان کیا گیا ہے۔ کہ

" سائن کی بیٹی سے کہ دو۔ کہ دیکھو تیرا بادشاہ تیرے پاس آرہا ہے۔ وہ غریب مزاج کا ہے۔ اور ایک دراز گوشہ پر سوار ہے (اور نہ صرف دراز گوشہ پر) بلکہ ایک الھڑ بچہ دراز گوش پر جو کہ ایک دراز گوشہ کا بچہ ہے" +

آیا وہ شخص جس نے مندرجہ بالا شعر لکھے وہ بات کو مانتا تھا یا نہیں مانتا تھا۔ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام یروشلم میں شان و احترام سے داخل ہوئے اس وقت وہ ایک ہی وقت کے اندر ایک دراز گوشہ پر اور اس کے الھڑ بچے پر سوار تھے۔ اور اس طرح سے وہ ایک اعجاز نمائی کا موجب بن رہے تھے اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ یہاں یہ سوال ہے۔ گو اس میں شک بھی نہیں۔ کہ اکثر مقدسین عیسویت ایسا ہی یقین رکھتے تھے اور نہ اُن کو یہ بات کبھی سوجھی کہ اس قسم کا نظارہ مناسب حال نہیں ہو سکتا۔ ہاں لوقا نے اس امر کے متعلق احتیاط سے کام لیا ہے۔ اور وہ اس غلطی میں مبتلا نہیں ہوا جس میں متی مبتلا ہوا ہے۔ یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیا یہ دونوں مصنف ایک ہی روح اقدس سے الہام دیئے گئے تھے +

زکریا۔ یہودیوں کی قید سے واپسی پر ایک بادشاہ کے آنے کی پیشگوئی کرتے ہیں۔ گو وہ غریب مزاج اور حلیم الطبع ہے۔ اور ایک گدھا زکوش پر سوار ہے۔ تاہم وہ نجات کے ساتھ آ رہا ہے۔ اور وہ "خدا کے گھر" کو دوبارہ بنائیگا۔ وہ یہ پیشگوئی اس وقت کرتا ہے جبکہ یہودی اس مقدس گھر کو اور تباہ شدہ شہر کو دوبارہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کے قرب و جوار میں رہنے والے لوگ ان کے خلاف ہیں۔ تعمیر کا کام روک دیا جاتا ہے حتٰی کہ دارا شاہ فارس اس کی تعمیر کا حکم نافذ کرتا ہے +

اگرچہ کوئی یہودی بادشاہ چھ سو سال قبل مسیح نہیں ہوا۔ تاہم ان کی خود مختار سلطنتیں غیر حکمرانوں کے ماتحت تھیں۔ جس نجات کا اس پیشگوئی مندرجہ بالا میں ذکر ہے۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ یہ مادی اور فوری ہے۔ اور ایسی نہیں کہ ۵۰۰ سال بعد میں آئے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ یروشلم میں ایک ہی وقت میں دو دو گدھوں پر سوار ہو کر داخل ہو گئے محض اس لئے کہ یہودیوں اور ان کے رومی حکمرانوں سے گرفتار ہو کر صلیب پر لٹکائے جائیں۔ جیسا کہ موجودہ انجیلوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ان ہمارے یہودیوں کے لئے جو کہ ایک تباہ اور برباد شدہ شہر کے اندر دشمنوں سے گھرے ہوئے تھے کوئی تسکین اور اطمینان کا موجب نہیں ہو سکتا۔ بالآخر ہم لفظ بادشاہ سے ان کے اعلیٰ سرداروں یعنی زرو بابل عزرا یا نحمیاہ میں سے کسی ایک کی مراد لے سکتے ہیں +

ان دونوں مثالوں کے بیان کرنے سے میری یہ مراد ہے کہ تا کہ ہمارے وہ مسلمان بھائی جو کہ یہودی کتب سے آگاہ نہیں ان کو معلوم ہو سکے کہ عیسائیوں نے نبیوں کی پیشگوئیاں سمجھنے میں کس طرح غلطی کا ارتکاب کیا ہے +

اب میں جناب داؤد کی پیشگوئی کا ذکر کرتا ہوں :-

"یاہ واہ نے میرے ایڈان سے کہا۔ میرے داہنی طرف بیٹھ تا۔ حتٰی کہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے پائدان بناؤں +"

داؤد کا یہ شعر سام نمبر ۱۱۰ میں مندرج ہے۔ اور متی نے ۲۲ : ۴۴ مرقس نے ۱۲ : ۳۶ میں اور لوقا نے ۲۰ : ۴۲ میں بیان کیا ہے۔ تمام کتابوں کے اندر دو نام جو پہلے مصرع میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے "خداوند نے خداوند سے کہا"۔ اس میں شک نہیں کہ اگر پہلا خداوند خدا سے بزرگ و برتر ہے۔ تو دوسرے خدا کے ماننے بھی خدا سے واسطہ ہے۔ ایک عیسائی پادری کہتا ہے اس کو زیادہ موقع اور اس کو زیادہ نہیں کوئی دلیل

ایک طرف خدا کی محبت کی آگ شعلہ زن تھی۔ تو دوسری طرف مخلوق خدا سے ہمدردی سے آپ کا دل مملو تھا آپ نے اس مسئلہ کو بغیر حل کئے۔ اور اس سوال کو جواب دئیے بغیر نہیں چھوڑا۔ کلیسیہ کی انجیلیں اس سوال کا جواب کہ "داؤد کا آقا کون تھا؟" جو جناب مسیح نے دیا بیان نہیں کرتیں۔ ہاں برنباس کی انجیل بیان کرتی ہے۔ کلیسیاؤں نے اس انجیل کو مردود قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس کا بیان نازل شدہ کتابوں کے مطابق ہے۔ اور کیونکہ جناب مسیح کے مشن کی نوعیت کے متعلق اس میں واضح واضح باتیں درج ہیں۔ اور اس لئے کہ جناب مسیح کے اصل الفاظ جو آپ نے حضرت محمد صلعم کے متعلق فرمائے اس میں لکھے ہوئے ہیں۔ اس انجیل کی ایک جلد آسانی سے مل سکتی ہے۔ اس کے اندر جناب مسیح کا جواب آپ کو ملیگا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ خدا اور ابراہیم کے درمیان جو عہد تھا۔ اسماعیل سے متعلق تھا۔ اور یہ کہ وہ "نہایت شاندار تعریف کیا گیا (محمد) اسماعیل کی اولاد میں سے ہوگا۔ اور اسحاق کی اولاد میں سے جو داؤد کی نسل سے ہے نہیں ہوگا۔ جناب یسوع نے اکثر اور بار بار حضرت محمد صلعم کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے حضور صلعم کی روح پاک کو آسمان پر دیکھا تھا۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ کسی اور موقعہ پر اس بائبل کے متعلق کسی قدر بسط کے ساتھ لکھوں گا +

اسمیں کلام نہیں۔ کہ جناب دانیال نے برناشا سے عظم یعنے محمد رسول اللہ صلعم کو مکاشفہ کے اندر جس آنکھ سے دیکھا۔ اسی نبیوں والی آنکھ سے جناب داؤد نے دیکھا۔ یہ وہی عظیم الشان اور محمود خلائق انسان ہے۔ جس کو نبی یوحنا نے اپنے مکاشفہ میں دیکھا۔ اور جس کی نسبت فرمایا۔ کہ وہ نبی نوع انسان کو طاغوتی طاقتوں سے رہائی دلانے کا موجب ہوگا۔ آؤ ذرا اس امر کی جستجو کریں۔ کہ کیا جناب رسالتمآب کی ذات برکات ہی ہے جس کو جناب داؤد "میرا آقا یا میرا اڈن" کہہ کے پکارتے ہیں۔ یہ بات کہ جناب سرور کائنات ہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں کئی وجوہات کی بناء پر ثابت کی جا سکتی ہے۔ جناب کو سید المرسلین کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ اور "ایڈن آف پرافٹس" کے بھی یہی معنے ہیں۔
عہد نامۂ عتیق کے یہ الفاظ اس قدر واضح ہیں۔ کہ ان لوگوں کے فہم و فراست جو ان کو سمجھنے سے عاری ہیں۔ رہ رہ کے تعجب آتا ہے۔
اب ذیل میں کسی قدر تشریح کے ساتھ ان دلائل کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کی رُو سے پیشگوئی بالا کے مصداق محض حضرت ختم المرسلین فضل النبیین جناب محمد رسول اللہ صلعم ہی ٹھیر سکتے ہیں۔

الف۔ خدا اور اس کی مخلوق کے نزدیک سب سے بڑا "ایڈن" وہ شخص نہیں ہو سکتا۔ جو کہ بہت بڑا فاتح ہو۔ یا خلق خدا کے اندر سیفک الدما کا مصداق بن کر سب سے زیادہ خونریزی اور مردم کشی کا موجب ہو۔ نہ ہی ایسا شخص اس عظیم الشان خطاب کا مستحق ہو سکتا ہے۔ جو کہ تعلقات دنیوی سے کنارہ کش ہو کر اپنی زندگی کسی غار کے اندر صرف کرتا ہے۔ اور محض اپنے تزکیہ نفس اور اپنی نجات کے حصول کیلئے تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتا ہے۔ بلکہ اس کا مستحق وہی اور محض وہی ہو سکتا ہے جو کہ

مخلوق خدا کی سب سے زیادہ خدمت اور سب سے زیادہ بھلائی کرتا ہے۔ اور خدائے واحد کے عطا کردہ علم کی روشنی کے نیچے اُن کو لاتا ہے۔ اور طاغوتی طاقتوں کا قلع قمع کرتا اور دنیا کے اندر تمام شیطانی معبودوں اور تمام شیطانی کاموں کی بیخکنی کر دیتا ہے۔ ذات پاک حضرت سرور کائنات ہی تھی جس نے نبی کے سر کو کچلا اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید بجا طور پر شیطان کو ابلیس یعنی کچلا ہوا کہہ کے پکارتا ہے۔ آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے خانہ کعبہ کے متبرک مقام کو اور تمام ملک عرب کو بتوں سے پاک صاف کر دیا۔ اور عربوں کو جو جاہل اور بت پرست تھے۔ نور ہدیٰ سے معمور کر دیا۔ اور اُن کو وہ اعلےٰ اور عمدہ مذہب دیا کہ جس سے ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور اُن کو دنیا کے اندر ایک با اقتدار قوم بنا دیا۔ عرب خود اس طرح سے منور ہوئے۔ غرضیکہ خدمت خدا کے بارہ میں حضرت سرور کائنات کی کامیابی بےنظیر ہے۔ اور اس کی مثال صفحہ ہستی پر نظر نہیں آتی۔ انبیاء اولیاء اور شہداء خدا کا لشکر ہیں۔ شیطانی طاقتوں کے مقابلہ میں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے مسلمہ طور پر سپہ سالار اعظم ہیں۔ آپ ہی اور محض آپ ہی پرجو داؤد کے آقا اور ایڈن ہیں۔ اور نہ صرف داؤد کے ہی بلکہ جملہ مرسلین کے آپ آقا و مالک ہیں۔ کیونکہ آپ کے دست مبارک سے ہی یہ عظیم الشان کارنامے منصہ شہود پر آئے کہ فلسطین اور اُن تمام ملکوں سے جہاں جناب ابراہیم علیہ السلام کا گذر ہوا بت پرستی کی لعنت سے پاک صاف کر دیا۔ اور اُن کو غیر کی حکومت سے آزاد کر دیا۔

(۲) چونکہ جناب مسیح علیہ السلام اقرار کرتے ہیں۔ کہ وہ داؤد کے آقا نہیں ہیں۔ تو اب انبیاء کی صف کے اندر اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔ جو کہ جناب داؤد کا آقا کہلا سکے۔ اور جبکہ ہم اُس تغیر کا جو جناب سرور کائنات فرزند رشید حضرت اسمٰعیل کے وجود سے دنیا کے اندر معرض ظہور میں آیا ہزاروں نبیوں کے کارناموں سے بحیثیت مجموعی مقابلہ کرتے ہیں۔ تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ صرف محمد رسول اللہ ہی ہیں۔ جو کہ ایڈن کے قابل فخر اور شاندار خطاب کے مستحق ہو سکتے ہیں +

(۳) جناب داؤد کو کیونکر علم ہوا کہ یاواہ نے ایڈن سے کہا ہے۔ کہ تو میرے داہنی طرف بیٹھ جتنے کہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے ایک پائدان بنا کر رکھ دوں۔ اور جناب داؤد نے خدا کی کلام کب سُنی؟ جناب مسیح خود اس کا جواب دیتے ہیں کہ داؤد نے روحانی رنگ میں یہ لکھا ہے۔ اس نے ایڈن محمدؐ کو دیکھا۔ اسی طرح جس طرح کہ دانیال نے اس کو دیکھا تھا۔ اور سینٹ پال نے بھی دیکھا تھا۔ اور کئی اور نے دیکھا تھا بے شک یہ راز کہ تو میرے داہنی طرف بیٹھ جا۔ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے۔ لیکن ہم آسانی سے خیال کر سکتے ہیں۔ کہ یہ اعزاز جو جناب ذات رسالت پناہ کو حاصل ہوا۔ اور آپ خدا کے تخت سے دائیں طرف بیٹھے۔ اور اس طرح سے

آپ کو اذان کا منصب نصیب ہوا۔ یہ حضور کو شب معراج کو حاصل ہوا۔

(۴) صرف ایک بڑا اعتراض جو محمد رسول اللہ کے مقدس اور الٰہی مشن کے خلاف بیان کیا جاتا ہے۔ وہ تردید ہے اصول تثلیث کی جو آپ نے کی لیکن عہد نامہ عتیق کے اندر اللہ کے سوائے کسی اور خدا کا نام نہیں اور داؤد کا آقا کسی تثلیثی خدا کے داہنی پہلو میں نہیں بیٹھا۔ بلکہ ایک ہی خدائے واحد وقہار کے پہلو میں۔ لہٰذا اُن انبیاؤں میں سے جو کہ خدا پر ایمان رکھتے اور اسکی خدمت کرتے تھے۔ آپ اسقدر بڑی شان والے تھے۔ کسی نے اس قدر عظیم الشان خدمت خدا اور مخلوق خدا کی نہیں کی جسقدر کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

اللّٰھم صلی علی محمد وعلی اٰل محمد وبارک وسلم +

# چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

جناب بی ای سیر رقمطراز ہیں۔ کہ عیسائیت نے اسلامی تعلیم کے بالکل برعکس تعلیم عورت کے متعلق دی ہے۔ اور یہ کہ خود جناب مسیح صنف نازک کی بہت عزت و احترام کرتے تھے عیسائی ممالک کی عورتوں نے کماحقہ ہرگز نہیں سمجھا کہ جناب مسیح اور آپ کی تعلیم کا کس قدر احسان ان پر ہے۔ مسیح ہی درحقیقت متاہل زندگی کی اصلی مسرت کا بانی تھا اور یہی ایک امر مسلمانوں کے اندر تبلیغ کرنے کا ہمیں حق بجانب قرار دیتا ہے۔ اسلامی ممالک کے اندر ہزاروں ایسے اشخاص تھے۔ جو درحقیقت اندر ہی اندر مسیحی معتقدات کے ماننے والے تھے اور انھیں اپنے عتقادات کو اس لئے پوشیدہ رکھنا پڑتا تھا کہ وہ تشدد کے خائف تھے باوجود اس کے کئی ایسے تھے جو ان تکالیف کا سامنا کرنے کیلئے ہمہ تن تیار تھے۔ اور ان کے استقلال اور یقین اور قربانی کی روح کو دیکھ کر عیسائی بھی شرماتے تھے +

اب یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے۔ کہ عیسائی پادری لوگ موجودہ حالات کے اندر جو خوش کن نتائج پیدا ہو کر رہے ہیں ان کا مستحق اجر اپنے آپ کو سمجھتے ہیں۔ اور جو امور برعکس اس کے دل شکنی کا موجب ہو رہے ہیں۔ انکی ذمہ داری سے اپنے آپ کو بری قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آجکل "یورپین" اور "عیسائیت" کے الفاظ کو آپس میں ایسا خلط ملط کیا جاتا ہے کہ گویا وہ بالکل مترادف ہیں۔ اور اسلامی ممالک مثلاً ٹرکی اور افغانستان اور ایران میں جو دور جدید جاری ہو رہا ہے پادریوں کے نزدیک وہ مغربی اور عیسائی اصول کا تتبع ہے +

اِن باتوں کا جواب عصر لائٹ لاہور نے نہایت معقول رنگ میں دیا ہے۔ دیکھو لائٹ ۱۶ اکتوبر سنہ ۱۹۲۸ء جس میں لکھا ہے:۔

ایپیفنی نے عہد نامہ جدید میں سے سینٹ پال کا حوالہ دیکر ظاہر کرنا چاہا ہے کہ عیسائیت میں عورت کی بہت قدر و منزلت ہے۔ اور لکھتا ہے کہ کلیسیہ عورت کی بہت عزت کرتا ہے۔ اور مریم جو ہمارے خداوند کی متبرک والدہ ہے۔ وہ خدا کے لیوں میں سے سب سے بڑی ہستی ہے۔ ہم جناب مریم کی بہت عزت کرتے ہیں کیونکہ وہ عزت کی مستحق ہے۔ اور قرآن مجید نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے لیکن ہر ایک شخص کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خداوند کی متبرک والدہ کن الفاظ سے خود خداوند سے مخاطب کی گئی تھی۔ چنانچہ یوحنا کی انجیل میں ہے۔ "اور یسوع نے اس (مریم) سے کہا "اے عورت مجھے تم سے کیا؟" باب ۲ آیت ۳-۴۔ اور پھر اسی عہد نامہ جدید میں ہی جناب سینٹ پال عورت مرد کے مساوات کے متعلق کیا کہتے ہیں" لیکن میں تم پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ ہر ایک آدمی کا سردار مسیح ہے۔ اور عورت کا سردار آدمی ہے اور مسیح کا سردار خدا ہے ........ کیونکہ مرد عورت سے نہیں بلکہ عورت مرد میں سے ہے۔ نہ مرد عورت کے لئے پیدا کیا گیا تھا بلکہ عورت مرد کے لئے بنائی گئی تھی" بقول سینٹ کرسٹم عورت ایک ضروری برائی ہے" ایک بلا ہے جس کی خواہش کی جاتی ہے۔ ایک مہلک نعیب چیز ہے۔ ایک بدی ہے۔ جو بظاہر خوشنما معلوم ہوتی ہے سینٹ کلیمنٹ آف الیگزینڈریا کہتا ہے" سب سے اعلےٰ یہ کہ یہ امر درست معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم عورتوں کی نظروں سے اوجھل ہیں سینٹ جیرم نے عورتوں کو اس طرح سے ملزم قرار دیتا ہے" تم نے انسان کو جو خدا کی شکل تھا کس آسانی سے تباہ کر دیا تمہاری وجہ سے خدا کے بیٹے کو مرنا پڑا"۔ چھٹی صدی میں میکن کی مجلس کلیسیہ میں یہ بحث زیر غور رہا کہ آیا عورت انسان ہے یا نہیں۔ کارتھیج کی کونسل نے سنہ ۹۱۳ء بعد از مسیح عورتوں کو بپتسمہ لینے بلکہ انکو پڑھنے سے منع کر دیا سوائے اس کے وہ اپنے خاوند کے ساتھ پڑھ سکتی ہے۔ جان ناکس نے ایک دفعہ بیان کیا کہ ...... "عورتوں کی فطرت میں ایسی برائیاں پوشیدہ ہیں۔ جو ناقابل برداشت ہیں پھر وہ کہتا ہے کہ قدرت نے ہی انکو کمزور۔ نازک بے صبر۔ نحیف۔ بیوقوف بنایا ہے۔ اور تجربہ نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ وہ غیر مستقل مزاج متلوّن ظالم اور ان میں عقل و دانائی کی روح مفقود ہے" پھر لکھا ہے۔ کہ بتقاضائے فطرت حسب قول سینٹ پال اور بڑے بڑے متقدمین کے فیصلہ جات کے مطابق خدا نے عورت کو حکم سلطنت اور مردوں پر حکومت کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کے بانی مارٹن لوتھر کی تعلیم عورتوں کے متعلق یہ تھی کہ ان کو محض بچے پالنے چاہئیں۔ گھر کا کام کاج کرنا چاہئے اور اپنے خاوندوں کے تمام احکام کی پیروی کرنی چاہئے سینٹ سائمن سٹائی لائٹیز کی والدہ کئی سال تک اپنے بیٹے کی تلاش میں سرگرداں

رہی۔ تین دن اور راتیں وہ اپنے بیٹے کے دروازے پر اس سے ملنے کی درخواست کرتی رہی لیکن اجازت نہ دی گئی اور جب وہ بھوک اور کمزوری سے جاں بلب ہو گئی! اور جب فوت ہو گئی۔ تو اس کا ولی بیٹا دروازے سے باہر نکلا اور اپنی ماں کی لاش پر چند لفظ دعا کے کہے کثرت الازدواجی کے متعلق مسٹر ملٹن صاحب کہتے ہیں۔ کہ :۔

"کثیر الازدواجی کو نہ تو موسیٰ نے اور نہ مسیح نے بطور مذہبی فریضہ کے کبھی ترک کیا۔ دونوں نے کئی ایک مواقع پر اس کے تعامل پر اپنی مہر تصدیق ثبت کی ہے کثیر الازدواجی کے متعلق جان ملٹن نے لکھا ہے۔ کہ کن وجوہات کی بناء پر ایک ایسے تعامل کو چھوڑا جا سکتا ہے۔ جو نہ تو قابل شرم ہے! اور نہ کسی کے لئے توہین کا موجب ہو سکتی ہے! اور جو کسی شخص کیلئے منع نہیں ہے۔ اور نہ انجیل کے حکم کے خلاف ہے۔ مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کثیر الازدواجی قانون خدا کی رُو سے جائز اور درست ہے، پندرھویں صدی میں سینٹ البانس کی خانقاہ میں راہبین تارکین علانیہ عورتوں کے ساتھ ربط وضبط رکھتے تھے کینٹربری کی سینٹ آگسٹائن کی خانقاہ میں ایک زاہد کے متعلق ہم یہ پڑھتے ہیں۔ کہ ایک گاؤں میں اس کے سترہ بچے ناجائز طریق پر پیدا شدہ رہتے تھے۔ ایک دوسرے زاہد کے متعلق ثابت ہوا تھا۔ کہ ستر سے کم اُس کی لونڈیاں نہیں تھیں + ایک اور صاحب نے خود اقرار کیا تھا۔ کہ دو سو عورتوں کے ساتھ اس کے ناجائز تعلقات تھے۔ جو کہ اس کی نگرانی کے ماتحت رکھی گئی تھیں ہنری ہشتم کے زمانہ میں ایک قانون پارلیمنٹ کا پاس ہوا تھا جس کی رُو سے عورتوں کو عہد نامہ جدید کے پڑھنے سے روک دیا گیا تھا سپنسر نے اپنی کتاب Descriptive Sociology میں لکھا ہے۔ کہ عورتیں انگلستان میں پانچویں صدی سے ۱۱ ویں صدی تک خریدی جاتی تھیں۔ حالانکہ ۱۱ ویں صدی تک کلیسیائی عدالتوں کا قانون تھا کہ ایک خاوند اپنی بیوی ایک اتنے عرصہ تک دوسرے شخص کو دے سکتا ہے۔ جتنے عرصہ کے لئے لینے والے کی مرضی ہو۔ اور بزرین قسم کا وہ حق تھا۔ جو کہ ایک روحانی یا دنیوی حاکم کو ایک غریب کی عورت پر اس کی شادی ہو جانے میں گھنٹوں تک حاصل تھا۔ ۱۵۶۷ء میں سکاٹس پارلیمنٹ نے یہ حکم صادر کیا تھا کہ کسی عورت کو کوئی اختیار نہیں ملنا چاہئے"۔

ان سطور کے پڑھ لینے کے بعد کیا کوئی شخص دیانتداری سے کہہ سکتا ہے۔ کہ عیسائیت نے صنف نازک کیلئے واقعی وہ کچھ کیا ہے جس کا اظہار مسٹر بینز نے اپنے مضمون میں جس کا اقتباس ہم اوپر دے آئے ہیں کیا ہے۔ مسٹر بینز کی مندرجہ بالا تحریر پر ہمیں یہ مصرع یاد آ گیا۔ کہ ؏

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

# سُورۂ فاتحہ کا پڑھنا نمازوں کے اندر کیوں ضروری ہے

مدیر

جب غیر مسلم سیاح اسلامی ممالک میں یہ کہتے ہیں۔ کہ اسلامی نماز ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جس کے اندر روح نہیں کیونکہ اس کے لئے لازمی ہے کہ یہ عربی زبان میں ہی ادا کی جائے۔ تو افسوس ہمارے مسلمان دوست اس قسم کے اعتراضات کا کافی وشافی جواب دینے کی بجائے ان کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں۔ مثلاً مرحوم ومغفور سید امیر علی بالقابہ جو مسلمہ طور پر دین اسلام کے ایک بہت بڑے حامی اور جو کچھ انھوں نے تحفظ اسلام کے بارے میں کیا شاید اب تک کوئی مسلم نہیں کر سکا اور جنھوں نے اسلام کے متعلق بے انتہا غلط فہمیوں کو اور مسلمانوں کے خلاف جو غلط الزامات تراشے گئے تھے ان کا رد کیا۔ وہ اپنی مشہور ومعروف کتاب سپرٹ آف اسلام کے صفحہ ۴۰۰ مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۲۲ء میں فرماتے ہیں۔ اسلام کی اصلاح اس وقت شروع ہوگی۔ جبکہ یہ یقین کر لیا جائے۔ کہ الٰہی الفاظ خواہ کسی زبان میں ترجمہ کر دیئے جائیں۔ ان کے اندر وہی خدائی الفاظ ہونے کی خصوصیت قائم رہیگی۔ اور لوگوں کی نمازیں یا عبادت خواہ کسی زبان میں کریں۔ خداوند تعالیٰ کے ہاں شرف قبولیت حاصل کرینگی +

جناب سید مرحوم ومغفور کے مندرجہ بالا الفاظ آج کل کے مسلمانوں کی ذہنیت کا نقشہ پیش کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ ان تغیر وتبدلات کا نتیجہ ہے۔ جو دنیائے اسلام میں واقع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے خیالات خواہ نہایت نیک نیتی سے ظاہر کئے گئے ہوں لاریب بہت ہی تنگ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے اندر حس مفقود ہوتی ہے جس سے انسان محض وقتی حالات کا مطالعہ نہیں کرتے بلکہ اس کے ان کی نظر دُور تک پہنچتی ہے +

یہ بات درست ہے۔ کہ نماز کو عربی میں ہی پڑھنا چاہئیے۔ اور اس نماز کا نہایت ہی ضروری حصہ جسے جزو لاینفک کہنا چاہئیے سورۃ فاتحہ ہے۔ اب اس سورۃ فاتحہ کو بعینہ نماز کے اندر پڑھنا فرض ہے کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ کوئی نماز بغیر سورۂ فاتحہ کے مکمل نہیں ہے +

اب جہاں تک سورۂ فاتحہ کا سوال ہے۔ نہ مسلم اور نہ غیر مسلم کو اس کے متعلق کوئی اعتراض ہے۔ کیونکہ اس سورۃ کی آیات انسان کی اصلی تڑپ کی ترجمانی کرتے ہیں جس میں وہ اپنے آپ کو صراط مستقیم یا سیدھے راستہ پر چلنے کی خواہش ظاہر کرتا ہے۔ اور قرآن مجید کے بڑے سے بڑے نقاد جو مختلف زمانوں میں مختلف ممالک میں ہو گذرے ہیں۔ وہ سورہ فاتحہ کی جامعیت اس کے کمالات اور اسکی خوبیوں میں متحد اللسان ہیں۔ [illegible]

ہے۔ کہ کوئی شخص طوطے کے طور پر آیات و الفاظ قرآنی کے رٹ لینے سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ نماز پڑھنے والے کیلئے ضروری ہے۔ کہ حالت نماز میں وہ جو کچھ پڑھتا ہے اس کو سمجھ بھی سکے۔ اور جو کچھ اسکی زبان سے نکلتا ہے، دل کے اندر بھی وہ ہو۔ اب اس قسم کے اعتراضات کی وقعت کہ نماز عربی زبان کے علاوہ اور کسی زبان میں پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ خود بخود گھٹ جاتی ہے۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دنیا کے نصف حصہ کے مسلمانوں سے زیادہ تعداد مسلمانوں کی مادری زبان عربی ہے۔ ہاں یہی اعتراض اگر دوسرے مردہ زبانوں مثلاً سنسکرت وغیرہ کے متعلق کیا جائے تو درست ہوگا۔ جو کہ مسلمہ طور پر مردہ سمجھتی جاتی ہیں۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ انسان حالات و واقعات گرد و پیش سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ اور ان میں اس کا انہماک ایک مسلمہ بات ہے۔ لیکن اگر ایک نمازی زبان سے ناواقف بھی ہے تو بھی وہ کم از کم اس قدر تو ضرور سمجھتا ہے۔ اور اس کو یقین ہے کہ وہ خدا کے حضور میں کھڑا ہے۔ اور اسکی طبیعت پر خدا تعالیٰ کی جبروت و جلال کا ایک رعب بیٹھا ہوا ہے۔ اور اس کے تمام کاموں میں خدائے واحد کے حاضر و ناظر ہونے کا اسکو یقین ہوتا ہے۔ اور جبکہ وہ کسی اسلامی ملک میں جاتا ہے جہاں کہ عربی زبان بولی جاتی ہے۔ اور اس کو نماز با جماعت پڑھنے کا موقعہ ملتا ہے۔ جہاں اگرچہ اسکی مادری زبان تو کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ لیکن وہ اپنی نماز ایک نئے ملک کے اندر اپنے دوسرے ہم مذہب بھائیوں کے ساتھ ایک ہی زبان میں ادا کر سکتا ہے۔ ہم نے کئی مواقع پر مختلف اقسام کے جلوس اور نمائشیں دیکھی ہیں۔ اور فوجی تزک و احتشام کے بھی نظارے دیکھے ہیں۔ لیکن ایک مسلمان جبکہ وہ اپنے آپ کو ایک ایسے مجمع کے اندر جہاں دنیا کے متفرق گوشوں میں سے جمع ہوئے ہوئے ہیں نماز ادا کرنے جاتا ہے۔ تو اس کے دل کی کیفیت اور اثر کو کون بیان کر سکتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ اس مجمع میں کوئی ترک ہے۔ اور کوئی کرد۔ کوئی عرب۔ کوئی فارسی۔ کوئی افریقی اور کوئی چینی ایک آہنی دیوار کی طرح اکٹھے پہلو بہ پہلو دوش بدوش کھڑے ہیں۔ اور ایک امام کے پیچھے کھڑے ہیں جو کہ عربی میں نماز ادا کر رہا ہے۔ جو قرآن مجید کی زبان ہے۔ تو اس پر ایک وجد طاری ہو جاتا ہے سُبحان اللہ بحمدہ۔ اس قسم کا نظارہ محض ظاہری رعب و داب کا موجب نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان کی روحانی حالت پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ اور اسلامی اخوت اور اسلامی برادری کا رشتہ اس سے نہایت درجہ مضبوط اور مستحکم ہو جاتا ہے۔ اور یہ تب ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ تمام دنیا کے اندر اور تمام مسلمان قوموں کے اندر سورہ فاتحہ ہی پڑھی جائے۔ اور نماز کی یہ یکسانیت بلحاظ زبان کے قائم رکھی جائے۔

یہاں تک تو درست ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو کوئی ذاتی غرض درپیش ہو اور یا کسی بلا سے رہائی اس کا مقصود ہو یا گناہوں کی مغفرت چاہتا ہو تو وہ بطیب خاطر اپنی مادری زبان میں دعا مانگ سکتا ہے۔ اور جس قدر خشوع و خضوع دکھانا چاہیئے اپنے الفاظ میں کر سکتا ہے۔ لیکن اگر مصائب سے رہائی یا کسی خاص خواہش کا پورا کرنا ہی ہماری

نمازوں کا مقصد وحید ہو تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ وحی شدہ یا مقرر کردہ دعاؤں کے پڑھنے سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے۔ کہ دونوں یعنے ضرورت اور طبیعتوں کے اختلاف نے انسان کو بیجان اور ان گھڑے پتھروں کے سامنے جھکنے پر آمادہ کیا۔ اور اس طرح ان میں وہ خیالات کی بلندی اور رفعت تخیل قطعاً مفقود و معدوم ہو گیا +

علاوہ ازیں ایک دعا جو بذریعہ وحی نازل ہوئی ہو۔ خواہ وہ کتنی ہی جامع اور مفصل کیوں نہ ہو۔ ہر ایک شخص کی خواہشات کی ترجمانی نہیں کر سکتی۔ پورا پورا جوش اور حقیقی محبت اپنی مادری زبان میں ادا کئے جا سکتے ہیں۔ اور یہی حصہ ہے۔ کہ اسلام ہمارے سامنے دعا کی ایک نئی صورت پیش کرتا ہے۔ اسلامی نکتہ نگاہ سے دعا مذہب کی بڑی علامت اور حقیقی اسلامی زندگی کو انسان کے اندر پیدا کرنیوالی چیز ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ چونکہ یہ دعا انسان کو اسلامی زندگی کو یاد دلاتی ہے۔ اسلئے دعا کا نام ذکر رکھا گیا ہے۔ سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کی جو ہدایت ہے اس کا یہی مطلب ہے۔ کہ ایک انسان ان گہرے اور اعلےٰ مطالب کو یاد کرتا رہے۔ جو اس سورۂ مبارکہ میں مذکور ہیں +

لیکن جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ کوئی انسان ذاتی خواہشات اور ذاتی مقاصد سے خالی نہیں ہوتا اور وہ خواہشات اور وہ مقاصد دلی انسان کی اپنی زبان میں ہی کماحقہٗ ظاہر کیا جا سکتے ہیں۔ اور ہم یقینی طور پر جانتے ہیں۔ کہ وہ ذاتی مقاصد ایک کامل اور مکمل زندگی کا بدل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے اسلام نے

## سورۂ فاتحہ

کو تمام نمازوں کے اندر لازمی قرار دیکر اس مشکل کو حل کر دیا ہے۔ تاکہ اسلامی زندگی کے اعلےٰ مقاصد سے ہم غافل نہ ہو جائیں۔ اور ساتھ ہی ہمیں اجازت دی ہے۔ کہ ہم سجدہ کی حالت میں اپنی اپنی زبان میں اپنے ذاتی مقاصد اور خواہشیں بیان کر کے خدا سے دعا کریں۔ زندگی کا مقصد اعلےٰ اسلامی نکتہ نگاہ سے جو ہے وہ اللہ رحمان رحیم اور رب میں مرکوز ہے۔ آنحضرت صلعم کی ایک حدیث کی رُو سے مسلمان کو نصیحت دی گئی ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو اخلاق الٰہیہ میں رنگین کرے۔ تخلقوا باخلاق اللّٰہ +

ایک اور سبب یہی ہے۔ جس کی وجہ سے سورۂ فاتحہ کا اس کے اصلی الفاظ میں ہی پڑھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ فاتحہ کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔ رحمٰن۔ رحیم۔ رب کا ترجمہ

عموماً بخشش کرنے والا۔ بہت مہربان اور پرورش کرنیوالا کے لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ الفاظ ترجمہ کے اصل الفاظ کے مفہوم کو ادا نہیں کرتے۔ الرحمٰن کے معنے ہیں ایسا مہربان اور بخشش کرنیوالا جس کا رحم اور بخشش انسان کی پیدائش سے پیشتر ہی معرض ظہور میں آتا ہے۔ یعنے ان چیزوں کو خدا نے پہلے ہی انسان کی ضروریات کے لئے مہیا کر رکھا ہے۔ اور حالانکہ انسان کی طرف سے ابھی کوئی عمل اس قسم کا ظہور میں نہیں آیا کہ جس کی طفیل سے وہ ان انعامات کا مستحق قرار دیا جا سکے۔ یہی صفت رحم کی الرحیم میں بیان کی گئی ہے اس صفت کا ظہور اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ انسان اپنے کسی عمل سے خدا تعالےٰ کے رحم کا مستحق اپنے آپ کو ٹھیرالے۔ لہٰذا رحمٰن کی صفت اللہ تعالےٰ کے لئے انتہا قیمت اور فیاضی کو ظاہر کرتی ہے۔ اور رحیم کی صفت خدا کی بیرون از حد حساب اور دائمی عنایات اور رحم کو ظاہر کرتی ہے۔ عربی لفظ رب محض پرورش کرتے۔ تربیت کرنے کے معنے کو ہی ظاہر نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے معنوں میں تکمیل تک پہنچانے اور مکمل کرنے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ یعنے کسی چیز کا اسکی ابتدائی حالت سے لے کر ایسی تربیت کرنا کہ وہ پایہ تکمیل کو پہنچ جائے۔ رب کے معنے ہیں کسی شے کا تربیت کرنا ایسے طرق میں کہ ایک حالت سے دوسری حالت تک وہ نشے ترقی کرتی جائے۔ حتےٰ کہ تکمیل کا جو آخری مرحلہ ہے۔ اس تک پہنچ جائے۔ لہٰذا رب ہی خالق کل ہے۔ جس نے اس کائنات کو محض ذرائع پرورش ہی عنایت نہیں فرمائے۔ بلکہ ہر ایک کے لئے پہلے ہی ایک حلقہ استعداد کا قائم کر دیا ہے۔ اور اس حلقہ کے اندر وہ ذرائع بہم پہنچائے ہیں۔ جن کی وجہ سے یہ اپنے تکمیل کے آخری منزل تک ترقی کرتا رہتا ہے۔ مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے۔ کہ مہربان۔ رحم والا۔ اور رب پرورش والا کے الفاظ اس مفہوم کے قریب تک بھی نہیں پہنچتے جو الفاظ رحمٰن۔ رحیم اور رب میں مرکوز ہیں۔ اور اخبر میں ہم کہتے ہیں۔ کہ اس دنیا کے اندر کس قدر عظیم الشان انقلاب واقع ہو جائیگا۔ جبکہ ہم میں سے ہر ایک خدا تعالیٰ کی صفات میں اپنے آپ کو رنگین کر دے گا۔ یعنے خدا کی صفات رحیمیت و رحمانیت اور ربوبیت ہی سے ہر ایک انسان حصہ لیگا۔ وآخر دعوانا الحمد للہ رب العلمین +

---

**ضروری عرضداشت** ہم اپنے قارئین کرام سے متوقع ہیں کہ وہ اس رسالہ کے نشرو اشاعت کیلئے پوری کوشش فرمائینگے۔ تمام اردو رسالوں میں یہی ایک رسالہ ہے۔ جس کا مقصد وحید خدمت سلسلہ اسلام ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کی عزت کو عام ملک میں پیدا کرنا ہے۔ اگر ہر مہینہ میں اپنے معاونین کم از کم ایک خریدار دیدیں۔ تو اس رسالہ کے ذریعہ اسلام کا بول بالا ہوگا۔ اور وہ عنداللہ ماجور ہوں گے +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

# بسم اللہ شریف کی تفسیر

از قلم خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ اشاعت اسلام جلد ۱۵ نمبر ۳ صفحہ ۵۷ لغایت ۶۷

الٰہیات کے بعد اس مقدس جملہ نے انسان کے اقتصادی اور عملی پہلو پر جو زبردست اثر کیا اسکی نظیر اسلام سے پہلے تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی۔ آنحضرت صلعم نے اس حقیقت کو دو لفظوں میں ظاہر کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جو کام بسم اللہ شریف کے بغیر شروع ہو گا۔ اس میں کوئی برکت نہ ہوگی۔ اس مقدس ارشاد کے یہ تو معنی ہو نہیں سکتے۔ کہ آغاز کام پر جس نے بسم اللہ کہہ دیا۔ وہ بابرکت ہو گیا۔ اور جس نے نہ کہا وہ اس برکت سے محروم رہا۔ مشاہدہ اس بات کے برخلاف ہے۔ آج بسم اللہ پڑھنے والے مفلوک الحال اور جنکے منہ تک عمر بھر یہ مقدس فقرہ نہیں آیا۔ وہ ہر طرح مرفع الحال نظر آتے ہیں۔ علاوہ ازیں خستمیت مآب کا اسوہ پاک خود اس حدیث کی بہترین تفسیر ہے۔ اگر تو بسم اللہ شریف کا تکرار ہی ہر خیر و برکت کو جذب کر سکتا تھا۔ تو پھر آپ کو شبانہ روز محنت و مشقت کی کیا ضرورت تھی۔ دنیا کی تمام بڑی شخصیتوں میں صرف ایک آپ کی ذات پاک ہے جس کا ایک لمحہ بھی سعی و کوشش سے خالی نہیں گیا۔ قوت عمل اور اس کے نتائج کا اگر کوئی مجسمہ نظر آتا ہے۔ تو صرف آپ ہی ذات پاک ہے۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس حدیث میں آپ کی منشا تکرار لفظی ہی نہ تھی

کسی کام کی کامیابی اور اس کے لئے تحریص عمل تین باتوں سے وابستہ ہے۔ اگر یہ تین باتیں نہ ہوں تو کوئی کسی کام کی طرف توجہ نہ کرے گا۔ اوّل مواد کی موجودگی یعنے ہم جو چیز کرنی چاہتے ہیں۔ اس کا مواد اور مصالحہ موجود ہو جو ہمارے زیر عمل آ سکے۔ دوسرا کام کرنے والے میں استعداد و قوت عمل کا ہونا یعنے ہمیں اس کام کے انجام دینے کی اہلیت کا موجود ہونا۔ تیسرا نتائج عمل۔ یعنے ہماری محنت کا بارور ہونا جب تک ان تین باتوں پر کامل یقین نہ ہو۔ ہم میں عمل کے لئے کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ بسم اللہ شریف نے ہمیں ان تینوں باتوں کا یقین دلا دیا۔ یعنے انسان کوئی بھی کام کرنا چاہے فیض رحمانیت نے اسکے لئے مواد اور مصالحہ تیار کر رکھا ہے۔ ایسے ہی اسی فیض نے انسان میں ہر کام کرنے کی استعداد بھی رکھ دی ہے بشرطیکہ وہ استعداد بروئے کار آ جائے۔ دوسری طرف فیض رحیمیت اس بات کی ضمانت ہے۔ کہ ہمارا کوئی بھی عمل ضائع نہ ہوگا۔ اس امر میں نہ صرف ایک کا بدلہ ایک ہو گا۔ بلکہ صحیح طریق پر اگر ایک قدم عمل

اُٹھایا جائے تو کامیابی خیر و برکت کے ساتھ دس گُنا ہو کر ہماری طرف آتی ہے۔ مثلاً زمین و آسمان کے خزانے جو غلے کے ایک دانے کے پیدا کرنے میں امداد دیتے ہیں۔ وہ فیض رحمانیت نے پہلے ہی پیدا کر دیئے ہیں۔ بالمقابل کشاورزی کی استعداد و قوت انسان میں موجود ہے۔ جونہی انسان نے زمین تیار کر کے ایک دانہ بطور تخم ڈالا فیض رحیمیت اُسے دس ہی سو دانے تک بنا دیا۔ رحمانیت اور رحیمیت کا یہ رنگ ایک سہل الفہم مشاہدہ ہے۔ ہمارے ہر شعبۂ زندگی میں یہی بات نظر آ رہی ہے۔ الغرض قوت عمل کو تحریک میں لانے کے لئے اور مٹی کو سونا بنانے کے لئے بسم اللہ شریف کے ذریعہ کیمیا بابرکت انکشاف ہُوا۔ قرآن کریم نے مختلف مواقع پر کھول کھول کر بتایا کہ انسان جو کچھ چاہے جتنے کہ جو چیز بھی اسکی قوت متخیلہ تجویز کرے۔ اس کے حصول کے سامان نہ صرف پہلے ہی سے پیدا شدہ ہیں۔ بلکہ اس کے حصول کی استعداد بھی انسان میں موجود ہے۔ صرف اسکی قوت عمل میں حرکت آنے کی ضرورت ہے۔ اور مطلوبہ چیز اس کے قبضہ میں آ جائیگی۔ آج علمی ایجادات میں چند سالوں کے اندر دُنیا کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔ وہ باتیں جو آج سے پہلے نہ صرف فسانہ ہی تھیں۔ بلکہ انسانی وہم و گمان سے بھی بالا تھیں۔ سب کی سب موجود ہو گئیں۔ فونوگراف۔ تصاویر متحرکہ لاسلکی پیغام رسانی۔ ہُوا میں سفر کرنا۔ آب دوز جہاز۔ ریڈیو براڈکاسٹ ٹیلیفون یہ وہ باتیں ہیں جن کا ذکر احادیث متعلقہ حیات بعد الموت میں ہم تو پاتے ہیں۔ مگر کسی علمے سے اعلےٰ قوت متخیلہ کا مالک بھی آج سے پہلے ان امور کو تصور میں نہ لا سکتا تھا۔ اور آج یہ سب کی سب باتیں انسانی قبضہ میں آتی جاتی ہیں۔ لیکن ان ایجادات کے پیدا کرنے میں کوئی مصالحہ یا مواد باہر سے نہیں آیا نہ پیدا ہُوا۔ بلکہ یہ ساری کی ساری چیزیں پہلے ہی موجود تھیں۔ تِل کی اوٹ میں ایک پہاڑ کا پہاڑ پنہاں تھا۔ دماغی کاوش اور قوت عمل نے موہوم اور غیر ممکن چیزوں کو حقیقت کر دیا۔ نہ معلوم اور کس قدر بے شمار خزانے ہمارے علم و قبضۂ قدرت میں آنے والے ہیں لیکن ان تمام نعمائے کا حصول ایک ایمان و یقین سے وابستہ تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک چیز کا مواد پیدا ہو چکا ہے۔ اور مواد سہل الحصول ہے۔ اس کے حصول کے لئے انسانی استعداد کافی ہے۔ اور انسان کی محنت بالیقین ثمر آور ہے۔

الہام قرآن نے انسان پر کس قدر بیش از بیش احسان کیا۔ ایک بسم اللہ شریف نے ان حقائق کو ہمارے سامنے رکھ دیا کسی کام کے شروع کرنے میں اگر ہم بسم اللہ شریف کو عملی جامہ پہنا دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ

آنحضرت صلعم کے فرمانے کے مطابق ہم ہر قسم کی خیر و برکت کے مالک ہو جائیں۔ ہر قسم کی پست ہمتی کم حوصلگی عدم جرات کسل تے فی الفور ہم سے دور ہو جاتی ہے۔ اگر بسم اللہ کا نام لے کر ہم کسی کام کو شروع کر دیں۔ تو ہم یقین کر لیں کہ مطلوبہ مواد موجود ہے۔ ہم میں استعداد عمل موجود ہے۔ اور ہماری محنت ضائع نہ جائیگی۔ تو پھر کامیابی ایک یقینی امر ہے۔ کوئی معترض کہ سکتا ہے کہ اپنے مافی الضمیر کو مبرہن کرنے کے لئے میں نے یہاں تکلف سے کام لیا۔ لیکن خود قرآن کریم نے لفظ رحمٰن کی تشریح یونہی فرمائی ہے۔ بار بار قرآن نے کہا۔ کہ زمین و آسمان میں جس قدر خزانے ہیں وہ سب کے سب ہمارے لئے ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہ دیا۔ تو وہ سب کے سب ہماری قوت عمل کے لئے مسخر ہو چکے ہیں۔ حتّٰے کہ جو چیز بھی ہم مانگیں وہ دی جا چکی ہے۔ پھر کہا۔ خدا کی عطیات کی تو کوئی گنتی اور شمار ہی نہیں۔ ہاں ان کے حصول کے متعلق یہ ارشاد بھی کر دیا۔ کہ خدا تعالےٰ ان خزائن کو انسان پر مقررہ[۵۲] انداز کے ماتحت نازل فرماتا ہے۔ جو ان خزائن سے مستفید ہونا چاہے۔ وہ ان اندازہائے معلومہ کو دریافت کرے۔ اُن قوانین الٰہیہ سے واقف ہو جائے جن کے ماتحت یہ خزائن انسان کے قبضہ میں آجاتے ہیں۔ پھر خُدا کے فضل کی بارش ایسے انسان پر برسنی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ ایک حقیقت عظمےٰ کا انکشاف تھا جس کو تجربہ اور مشاہدہ نے ثابت کر دیا۔

آیات مندرجہ حاشیہ میں رحمٰن کی تشریح متن بالا میں ہو چکی دو باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں ایک تو واتکم ما سالتموہا۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ جو چیز تم مانگو وہ ہم دے دینگے۔ بلکہ ارشاد کیا۔ کہ وہ پہلے سے دی جا چکی ہے۔ دوسرا اس کے حاصل کرنے کے لئے بقدر معلوم کا اشارہ فرما دیا یعنی تمہاری ضرورت کی چیزیں تو موجود ہیں۔ اور تمہارے لئے پہلے سے ہی پیدا کر رکھی ہیں لیکن وہ مقررہ اندازوں اور قوانین کے ماتحت نازل ہوتی ہیں۔ جو ان قوانین آلٰہیہ پر احاطہ کر لے اور ان کے ذریعہ ان چیزوں کو پا لے مثلاً ہم چاہتے تھے۔ کہ گھر بیٹھے ہم دنیا جہان کی آوازیں سن لیں۔ قرآن پاک نے یہ اشارہ کر کے ہمیں یہ بشارت دے دی کہ دنیا بھر کے کسی علاقہ میں جو آواز کسی کے مُنہ سے نکلتی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہمارے کمرہ میں آموجود ہوتی ہے۔ ہاں اس کا سُنا جانا ایک قانون اور انداز کے ماتحت ہے ریڈیو براڈکاسٹ کے مُوجد نے

۵۲ و اٰتٰکم من کل ما سالتموہ و ان تعدو نعمت اللّٰہ لا تحصو…

ان اندازوں کو دریافت کرلیا۔ اور اُن کے ماتحت مشین بنالی ہزار ہا میل کے بولے ہُوئے الفاظ تو ہمارے گھر کی فضاء میں موجُود تھے مشین نے اُن موجود لیکن خاموش آوازوں کو ظاہری لباس پہنادیا +

یاد رکھو الہام یا وحی کے لفظی معنی اشارہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہم میں کُل استعداد یں رکھ کر ہم پر چھوڑ دیا۔ کہ اُن استعدادوں کو ہم بالفعل کرلیں۔ ہاں اس کے لئے ہمیں اشارات دیدیئے۔ تاکہ ہم اپنی تحقیق کو اس طرف لگا دیں۔ فیض رحیمیت نے یہ پسند نہیں کیا۔ کہ بلا ہاتھ ہلائے ہمیں کچھ مل جائے۔ اس موقع پر ایک معترض کہ سکتا ہے۔ کہ میں جو کچھ کہ رہا ہوں۔ وہ آج سائنس کی روشنی میں کہ رہا ہوں۔ جب علمی جدوجہد یہ باتیں ظہور میں لے آئی تو میری قلم سے اس طرح قرآن کی تفسیر ہونے لگی۔ یہ اعتراض اور بھی پختہ ہوجاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جنکے گھر میں قرآن ہے۔ وہ تو قدرت کے ان فیوض سے محروم ہیں۔ اور جو قرآن کو جانتے تک نہیں۔ وہ ان باتوں کو انسان کے قبضہ میں لا رہے ہیں۔ اس کا جواب آسان سی آسان ہے۔ اول تو یہ کُل انکشافات جدیدا ایک حقیقت پر مبنی ہے۔ یعنی اس کائنات میں ہر ایک چیز کے حصُول کے اسباب کا پہلے سے موجود ہونا۔ دُنیا کی کسی چیز کا ایسا نہ ہونا جو کسی نہ کسی طریق پر انسان کے مصرف کی نہ ہو۔ ایسا ہی ہماری کوئی بھی ضرورت یا تقاضا ایسا نہیں کہ جس کی تسکین کے سامان اس کائنات میں موجود نہیں صرف کوشش شرط ہے۔ اور یہ چیزیں حاصل ہوسکتی ہیں +

اب اس حقیقت کا کونسا پہلو ہے۔ جسے قرآن کریم نے کھول کر بیان نہ کردیا ہو اس سی بڑھ کر خدمت انسان یا اس پر احسان اور کیا ہوسکتا ہے۔ کہ انسان پر ان امور کو آشکارا کردیا۔ قرآن نے یہ کہکر کہ دُنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جو انسانی مصرف کے لئے نہ ہو۔ یا زمین و آسمان کی کُل چیزیں انسان کی خادم ہیں۔ کس قدر نسل انسانی کو خزائن کا مالک کردیا۔ جس شخص نے تم کو یہ بتلا دیا کہ تمہارے گھر کے فلاں کونے میں ایک بیش بہا دفینہ ہے جو تُمہاری محنت کا محتاج ہے۔ اس نے وہ خزانہ ہی تمہیں دیدیا۔ تو یہ عنایت قرآن کریم نے کی۔ ہاں رہا یہ کہ قرآن کے یہ اشارات و ہدایات آیا آج تک خزانہ بے کلید رہے۔ یا آج سے

پہلے کسی تجربہ میں بھی آئے۔ سو ظاہر ہے کہ قرآن کے نزول کے بعد ہی فوراً مسلمانوں نے علوم جدیدہ کی بنیاد رکھ دی۔ کائنات کے خزائن اُس کے قبضہ میں آ گئے۔ علوم جدیدہ کی ہر ایک شاخ ان کی تحقیق میں آگئی۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے قرآن کے ان حقائق کو نظرِ بصیرت سے دیکھا۔ ان پر یہ ظاہر ہو گیا۔ کہ اُن کی کُل ضروریات کے سامان موجود ہیں۔ زمین۔ پانی۔ ہوا۔ شجر۔ حجر۔ دریا سب ان کے غلام ہیں۔ اور وہ ایسے رنگ میں اُن کی خدمت کر سکتے ہیں۔ کہ جو اُن کے وہم و گمان سے بالاتر ہے۔ وہ قرآن کے ذریعہ ان حقائق سے آگاہ ہوئے۔ پھر دُنیا کی تاریخ شاہد ہے۔ کہ علمی دُنیا میں وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ اور اُنھوں نے کیا کچھ دریافت کیا +

خلاصہ یہ ہے کہ یہ زمین و آسمان کے خزینے ایک کلید اور بدرقہ کو چاہتے تھے۔ قرآن حمید سے پہلے کوئی ایسا بدرقہ موجود نہ تھا۔ قرآن نے ہی ان خزائن کی طرف رہنمائی کی۔ پھر ان خزائن کے پہلے پانیوالے وہی لوگ ہیں۔ جن کا معلم قرآن ہوا۔ دوسری طرف آج جو کچھ علمی دنیا میں ہو رہا ہے۔ اُس کے اصول بھی وہی مسلمات ہیں۔ جن کو قرآن نے ہی تعلیم کیا۔ اور انھیں بطور اصول ہائے متعارفہ قرآن خوان کے آگے رکھ دیا۔ اور ان حقائق کے سمندر کو بسم اللہ شریف کے کوزہ میں بند کر کے تاکید کر دی۔ کہ جو کام تم نے کرنا ہے بسم اللہ کی روشنی میں شروع کرو۔ اگر اقتصادی دُنیا کے لئے یہ مقدس جملہ ایک بشارت عظمیٰ ہے۔ تو یہی الفاظ اپنے اندر ایک انذار بھی رکھتے ہیں۔ بسم اللہ شریف اگر ایک طرف بشیر ہے۔ تو دوسری طرف نذیر بھی واقع ہوا ہے۔ رحیمیت نے بیشمار خزائن ہمارے سامنے لا رکھے ہیں لیکن ان خداداد خزانوں سے مستفید وہی ہوگا۔ جو ان خزانوں کے حاصل کرنے میں محنت و مشقت سے کام لیگا۔ رحیمیت کا دروازہ اُسی پر کھلتا ہے۔ جو بیکار نہیں بیٹھتا۔ خدائے رحیم کا اس شخص سے کوئی تعلق نہیں جو اس کے عطیات کو استعمال میں نہیں لاتا۔ اگر ایک محسن کی شکر گزاری امر مسلم ہے۔ کہ احسان یافتہ اُس کے عطیات کو بہترین طریق پر استعمال کرے تو اپاہج اور بیکار انسان جو بیٹھ کر روٹی اور خدا کا شکر گزار نہیں ہو سکتا۔ یہ ثابت ہے۔ کہ رحیمیت کا فیض ایک محنت کا عوض کئی گنا عطا فرماتا ہے لیکن جو ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتا۔ وہ تو اُس فیض سے قطعی محروم رہ جاتا ہے۔ یہ باتیں کوئی لفظی نظریہ ہی نہیں واقعات نے بھی طرح ظاہر کر دیا ہے۔ آج مغربی قومیں فارغ البالی میں سب سے بڑھ گئیں۔ دولت روپیہ پیسہ مشرق سے نکلکر مغرب کو جا رہا ہے۔ مغرب کی اس خوشحالی کے اسباب کو سمجھ لینا کوئی مشکل امر نہیں۔ وہ رحمانیت کے عطا کردہ خزائن کو عمل میں لانے۔ اشیاء کے خواص سمجھنے میں انھوں نے جان توڑ کوششیں کیں۔ پھر ان کی محنت ماجور ہوگئی۔ اور رحمانیت و رحیمیت کے فیوض نے انھیں اپنا منظور نظر بنا لیا یہی انکا عروج

ابتدائی صدیوں کے مسلمانوں کے حصہ میں آیا۔ اور اس کے اسباب بھی یہی تھے +

اسلام سے پہلے دُنیا نے وقتاً فوقتاً مختلف قوموں کو صاحبِ مال و منال دیکھا لیکن ان کی شان و شوکت کا موجب زیادہ تر جارحانہ قوت تھی۔ ان میں جس کی لاٹھی اسی کی بھینس کا نقشہ نظر آتا ہے اسلام آیا۔ اور اُس نے انسان پر یہ راز کھول دیا۔ کہ تمہاری دولت اور تمہاری زینت وعزت کے اسباب تمہارے ہی ماحول میں ہیں۔ کہیں دُور جانے کی ضرورت نہیں۔ ہاں ایک محنت اور مشقت کی ضرورت ہے۔ جو چاہو گھر بیٹھے مل سکتا ہے۔ اس حقیقت کو سب سے اول قرآن کریم کی طفیل مسلمانوں نے سمجھا۔ اور اس پر عمل کیا۔ اور وہ ہر چیز کے مالک ہو گئے لیکن بعد میں تعیشات نے ان میں غفلت بیکاری اور تن آسانی پیدا کر دی۔ زینت و شوکت نے اپنا مُنہ مسلمانوں سے پھیر لیا۔ ان کے بعد جو قوم ان کے نقشہ قدم پر چلی وہ مغرب کے لوگ ہیں بیشک دنیا کی تاریخ دیکھ لو تو تمول و دولت کے لحاظ سے تمہیں یہی دو قومیں نظر آئینگی جنہوں نے قرآن کے اس انکشاف سے فائدہ اُٹھایا۔ اول مسلمانوں نے اور اُسکے بعد بنی اقوام نے رحمانیت اور رحیمیت کے رموز کو سمجھا۔ ان دو جماعتوں کے علاوہ جہاں بھی دولت نظر آئیگی۔ وہ جارحانہ قوت کا ہی سایہ نظر نہ آئیگا۔ اس قوت کا نام لوٹ مار رکھ لو۔ یا اُسے ملکی فتوحات کہہ لو لیکن اس وقت کی دولت کو اس تمول سے کوئی نسبت نہیں۔ جو رحمانیت اور رحیمیت کے ماتحت انسان کے حصہ میں آتی ہے۔ جارحانہ قوت بھی خداداد قوت ہے۔ لیکن اس کا صحیح استعمال یہی ہے کہ ہم اپنے مکتوبات کو دوسروں کے دستبرد سے بچا لیں۔ اپنی کمائی کو دوسروں کے ہاتھ سے حفاظت میں رکھنا ایک ضروری امر ہے۔ اسی سے ہی دُنیا میں امن رہتا ہے اور دُنیا سے امن اُٹھ جائیگا۔ اگر انسانوں میں یہ قوت موجود نہ ہو۔ بالفاظ دیگر انسان کو یہ قوت مدافعت کے لئے دیگئی ہے۔ بدقسمتی سے انسانوں نے اس قوت کو دوسروں کے مال و املاک چھیننے میں خرچ کیا +

یہ کھادی کی تحریک ایک مجبوری کی تحریک ہے لیکن اس کی کامیابی میں مداومت نہیں۔ یہ وقتی علاج ہو تو ہو لیکن یہ تحریک نہ صرف اپنے فوائد میں دیرپا ہی نہیں۔ بلکہ ترقی کی مانع بھی ہے۔ اور میرے نزدیک تو خدائے رحمٰن ورحیم کی منشاء کے بھی خلاف ہے۔ مثلاً جس روئی کی پہلی شکل کھادی ہے وہ خدا کا عطیہ ہے۔ یہ فیض رحمانیت ہے۔ اس روئی نے انسان کی محنت تلے آکر طرح طرح کی شکلیں اختیار کر لیں۔ آخر ڈھاکہ کی ململ جس کی نظیر بہت کم دوسرے ممالک میں پیدا ہوئی۔ روئی کی ایک شکل ابلغ ہے۔ اب ہم نے محنت کرنی چھوڑ دی۔ خداداد قوتوں کو مار دیا۔ ہمارے ملک کی روئی تو کھادی

آگے نہ چلی۔ دوسرے اسی روئی کو کہیں کا کہیں لے گئے جس کے عوض میں کھادی والوں کا روپیہ اُن کے گھر چلا گیا۔ قصور تو ہمارا ہے لیکن ہم نے اپنے نقائص کا علاج اس میں سمجھا ہے کہ دوسروں نے جو فیض رحمانیت کے ماتحت کر دکھایا اُسے پس پشت کر دیا جاوے۔ یہ تو میں مانتا ہوں کہ کھادی کی تحریک کسی زاویہ نگاہ میں ایک وقتی علاج ہے لیکن یہ تو غافلوں کو تھپکیاں دے کر اور سلاتا ہے۔ رحمانیت اور رحیمیت کے دروازے تم سب کے لئے کھلے ہیں۔ مواد ہر جگہ موجود ہے۔ خاک کو سونا بنانے کی استعدادیں ہر جگہ موجود ہیں مٹی پر قناعت کرنے کی بجائے ہم کیوں اوروں کی طرح اسے سونا بنانا نہ سیکھیں +

ان اوراق کے مخاطب خصوصاً میرے مسلم بھائی ہیں۔ وہ آج بھی اس جملہ مقدس کو یعنی بسم اللہ شریف کو جو آٹھوں پہر ان کی زباں پہ ہے۔ اپنے کاروبار میں ہادی راہ ٹھیرائیں۔ وہ اب بھی سمجھ لیں۔ کہ ان کے اردگرد دولت ہی دولت ہے۔ جو باتیں ان کی گذشتہ بہبودی کا موجب تھیں۔ وہ اب بھی انکے ماحول میں موجود ہیں صرف ان کے ہاتھ ہلانے کی دیر ہے۔ وہ اتنا یاد رکھیں کہ اس پُر حکمت فقرے میں جن صفات الٰہیہ کا ذکر ہے۔ وہ ان سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ہماری تنگدستی کا بڑا بھاری موجب یہ ہے کہ رحمٰن اور رحیم خدا نے ہم سے منہ موڑ لیا ہے۔ ہم لاکھ ان اسماء کی تسبیح پڑھیں ہم قدم قدم پر بسم اللہ کریں لیکن ہمارے اعمال تو ان صفات الٰہیہ کے خلاف جا رہے ہیں۔ اگر اس بات کو ہم بھول گئے۔ یا یہ حقیقت ہم سے آج گم ہو چکی ہے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ نبیؐ پاک نے اسلئے فرمایا تھا۔ کہ حکمت ایک مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ جب کبھی اور جہاں کہیں اُسے ملے وہ اسے واپس لے جس حکمت خداوندی کے ماتحت ہماری دولت وثروت دوسروں کے گھر چلی گئی اُسے آج پھر سمجھ لیں +

بسم اللہ شریف کے اندر ایک زبردست اخلاقی سبق بھی ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی بحث تو میں آئندہ کروں گا کیونکہ تمدنی اور اقتصادی اور ایسا ہی مجلسی اور معاشری آداب کا اخلاقی ضابطہ قرآن کریم نے جن اخلاق الٰہیہ سے وابستہ کر دیا۔ ان میں خدا کا ایک خلق مالک یوم الدین بھی ہے یعنی رحمانیت رحیمیت اور مالکیت تینوں مل کر اخلاق و آداب کا ایک بہترین کوڈ تجویز کر دیتے ہیں۔ جس پر تفصیلی بحث اپنے موقعہ پر ہوگی۔ یہاں مجھے اسی قدر لکھنا ہے کہ قرآن کریم نے خدا کی ایک سُنت بھی بتلائی ہے۔ کہ جس صفت الٰہی سے کوئی متمتع ہونا چاہیئے اس صفت کا مظہر وہ پہلے خود بنے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ ستار العیوب تمہاری پردہ پوشی کرے۔ تو تم لوگوں کی عیب چینی نہ کرو تم ان کی غلطیوں پر پردہ ڈالو۔ ایسا ہی اگر تم چاہتے ہو۔ کہ خدا تمہارے گناہ معاف کرے۔ تو تم لوگوں کے

قصور معاف کرو۔ اسی طرح بسم اللہ شریف اگر ہر وقت تمہارے ورد زبان رہتا ہے تو پھر جس رحمٰن خدا نے تمہارے کسی عمل کے بغیر تم پر اس قدر فضل کیا تم بھی اپنے فضل کی چادر دوسروں پر ڈالو۔ سب سے پہلے تمہارے اپنے گھر کے بچے تمہارے اپنے رشتہ دار اس رحمانی سلوک کے مستحق ہیں۔ ہر ایک گھر میں یا ہر ایک کنبہ میں بعض ایسے ارکان بھی ہوتے ہیں۔ جو بہت سی ضروریات سے محروم ہوتے ہیں۔ یا ان میں سے بعض کو وہ حالات ہی میسر نہیں ہوتے۔ کہ جن کے ماتحت خدا کے فضل کا دروازہ ان پر کھل جائے۔ اگر تم پر خدائے رحمٰن نے فضل کیا ہے۔ اور وہ فضل قانون رحیمیت کے ماتحت آکر دس گنا یا سو گنا ہو گیا ہے۔ تو تم بھی اپنے محتاجوں کے ساتھ وہی سلوک برتو۔ انھیں وہ تمام چیزیں دو جو ان کے دست قبضہ میں تو نہیں لیکن جو محنت و عمل کے نیچے ان پر فضل کا دروازہ کھول سکتی ہیں۔ تمہارا فرض ہے۔ کہ ان کے لئے تم یہ اسباب مہیا کر دو۔ ہاں یہ بھی دیکھ لو۔ کہ وہ لوگ ان اسباب کو صحیح طور پر استعمال میں لا رہے ہیں یا نہیں ۔

دو باتوں نے تنگدستی اور عسرت کو پیدا کر رکھا۔ موجودہ نظام سوسائٹی نے بہت سے لوگوں کو یا تو ان اسباب سے ہی محروم کر دیا۔ جو خالصتہً عطیہ رحمانیت تھے لیکن ہماری غفلت کے باعث ہمیں اُن تک دسترس نہ رہی یا اگر وہ اسباب ہمیں حاصل بھی ہو گئے تو ہم نے انھیں صحیح طور پر استعمال نہ کیا۔ ان آسانیوں نے ہمیں اپنے تھوڑے بہت اسباب راحت کو بڑھانے نہ دیا۔ آہستہ آہستہ وہ چیزیں بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گئیں۔ اور رحمانیت و رحیمیت کی ہر دو نعمتیں ہم پر مسدود ہو گئیں۔ انھیں باتوں کا نتیجہ ہماری موجودہ پستی ہے۔ سر دست اس مصیبت سے نکلنے کا ایک ہی علاج ہے۔ جن کے قابو میں کچھ اسباب راحت ہیں۔ وہ سستی اور غفلت کو چھوڑ کر میدانِ عمل میں آئیں۔ اور ان اسباب موجودہ کو اپنی محنت اور مشقت کے ساتھ دہ چند بنا لیں۔ دوسری طرف جو ہمارے بھائی ان اسباب سے محروم ہیں ان کے ساتھ ہم رحمانیت کا معاملہ کریں انھیں ان چیزوں میں سے کچھ دیں جو رحمٰن نے ہمیں بخشیں۔ ایک بچہ جو کسی دولتمند گھر میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ اس کے اسباب آسائش تو اس کی محنت کا نتیجہ نہیں ہوتے۔ یہ تو محض بلا بدل بخشش کرنیوالے خدا کا عطیہ ہے جس نے اپنی رحمانیت کی طفیل اُن لوگوں کو مال و دولت کے سایہ میں پیدا کیا۔ وہ سمجھ لیں کہ اگر وہ ان حالات میں پیدا ہوئے ہیں تو اسی لئے کہ وہ اپنی محنت و مشقت سے ان خداداد عطیات کو اور بڑھا لیں۔ اور ان عطیات میں سے کچھ اپنے محروم بھائیوں کو بھی دیں۔ نہ اس لئے کہ ان کی اس خیرات سے وہ لوگ بیکاری میں بڑھ جائیں۔ بلکہ وہ بھی ہاتھ پاؤں ہلا کر اپنی حالت کو بہتر کر سکیں۔ اپنے ان خیرات و حسنات کے کاموں میں ہم کبھی اس بات کو نہ بھولیں۔ کہ ہمارا خدا رحیم ہے۔ اس کے فضل ہاتھ پاؤں ہلانے والوں کے شامل حال ہوتے ہیں۔

علاوہ ایسے بیکاروں اور اپاہجوں سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمیں رحیم کی سُنّت پر چل کر ہمیں بھی شفقت کے ساتھ زیادہ تر انھیں سے سلوک کرنا چاہیئے۔ جو ہمارے عطیات کے شکریہ میں اُن عطیات کو دس گُنا کر دکھائیں۔ ایک بھوکے کو روٹی دینا تو وصفِ انسانی ہے لیکن تم اس بھوکے سے تعلق نہ رکھو جس نے اپنی معاش کا ذریعہ گداگری کر رکھا ہے۔ تم بھوکے کو اس لئے روٹی دو۔ کہ وہ جسم میں طاقت پاکر کام کرنے اور آنیوالی روٹی آپ کمانے کے لئے تیار ہو جائے۔ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی مسلمان اپنی خیرات میں اور قوموں سے کم نہیں لیکن تقسیم خیرات میں وہ کیوں اسی پاک جملہ کو سامنے نہیں رکھتے وہ خیرات کا ہاتھ اٹھاتے کے وقت بسم اللہ تو کہتے ہیں لیکن وہ کیوں رحمٰن رحیم خدا کو بھول جاتے ہیں تم بیشک وہ چیزیں دوسروں کو دو جو ان کے دست قدرت سے باہر ہوں۔ جو وہ خود پیدا کر سکتے ہیں۔ ان پر تم کیوں اپنا دروازہ کھولتے ہو۔ فی الجملہ تم دستِ خیرات کو نہ روکو۔ لیکن خیرات کرتے ہیں ان لوگوں کو ترجیح دو۔ جو تمہاری خیرات سے متمتع ہوکر کچھ عرصہ کے بعد وہ کسی کے دست نگر نہ رہیں۔ ہم بخشش اور عطیات میں خدا تعالےٰ سے تو بڑھ نہیں سکتے۔ جب خود اس کا دست خیر قوانین رحمانیت اور رحیمیت کا پابند ہے۔ تو ہم کیوں اسکی پیروی نہ کریں ہم اپنے موجودہ طریق خیرات میں بیکاری غفلت اور اپاہج پن کو بڑھا رہے ہیں +

# گوشوارۂ آمد و خرچ مُسلم مشن ووکنگ

## اسلامک ریویو ہندوستان و انگلستان بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۹ء

| تفصیل آمد | نمبر شمار | رقم آمد ہندوستان انگلستان | | | تفصیل خرچ | نمبر شمار | رقم خرچ ہندوستان و انگلستان | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | | پائی | آنہ | روپیہ | | | پائی | آنہ | روپیہ |
| آمد مشن ہندوستان - - .. | ۱ | ۳ | ۶ | ۲۵۵۸ | خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو ہندوستان - - .. | ۵ | ۶ | ۱ | ۴۲۸ |
| آمد اسلامک ریویو - - .. | ۲ | ۳ | ۲ | ۳۰۲۲ | | | | | |
| آمد مشن انگلستان - - - | ۳ | ۰ | ۷ | ۱۱۴ | | | | | |
| آمد اسلامک ریویو انگلستان | ۴ | ۰ | ۱ | ۲۳۹ | خرچ مشن و اسلامک ریویو انگلستان | ۶ | ۸ | ۴ | ۳۲۰۷ |
| ذریعہ امانت ریزرو فنڈ | | ۰ | ۰ | ۱۸۷ | | | | | |
| میزان - .. | | ۶ | ۰ | ۶۰۷۹ | میزان - .. | - | ۶ | ۵ | ۳۶۳۵ |

دستخط فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

# نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن ہندوستان بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۹ء

| نمبر | اسمائے معطی صاحبان | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | جناب شیخ احمد صاحب بالاگھاٹ | ۰ | ۰ | ۱ |
| ۷ | " علی محمد صاحب ڈمراؤں زکوۃ | ۰ | ۰ | ۵۰ |
| ۸ | " او ایس نصراللہ بنگلور | ۰ | ۰ | ۵ |
| ۱۰ | " ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| ۱۱ | " منہاج الدین صاحب رحیم یار خاں | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| ۱۲ | " سید محمود صاحب میسور | ۰ | ۰ | ۱ |
| ۱۳ | " کرم الٰہی صاحب چنیوٹ | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| ۱۴ | " مصباح الدین صاحب رہتک | ۰ | ۰ | ۱ |
| ۱۵ | " نور غنی صاحب کوٹلی نواب سعد اللہ خان گوجرانوالہ | ۰ | ۱۰ | ۵ |
| ۱۶ | " حضور نواب صاحب منگرول | ۰ | ۰ | ۹۹ |
| ۱۷ | " کے ایچ منیار جوہری | ۰ | ۰ | ۲ |
| ۱۸ | " نواب علی صاحب چودھری کلکتہ | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| ۱۹ | " فضل الدین صاحب اوجین | ۰ | ۰ | ۵ |
| ۲۰ | " سید مصطفٰی صاحب گیا (باقی رقم کیلئے دیکھو نقشہ نمبر ۲) | ۰ | ۰ | ۵ |
| ۲۲ | " عبدالغنی صاحب راج نگر | ۰ | ۰ | ۲ |
| ۲۳ | سیدہ طاہرہ بی بی صاحبہ | ۰ | ۰ | ۲ |
| ۲۴ | جناب شیخ احمد صاحب بہار | ۰ | ۰ | ۱ |
| ۲۶ | حضور نواب صاحب بہادر رامپور (نصف کے لئے دیکھو نمبر ۲) | ۰ | ۰ | ۶۰۰ |
| ۳۲ | جناب نواب ڈبلیو چیٹی صاحب بنگال | ۰ | ۰ | ۳۰ |

| نمبر | اسمائے معطی صاحبان | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|
| ۳۴ | جناب عبدالمجید صاحب بالاگھاٹ | ۰ | ۰ | ۱ |
| ۳۵ | واپسی پیشگی منجملہ چارسو (نصف رقم نقشہ نمبر ۲) | ۶ | ۱۰ | ۵۷ |
| ۳۶ | زرفروخت معرفت مسلم بک سوسائٹی بابت اردو کتب بشیر ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء | ۹ | ۵ | ۳ |
| ۳۷ | " " انگریزی کتب | ۰ | ۱۲ | ۱۷ |
| ۳۸ | جناب گل محمد صاحب داود | ۰ | ۰ | ۵ |
| ۳۹ | پیشگی منجملہ رقم چارصد نصف | ۰ | ۰ | ۱۷ |
| ۴۰ | جناب فضل رازق صاحب کاکاخیل | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| ۴۱ | " امیر حسن صاحب کاکوری لکھنو | ۰ | ۰ | ۱ |
| ۴۲ | جناب فضل رازق صاحب کاکاخیل | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| ۴۳ | محمد ابراہیم صاحب بھوانی | ۰ | ۰ | ۴ |
| ۴۴ | جناب محمد افسر حسین صاحب باریسال بنگال | ۰ | ۰ | ۹ |
| ۴۶ | " حاجی محمد صاحب رنگون منہ زکوۃ سے چندہ | | | ۲۶ |
| ۴۷ | " محمد عمر دین صاحب ڈیرہ نواب | ۰ | ۰ | ۶ |
| ۴۸ | از ریاست بھوپال نصف کیلئے دیکھو نقشہ ۲ | ۰ | ۰ | ۱۵۰۰ |
| | جناب کے انور علی صاحب ستہ باریہ | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| ۲۷ | جناب رجب علی خان صاحب بہاولپور (زیر نفقہ مشن) | ۰ | ۰ | ۵ |
| ۲۸ | " محبوب علی صاحب گوالیار | ۰ | ۰ | ۲۴۰ |
| ۲۹ | " قاضی منہاج الدین صاحب بالاگھاٹ | ۰ | ۰ | ۲ |
| ۳۰ | " محبوب خان صاحب ہبلی دھاروار | | | ۲ |
| | میزان | ۳ | ۶ | ۲۵۵۸ |

# نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت فروری سنہ ۱۹۲۹ء

| نمبر رسید | | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|
| ۱۰ | جناب ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| ۲۱ | " سید مصطفٰی صاحب گیا | ۰ | ۰ | ۱۵ |
| ۲۵ | حضور نواب حاجی حمید اللہ خان صاحب والئے ریاست بھوپال | ۰ | ۰ | ۴۹ |
| ۲۶ | " " صاحب بہادر ریاست رامپور (نصف کے لئے دیکھو نقشہ ۱) | ۰ | ۰ | ۶۰۰ |
| ۲۷ | جناب رجب علی خان صاحب بہاولپور | ۰ | ۰ | ۵ |
| ۳۶ | زرفروخت معرفت مسلم بک سوسائٹی اردو کتب بشیر لائبریری | ۹ | ۵ | ۳ |
| ۳۷ | " بابت انگریزی کتب " " | ۰ | ۱۲ | ۱۷ |
| ۴۸ | از ریاست بھوپال (نصف کے لئے دیکھو نقشہ ۱) | ۰ | ۰ | ۱۵۰۰ |
| ۳۵ | واپسی پیشگی منجملہ رقم چارصد | ۰ | ۱۰ | ۵۷ |
| ۳۹ | " اسلامک ریویو | ۰ | ۰ | ۱۷ |
| | قیمت رسالہ اشاعت اسلام | ۰ | ۰ | ۷۳۵ |
| ۴۴ | ایس سید وزاگاپٹم | ۰ | ۰ | ۱۱ |
| | میزان | ۳ | ۲ | ۳۰۲۳ |

# نقشہ ۳ تفصیل آمد مشن در انگلستان بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۹ء

| | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|
| آمد از انگلستان ۱/۲۹ – ۲۱ تک | ۰ | ۷ | ۱۱۴ |

# نقشہ ۴ تفصیل آمد اسلامک ریویو در انگلستان ماہ فروری سنہ ۱۹۲۹ء

| | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|
| آمد از انگلستان ۲/۲۹ – ۲۳ تک | ۰ | ۱ | ۲۲۶ |

## نقشہ نمبر ۵ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان ماہ فروری سنہ ۱۹۲۹ء

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۳۹ - سفر خرچ سفیر مشن لاہور سے کانپور - کانپور سے واپسی لاہور | ۰ | ۰ | ۴۴ |
| ۴۰ - سائر اسلامک ریویو - کاغذ پیپر اسلامک ریویو دور یم - چھپائی ریپر - کاغذ ریپر - لفافہ - مزدوائی لفافہ اسلامک ریویو - جلد رسالہ بابت سال - چھپائی چیف - ٹکٹ | | ۱۱ | ۲۲۵ |
| ۴۱ - بل مشن و ریویو - کوئلہ - تار - کرایہ تانگہ آمد و رفت بنک - رجسٹری ٹائپ - مرمت نقل سکرٹری - لفافہ - مشاہرہ ماہ جنوری - کرایہ دفتر جنوری - رسید تار رجسٹری - کرایہ تانگہ - رسید بکیں - نمبر رنگ - رسید بکیں - لفافہ مزدوائی - تار روکنگ - لیوی - ٹکٹ اسلامک ریویو - ٹکٹ مشن - چھپائی فارم مشن | ۳ | ۸ | ۱۱۹ |
| ۴۲ - بل مشن و ریویو - کرایہ تانگہ آمد و رفت ڈاکخانہ وغیرہ - کرایہ تانگہ - گوند - انگیٹھی - ڈائری - مشاہرہ ماہ دسمبر - کرایہ دفتر دسمبر - پلیٹ فارم - کوئلہ - کاغذ - لیوی ہانڈی - لفافہ بیرنگ - سیاہی و کاغذ ٹائپ - کوئلہ | ۴ | ۱۴ | ۲۸ |
| میزان | ۶ | ۱ | ۴۲۸ |

## نقشہ نمبر ۶ تفصیل خرچ اسلامک ریویو و مشن در انگلستان ماہ فروری سنہ ۱۹۲۹ء

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۲۲ بل چھپائی اسلامک ریویو نومبر سنہ ۱۹۲۸ء | ۹ | ۱۱ | ۴۹۶ |
| ۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۲۸ء | ۰ | ۰ | ۴۸۶ |
| ۲۴ فہرست نامنظوری متعلق بل | ۵ | ۶ | ۲۴۲ |
| ۲۵ بل عملہ احمدیہ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء | - | ۱۲ | ۱۷۱ |
| ۲۶ " نومبر سنہ ۱۹۲۸ء | - | ۱۲ | ۱۶۱ |
| ۲۷ " سائر اخراجات ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء | ۰ | ۸ | ۴۴ |
| ۲۸ " | ۰ | ۶ | ۴۱ |
| ۲۹ " چھپائی ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء | ۰ | ۲ | ۴۸۴ |
| ۳۰ " پروف ریڈنگ نومبر سٹیشنری مشن و ریویو | ۰ | ۱۰ | ۳۵۹ |
| ۳۱ " کاغذ ریویو نومبر سنہ ۱۹۲۸ء | ۰ | ۱۲ | ۲۶۸ |
| ۳۲ " سٹیشنری اسلامک ریویو سنہ ۱۹۲۸ء | ۷ | ۱۲ | ۱۶۴ |
| ۳۳ " سفر خرچ ستمبر و سٹیشنری | ۰ | - | ۹۷ |
| ۳۴ " سٹیشنری نومبر سنہ ۱۹۲۸ء | ۰ | ۸ | ۶۸ |
| ۳۵ " پروف ریڈنگ ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء | ۰ | ۵ | ۵۳ |
| ۳۶ " سفر خرچ نومبر سنہ ۱۹۲۸ء | ۰ | ۱۲ | ۳۸ |
| ۳۷ " سٹیشنری نومبر سنہ ۱۹۲۸ء | ۰ | ۴ | ۱۷ |
| ۳۸ " متفرق | ۰ | ۱۱ | - |
| میزان | ۰ | ۴ | ۳۳۰۷ |

# خُدا پر بھروسہ

تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے۔ اور نقصان بھی۔ اور بعض اوقات نفع اور نقصان ایسے اسباب کے ماتحت ہوتا ہے۔ جن پر انسان کا کچھ اختیار نہیں ہوتا۔ اسلئے تاجر کو پوری محنت و کوشش کے باوجود خدا پر بھروسہ رکھنا اور خدا کے فضل و کرم کا امیدوار رہنا پڑتا ہے مسلمانوں کے لئے **سود** کو حرام اور تجارت کو حلال اسی لئے کیا گیا ہے۔ کہ سود خواری سے دل خدا سے غافل ہوتا اور تجارت سے دل خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اسلئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ تجارت سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رکھے۔ اور اگر دوسری مصروفیتوں کی وجہ سے خود کوئی تجارت نہ کرسکتا ہو۔ تو مشترکہ تجارتوں میں اپنا روپیہ لگائے خصوصاً ایسی تجارتوں میں جن سے مالی منفعت کے علاوہ قومی نفع کی بھی امید ہو +

دہلی میں مشترکہ سرمایہ کی ایک لمیٹڈ تجارتی کمپنی ترقی و حفاظت **اُردو** اور اشاعت و طباعت کتب وغیرہ کا کاروبار کرنے کے لئے "دی حسن نظامی ایسٹرن لٹریچر کمپنی لمیٹڈ" کے نام سے قائم ہوئی ہے۔ اور عنقریب اپنا تجارتی کاروبار شروع کرنے والی ہے —

ان سب مسلمانوں سے جو کم از کم **دس روپے** کسی مفید مشترکہ تجارت میں لگا سکتے ہیں درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ مذکورہ بالا کمپنی کے کاغذات و قواعد فوراً مجھ سے منگا لیں۔ اور اُن کو خوب غور سے پڑھنے اور
اور اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد اگر وہ
مناسب سمجھیں تو حسب مقدرت سرمایہ
لگا کر اس کمپنی میں شریک
ہو جائیں +

آپ کا بہی خواہ

**مینیجنگ ڈائرکٹر۔ دی حسن نظامی ایسٹرن لٹریچر کمپنی لمیٹڈ۔ د**

# ضروری اعلان

مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور کے نام سے ناظرین کرام آگاہ ہونگے سوسائٹی مذکور کا مقصد ایسی کتب کی طباعت و اشاعت ہے جن سے اسلام کی حمایت حفاظت و اشاعت ہو۔ اور دشمنان اسلام کے اعتراضات کا پورا پورا جواب ہو۔ غیر مسلم دین اسلام کی خوبیوں اور محاسن سے آگاہ ہوں۔ حضرت نبی کریم صلعم کے حالات زندگی سے مسلم و غیر مسلم بہرہ ور ہوں۔ ان مقاصد عالیہ کو سامنے رکھ کر سوسائٹی مذکور گذشتہ پندرہ سال سے کام کر رہی ہے۔ اگر اسلامی لٹریچر سے دلچسپی رکھنے والے مسلم احباب سوسائٹی کے مقاصد عالیہ کو مد نظر رکھ کر سوسائٹی کی جدید مطبوعات کی مستقل خریداری قبول فرمائیں۔ اور ہر ماہ جو کتاب سوسائٹی شائع کرے۔ اس کی ایک کاپی کے لئے اپنا نام مستقل طور پر رجسٹرڈ کرائیں۔ تاکہ ان کی خدمت اقدس میں شائع شدہ کتاب چھپتے ہی ہر ماہ وی۔ پی کر دی جایا کرے۔ مستقل خریداری قبول کرنے سے آپ کارکنان سوسائٹی کو اس قابل کریں گے۔ کہ وہ ہر ماہ اسلامی کتب کی طباعت و اشاعت کو جاری رکھ سکیں۔ آج کل ذیل کی کتب سوسائٹی مذکور نے جدید چھپوائی ہیں۔ مفصل فہرست کتب فرمائش آنے پر بھیجی جا سکتی ہے۔

| نام کتب | قیمت | نام کتب | قیمت | نام کتب | قیمت | نام کتب | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| توحید فی الاسلام | ۲/ | مطالعہ اسلام | ۱۲/ | مسلم و السنہ | ۱۲/ | پیغمبر کی محبت کیسے حاصل ہو | ۱/ |
| توحید با انجیل مقدس | ۶/ | مکالمات مسیحی | ۱۲ | ملا ہمن تیمور | ۱۲/ | اسلامی تمدن اور مغربی تہذیب | ۱/ |
| سنگ موسیٰ | ۶/ | اسلام ہم کو کیا ترقی دیتا ہے | ۱۲/ | اسلام اور علوم جدیدہ | ۱۲/ | اسلام اور مسئلہ فلسفہ | ۳/ |
| خطبات قریب | ۱۲/ | لست الشعار محمدی | ۶/ | عیسیٰ کی ہستی | ۱۲/ | مسئلہ نظر بین بحث تکلم فارسی | ۳/ |
| مقصد مذہب | ۳/ | مذہب مقدس | ۶/ | تہذیب فی الاسلام | ۱۲/ | دنیا کے مذہبی فلسفے شروع | ۶/ |
| ضرورت اسلام | ۱۲/ | انبیاء عالم کا مذہب | ۸/ | جنتی بازی کے | ۶/ | تفسیر سورۃ فاتحہ | ۳/ |
| نجات مسیحیت | ۶/ | اشتہر حسنہ | ۶/ | پیام اسلام | ۸/ | سیرت نبوی | ۳/ |
| | | | | | | قصص مسلمان بیس و تذکرہ | ۱۰/ |

ملنے کا پتہ: منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب

# اکسیر رحمانی

(آکسیجن - فولاد - ہائیڈروجن - گندھک کا بہترین مرکب جس کے استعمال سے خون صالح پیدا ہوتا ہے)

یہ مجرب اکسیر ہندوستان - انگلستان - جنوبی افریقہ میں شہرت پا چکی ہے - اور ایک ہفتہ میں تقویت معدہ بھوک کی افزائش تبدیلی رنگت - وزن کا بڑھنا جسم میں چستی پیدا کر دیتی ہے - امراض ذیل میں اس کا تجربہ ہو چکا ہے :-
سوء ہضم (ڈسپیپسیا) وجع المفاصل (پٹھوں کی درد) کمزوری دل اور دماغ بیخوابی امراض جو ضعف اعصاب +

## نقول چند سندات

(۱) میں نے چار ماہ تک آپ کی اکسیر کو مسلسل استعمال کیا - اور جسم کو مضبوط کرنے میں یہ بہت ہی مؤثر ثابت ہوئی +
سر عباس علی بیگ سابق ممبر انڈیا کونسل (انگلستان)

(۲) اکسیر رحمانی کے استعمال سے میرا وزن تین ہفتوں میں ایک پونڈ بڑھ گیا - میرے اور متعلقین نے بھی استعمال کیا - انھیں بھی ویسا ہی فائدہ ہوا +
کے - ایس - عبد الخالق خان ولیعہد ریاست منگرول

(۳) دوائی بہم پہنچانے کا شکریہ ادا کرتا ہوں - اس کی صحت و تندرستی پر خاص اثر ہوا - خود ڈاکٹر دوائی سے ہوتا جو مجھے پونڈوں میں خریدنی پڑتی +
مسٹر جی (کوکھل) سیتھ لاج - سینٹ انگلینڈ

(۴) اگر مشتاد ساٹھ اور پانچ دوائی کے استعمال سے تندرستی ہو جائے - تو اسے کرامت نہ کہا جائے تو اور کیا +
عالیجناب فرحی صاحب استاد حضور نواب صاحب بہادر ریاست امبو

(۵) مجھ کو آپ کی مشفقانہ بیشتر عصمت کا یہ احسان کرنا تھا میری زندگی بالکل مایوس ہو چکا تھا - اس ماتمی محبت نے میرے معدے جگر اور دل پر بڑا اثر کر رکھا تھا - اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان تمام شکایات سے اکسیر رحمانی کے ذریعہ نجات بخشی +
خواجہ کمال الدین امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

(۶) میں نے اکسیر رحمانی کو استعمال کیا تو ہضم بڑھانے اور اشتہاء صادق کے پیدا کرنے میں اسے میں نے بے نظیر پایا - چند روزہ استعمال کے اس دوا کا اثر ہونے لگتا ہے میرے علم میں گذشتہ بدہضمی و امراض معدہ کے دفعیہ کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے - خون صالح پیدا کرتی ہے - میرا یقین ہے کہ عالم پیری میں جسمانی قوت کی تقویت کے لئے اس دوا سے بہتر نافع دوا اور کوئی نہ ہوگی +
ملک شیر محمد - مہتمم خزانہ ریاست جموں

(۷) مجھے اور میرے احباب کو اس دوائی کے استعمال سے بہت فائدہ ہوا - جسم اور جسمانی قوت میں نمایاں طاقت محسوس ہوئی - حق الامر یہ ہے کہ یہ ایک دوائی ایک نادر کرامت ہے - میرے ایک دوست جو وجع المفاصل سے تنگ تھے اور انھیں گھٹنوں میں تکلیف تھی فوری فائدہ ہوا +
محمد عبد اللہ وکیل ہائیکورٹ سرینگر - کشمیر

(۸) مجھے ایک ہی ہفتہ میں فوراً فائدہ اس دوائی سے ہوا - اب میں کثرت سے ہضم کر سکتا ہوں جسے میں پہلے کمزوری کی وجہ سے بالکل استعمال نہ کر سکتا تھا +
اے خلیم ۱۳۲ گنج روڈ ڈھاکہ

(۹) ایک شیشی جو آپ نے ارسال فرمائی تھی - مجھے اس سے بہت ہی فائدہ ہوا ہے - میرے ناخن جو بالکل سفید تھے - ان میں سرخی پیدا ہو گئی ہے - اور رنگ چہرہ میں بھی فرق آ گیا ہے - اس واسطے تین شیشی اکسیر کی اور ارسال فرمائیں +
مہر الدین ڈاکخانہ گھوڑا یا تو الہ ضلع لائل پور

(۱۰) اکسیر کے صرف ایک ماہ کے استعمال سے ہی میری تمام شریانوں کی کمزوری رفع ہوئی - یہ تمام دماغی اور دیگر اعصابی کمزوریوں کے لئے تریاق ہے +
پروفیسر قادر حسین نظام یونیورسٹی حیدرآباد دکن

**قیمت فی شیشی جو ایک ماہ کیلئے کافی ہے - ایک روپیہ آٹھ آنے (۱۸)**

**ملنے کا پتہ دفتر اکسیر رحمانی برانڈرتھ روڈ - لاہور (پنجاب)**

بابت ماہ جولائی ۱۹۲۹ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

رسالۂ

# اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

## خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ

قیمت سالانہ عہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ - درخواست ہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

سنہ ۱۹۲۹ء

# ووکنگ مسلم مشن ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے سترھواں سال ہے فضلِ ربی اور مسلمانانِ عالم کی مسلسل توجہ سے آج تک انگلستان جیسی گراں سرزمین میں کبھی بھی اس مشن کو مالی مشکلات نہیں ہوئیں۔ اس مجوزہ بالا فنڈ کے اجرا کی غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ پس انداز رقم بطور میعادی سرمایہ جمع کیا جائے جو آڑے وقت کام آئے۔ اور اس کا ڈیویڈنڈ ٹرسٹ کا سالانہ منافع مشن کے گرانبار اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو۔ اگر مسلم بھائی بہن اور اپنے دوست و احباب خویش و اقارب کے تمام صدقات۔ خیرات۔ نذر انویسٹمنٹ کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں تو مشن کی ہمیشہ کے لئے مالی تقویت کا موجب ہو سکتا ہے +

# اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے شائع ہوتا ہے۔ اس کی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ جس میں تعلیم اسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسلم مصنفین کے علاوہ نو مسلم احباب کے بھی اس میں مضامین درج ہوتے ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے۔ اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نو مسلمین کے فوٹو شائع ہوتے ہیں۔ جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ ہندوستان میں ہے

# ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے فاروق بالقابہ (نو مسلم) جناب سر عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اسکی طباعت اور پھر اسکی وسیع پیمانہ پر مفت قیمت نشر و اشاعت کرنی ہے۔ اور جہاں جہاں لیکچروں یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچاتا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا جو ازحد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی سستی غیر مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کر لیا ہے
اس ٹرسٹ کی کتب خریدنا اور اس کی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے +

آجکل حدیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے۔ اس کے علاوہ شہرہ آفاق کتاب

**آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر**

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے۔ اور اس کا برانچ آفس عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہے

**تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب آنی چاہیے**



"Rationality and Democracy in Islam appeal to me very much. . . . I was delighted with the *Sayings of the Prophet* by Al Hajj Khwāja Kamālu 'd-Dīn."

OMAR ERNEST C. CLARK,
CHICAGO.

# فہرست مضامین

# اشاعت اسلام

جلد (۱۵) | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۹ء مطابق ماہ صفر سنہ ۱۳۴۸ھ | نمبر (۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم


# اشاعت اسلام

بابت ماہ جولائی ۱۹۲۹ء

جلد (۱۵) نمبر (۷)


# شذرات

**نہ تنہا عشق از دیدار خیزد — بسا کیں دولت از گفتار خیزد**

شکاگو — اس ماہ کے رسالہ کو جناب عمر آرنسٹ سی بیکلارک شکاگو (ملک جنوبی امریکہ) کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے جو احادیث نبوی اور

نئی آواز — اقوال مصطفوی کی خوق العادت جاذبیت سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ گویا مذکورہ بالا شعر کی جیتی جاگتی تصویر ہیں +

اعلان اسلام کے سلسلہ میں صاحب موصوف نے بیان کیا ہے۔ کہ "اسلام کی معقولیت اور جمہوریت یہ دو خوبیاں مجھے بھا گئیں۔ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی کتاب "انتخاب احادیث نبوی" سے مجھ کو بیحد روحانی مسرت حاصل ہوئی ہے" +

---

## شاہجہان مسجد ووکنگ میں نماز عید الاضحے

عید الاضحی کا اسلامی تہوار جو ابوالانبیاء حضرت ابراہیم کے اس مظاہرہ جذبہ عشق کی یادگار ہے جو انکو خدا کے ساتھ تھا، ۱۹ مئی سنہ ۱۹۲۹ء کو ایسے شاندار اور خوشگوار موسم میں منایا گیا۔ جس کی نظیر پچھلے کئی سالوں میں نہ مل سکیگی۔ مسلمان بڑے شوق کے ساتھ اس تقریب سعید کے منتظر رہا کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سلسلہ میں انھیں اپنے دینی بھائیوں سے ملنے کا موقعہ ملجاتا ہے۔ اور دُعا کیا کرتے ہیں۔ کہ اس دن مطلع صاف رہے۔ تاکہ سر سالار جنگ میموریل ہاؤس کے خوشنما اور نظر فریب سبزہ زار پر عبادت و نماز کی عادت مستمرہ قائم رہ سکے۔ پس کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ اس مرتبہ تاریخ مذکورہ پر مطلع نہایت صاف اور دن نہایت روشن تھا۔ خوشگوار دھوپ سبزہ چہار طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔

سطحی خیالات والوں کیلئے یہ تفریح چونکہ قدیم الایام سے جاری ہے۔ اس لئے عزت و دلچسپی سے بھی معرا ہوگی لیکن جو لوگ حقائق بین ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس تقریب کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ تاریخ مقررہ پر

---

انگلستان سے روئیداد عید بذریعہ ہوائی جہاز موصول ہوئی ہے جس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔ عید کا فوٹو اگلے ماہ درج رسالہ ہوگا۔ — خواجہ عبدالغنی

تمام دنیا کے لوگ دوش بدوش کھڑے ہو کر اس مقدس شہر یعنی مکہ میں خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ ارکان حج بجا لاتے ہیں جہاں حضرت ابراہیم نے خدائے واحد کی عبادت خالص کے لئے پہلا گھر تعمیر کیا تھا۔ حضرت موصوف یہود نصاریٰ اور مسلمان تینوں مذاہب میں یکساں محترم ہیں۔ اور خانہ کعبہ اس خدا کی عبادت کے لئے مخصوص ہے۔ جو شرک اور جہالت آمیز تصورات سے بالا اور ارفع ہستی ہے۔ امسال قریباً چار سو صاحبان اس شاندار تقریب سعید میں شرکت کی غرض سے مجتمع ہوئے تھے۔ اور یہ اجتماعی نظارہ نہایت باصرہ نواز اور جاذب نظر تھا۔ نیز اس کی بنا پر اسلام کی حیرت انگیز قوت اختلاط باہمی کا ثبوت بہم پہنچ گیا +

مختلف رنگوں نسلوں اور قوموں کے لوگ اس عالمگیر اجتماع عید پر مختلف ممالک مثلاً ہندوستان مصر عرب ایران افغانستان روم شام اور یورپ کے اکثر ممالک سے آکر مجتمع ہوئے تھے۔ شاندار اور دیدہ زیب ایرانی قالین مخملی سبز گھاس کے فرش پر بچھائے گئے۔ تاکہ اہالی مغرب و مشرق دوش بدوش کھڑے ہو کر خدائے مشرق و مغرب کے حضور میں سجدہ شکر بجا لائیں۔ امتیازات نسلی و قومی کو فراموش کر دیں۔ اور اخوت کا وہ پُر روح پرور نظارہ پیش کریں۔ جو مدبرین یورپ کی عقلوں کو ہمیشہ محو حیرت کر دیتا ہے۔ اور پادریوں کو آتش حسد میں زندہ جلا دیتا ہے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ عیسائیت دو ہزار سال گزر جانے کے بعد بھی اخوت انسانی کے اس تخیل کو عملی جامہ نہیں پہنا سکی جس کا ذکر وہ عا بڑے طمطراق کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف کھلے لفظوں میں گذشتہ کی مسیحی کانفرنس منعقدہ یروشلم میں کسی ایک پادریوں کی زبان سے سُنا گیا تھا +

نماز ٹھیک ساڑھے دس بجے شروع ہوئی۔ اس کے بعد امام مسجد مولوی عبد المجید صاحب ایم۔ اے نے ایک نہایت ہی البصیرت افروز خطبہ دیا جس میں انھوں نے اسلام کی اُس اخلاقی قوت کو پیش کیا۔ جو ان مناسک حج میں مضمر ہے جن کو آنحضرت صلعم کی سیاسی اور انتظامی قابلیت نے مسلمانوں کے لئے تجویز فرمایا تھا۔ اور جیسا کہ اسلام کے معاندین سو بھی تسلیم ہے۔ اس معاملہ میں بے نظیر ہے۔ یعنی تمدنی مسائل کے حل کرنے کے لئے جو اصول و قوانین اسلام نے نافذ فرمائے ہیں ان کی نظیر کسی دوسرے مذہب میں نہیں مل سکتی۔ نیز اس رسم کی بدولت ملت اسلامیہ میں ترقی کی شاہراہیں کھلتی ہیں انسانی جماعتوں کے مختلف اللون اور متغائر الخیال افراد کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے نیز اس رسم سے ان مغربی مدبرین کو بھی سبق اور روشنی مل سکتی ہے جو لقائے امن کی خاطر مجلس بین الاقوامی قائم کرتے ہیں بعد ازاں حاجی خواجہ کمال الدین صاحب کی شفایابی کے لئے دُعا کی گئی۔ جن کی تندرستی آجکل قابل اطمینان نہیں ہے +

جناب امام صاحب کے خطبہ کے بعد ہز ایکسیلنسی حافظ شیخ وہاب صاحب بالقابہ نمائندہ حکومت نجد و حجاز نے مختصر سی تقریر فرمائی۔ اور اُن کی عربی تقریر کا مطلب مسٹر زید مصری نے انگریزی زبان میں سامعین کو سمجھایا۔ اور شیخ صاحب موصوف کا سلام اُن سب کو پہنچایا۔ جو اس موقع پر وہاں جمع ہوئے تھے۔ صاحب موصوف نے دوران تقریر میں فرمایا۔ کہ چند لایعنی اور خارج از شریعت امور نادانستہ طور پر مذہب اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے۔ کہ عموماً لوگ قرآنی احکام کی روح سے ناواقف ہیں نیز

آپ نے ایسے عظیم الشان مجمعِ مومنین میں شمولیت پر اظہار فخر و شادمانی فرمایا۔

ازاں بعد بڑے شامیانہ میں مشرقی وضع کا طعام دوستوں کے لئے چنا گیا اور سب نے بہت شوق کے ساتھ نوش جان کیا۔ کیونکہ انگریزی طرز کے کھانے روز کھانے میں آتے ہیں۔ پس اس مشرقی طعام نے ایک تنوع اور جدت طرازی کا رنگ پیش کر دیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد احباب ایک دوسرے سے سرگرم گفتگو رہے کیونکہ اس تقریب کی بدولت دور و نزدیک کے احباب کو آپس میں تبادلۂ خیالات کا موقعہ بھی مل جاتا ہے +

سہ پہر کو تمام احباب اپنا وقت نہایت شادمانی سے صرف کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔ مسجد ووکنگ کو ایسے ایام سعید گنتی ہی کے نصیب ہوتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اسی عید کے موقعہ پر اہل مغرب کے سامنے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ کہ اسلام کی اخوت کس قدر شاندار اور عالمگیر ہے۔ اور اسی اخوت کو پیش کر کے اسلام دیگر اقوام کو دعوت دیتا ہے۔ بلکہ ان کے سامنے ایک اُسوہ حسنہ پیش کرتا ہے +

حاضرین میں سے مفصلہ ذیل اصحاب یعنی عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ ہز ایکسلنسی حافظ شیخ وہاب صاحب بالقابہ نمائندہ حکومت حجاز و نجد۔ میڈم زینب سکیپ وتھ، ولیعہد صاحب ریاست مالیرکوٹلہ۔ کرنل نواب سر عمر حیات خان صاحب آف ٹوانہ، پرنس سعید روٹ نبیرۂ سلطان زنجبار۔ مسٹر عمر ہیوبرٹ رنکن نو مسلم۔ سیٹھ عارف صاحب کلکتہ، خواجہ صلاح الدین صاحب ڈھاکہ۔ مسٹر لوگرو سیکرٹری برٹش مسلم سوسائٹی لندن مسٹر اور مسز لیون۔ مسٹر ظفر علی صاحب مالیر کوٹلہ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں +

خواجہ عبد الغنی سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

---

**ناظرین کرام کی توجہ کے قابل**

رسالہ اشاعت اسلام کا حلقۂ اشاعت دن بدن قلیل ہو رہا ہے، اگر احباب کرام نے اسکی توسیع اشاعت کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ تو اسکی ہستی معرض خطر میں ہوگی۔ رسالہ سے دلچسپی رکھنے والے احباب اپنے حلقۂ اثر میں سے کم از کم ایک جدید خریدار مہیا فرما کر کارکنان رسالہ کو ممنون فرمائیں + خواجہ جلال الدین منیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

---

**استدعائے دعا**

جملہ ناظرین و ناظرات رسالہ کی خدمت میں مودبانہ التماس ہے۔ کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت عاجل و کامل کے لئے دعا فرما کر ممنون فرمائیں۔ گو آپ رو بصحت ہیں لیکن نقاہت ابھی باقی ہے +

خادم۔ خواجہ عبد الغنی ۲۸ جون ۱۹۲۹ء

# اسلام اور دولت

ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ نہ تو مسیحیت نے روپیہ بچانے کو بُرا قرار دیا ہے۔ اور نہ ہی اسلام نے اس کو بُری نظروں سے دیکھا ہے۔ لیکن ایک بات جس میں اسلام کو مسیحیت پر ترجیح حاصل ہے یہ ہے کہ وہ اُن اہم ترین مسائل کو حل کرتا ہے۔ جن کا ہماری روزمرہ کی زندگی سے تعلق ہے۔ اسلام نے دُنیا کی تمدنی بُرائیوں کا نہایت مؤثر علاج تجویز کیا ہے۔ اور مادی اور رُوحانی رجحانات کو ایک سطح پر لاکر اس مسئلہ کو حل کیا ہے۔ مسیحیت ان دونوں رجحانات میں کوئی توازن قائم نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس نے انسان کے مادی رجحانات کو قطعاً نظرانداز کر دیا ہے۔

ہمارا یہ بیان اس حقیقت پر مبنی ہے۔ جس کا ذکر ہم اشاعت گذشتہ میں کر چکے ہیں۔ کہ اناجیل اس دُنیا سے تعلق نہیں رکھتیں۔ دنیا نے بجائے خود مسیحیت سے کوئی مشورہ طلب نہیں کیا۔ کیونکہ اس کی تعلیمات ہمیشہ نسل انسانی کے مادی رجحانات کے خلاف رہی ہیں +

اسلام نے اس بات کو روکنے کے لئے کہ دولت اور روپیہ صرف چند ہی آدمیوں کے ہاتھوں میں چلا نہ جائے حسب ذیل ذرائع اختیار کئے ہیں :-

(۱) زمین کی اشتراکیت۔ جو تمام پیداوار کی جڑ اور بہت بڑی کاروبار کی چیز ہے۔ اگر کسی ایسی زمین میں جو کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہو۔ کوئی خزانہ یا کوئی معدنیات کی کان نکل آئے تو اسلامی قانون کے مطابق سلطنت ہی اس کی حقیقی وارث ہوگی۔ اس معیار کے مطابق تمام ذرائع پیداوار بھی سلطنت کے قبضہ میں چلے جاتے ہیں۔ یا عام لوگوں کے +

(۲) اسلام کا قانون وراثت۔ جس میں صرف فرزند اکبر کی وراثت کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ ...

... ... ڈیوکوں کی بڑی بڑی جاگیروں کو فنا کرنے کا موجب ہے +

(۳) سُود کی ممانعت۔ اسلام نے اس طریق کو اختیار کر کے سرمایہ داروں کو ایک نہایت کاری ضرب لگائی ہے۔ جس سے کبھی اس کا اس قدر غلبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اس پر قابو نہ پایا جا سکے +

(۴) ایسے تصرف کی ممانعت جو تمام دولت کو ایک ہی جگہ جمع کر دے +

(۵) زکوٰۃ کا قانون ہم چاہتے ہیں۔ کہ اس پر ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کریں۔ کیونکہ یہ

وہ اصول ہے جس کی حقیقی قدر و قیمت کو مغرب نے ابھی تک نہیں سمجھا +

دور حاضرہ میں ایک عامی آدمی یہ دیکھ کر کہ تارک الدنیا ہونا اس کے لئے مشکل ہے اپنے آپ کو صرف دُنیا کے مادی پہلو کا مطیع اور فرمانبردار نہیں بنا سکتا۔ ایسی حالت میں اس کے لئے راستہ کہاں ہے۔ یہ سب سے ضروری سوال ہے جو ہمارے سامنے پیدا ہوتا ہے۔ مزدور اور سرمایہ دار کی باہم جنگ ہے۔ بالشویسٹ لوگ مذہب اور سرمایہ داری ہر دو سے چھٹکارا چاہتے ہیں۔ اگرچہ انھیں خوب معلوم ہے کہ سرمایہ کے بغیر دنیا کوئی ترقی نہیں کرسکتی۔ کیونکہ ذاتی مفاد کے بغیر ایک جمود کی حالت لوگوں پر طاری ہو جائیگی۔ کیا ایسی حالت میں مذہب کا یہ فرض نہیں کہ وہ آگے بڑھے۔ اور اس سنہری اصول کو قائم رکھنے میں ہماری امداد کرے۔ مذہب کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ ان دو باتوں کے مابین ایک سنہری راستہ تجویز کرے۔ کہ آدمی کیا ہے۔ اور اسے کیا ہونا چاہئے۔ صرف وہی مذہب انسان کو درکار ہے۔ جو انسان کے طبعی مفاد کو سلب نہ کرے۔ بلکہ ان پر مناسب حد بندیاں قائم کردے۔ اور ایک خاص تربیت کے نیچے انھیں لائے۔ طبعی خواہشات کی کامل آزادی دیدینا یا انھیں قطعی طور پر سلب کرلینا مضر ہے۔ اور انسان کے مادی اور روحانی ہر دو پہلوؤں کو نقصان پہنچانے والی چیز ہے۔ صرف وہی مذہب اس مسئلہ کو حل کرنے کا دعوے دار ہوسکتا ہے۔ جو فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ اور یہی مذہب اسلام ہے

(قرآن ۳۰ : ۳۰)

مذہب اسلام اس بات کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ اگر مال و اسباب کا پیدا کرنا اور اس کو جمع کرنا اور روپیہ کو لوگوں میں بانٹنا نظرانداز کردیا جائے۔ تو یہ انسان کے طبعی رجحان کے مطابق نہ ہوگا۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے۔ لا رهبانية في الاسلام اسلام میں رہبانیت کوئی نہیں اسلام دنیا کی مادی اشیاء کو ایک نتیجہ تک پہنچنے کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ الفقر فخری آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے۔ خود آنحضرت صلعم اور ان چاروں خلفا نے جو آپ کے جانشین ہوئے مندرجہ بالا صداقت کا نہایت عمدہ عملی نمونہ پیش کیا۔ تاہم اسلام مال و دولت اور امارت کی مذمت نہیں کرتا۔ وہ انسان کو ایک جنبش قلم سے اپنی ذاتی جائداد سے محروم نہیں کرتا جیسا کہ بولشوزم اسے محروم کرنے کی کوشش کررہی ہے +

اسلام افراط و تفریط کے ان دونوں مقامات کے درمیان ایک توازن قائم کرتا ہے جسمیں دونوں کے مفاد پورے پورے طور پر اس کے مدنظر رہتے ہیں۔ یہ کس طرح ہے؟ اسلام کا طریق عمل اس بارہ میں یہ ہے کہ وہ غریب اور امیر کو ایک سطح پر لانے کے لئے ایک توازن ان میں پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح ذاتی جائدادوں اور مال و دولت کو بنی نوع انسان کی خدمت پر لگاتا ہے۔ ممالک اسلامیہ میں لوگوں کی جائدادیں بھی ہوتی ہیں۔ اور وہ ذاتی جائدادیں ہی ہوتی ہیں لیکن ایک خاص معنے میں وہ پبلک جائدادیں ہو جاتی ہیں۔ اسلام پبلک جائداد کو مفاد عامہ کے لئے پرائیویٹ اشخاص کے ہاتھوں میں دیتا ہے لیکن اسلام کا اس سے یہ مقصد نہیں کہ ایسی تمام جائداد یا مال و متاع کو اجتماعی یا خیراتی کاموں پر صرف کر دیا جائے۔ بلکہ اس نے دراصل اجتماعی پہلو کو پرائیویٹ اشخاص کی زندگیوں سے وابستہ کر دیا ہے۔ ہر شخص انفرادی طور پر سوسائٹی کے نزدیک ذمہ دار ہے۔ سوسائٹی اس کی جائداد کو پرائیویٹ جائداد سمجھتی ہے۔ اور اس کے ساتھ پبلک کا حق بھی تسلیم کرتی ہے۔ اسلام میں پبلک کے اس حق کا نام زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ بیک وقت میں سوسائٹی کی بھی حفاظت کا سامان پیدا کرتی ہے۔ اور افراد کی خود حفاظتی کا سامان بھی۔ یہ موقع نہیں کہ اسلام کے اس بہت شاندار اصول کی تفصیلات بیان کی جائیں۔ اس کے متعلق ہر شخص خود قرآن کریم کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ اس قدر بتا دینا کافی ہے۔ کہ یہ غرباء کا محض صرف ایک مادی طریق اصلاح ہی نہیں۔ بلکہ اس کا اثر روح پر بھی پڑتا ہے۔ اور ان افراد کی روح پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ جو اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس کو ان ٹیکسوں کے قائمقام بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ جو حکومت کی طرف سے لگائے جاتے ہیں۔ حکومت کے نافذ کئے ہوئے ٹیکس بے روح سمجھے جاتے ہیں۔ جن کا انسان کی اخلاق زندگی پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ اس کے خلاف زکوٰۃ ادا کی جائے تو اس میں ایک بیدار احساس جوش اور مذہبی اثر ہوتا ہے۔ حکومت کے ٹیکسوں اور زکوٰۃ میں صرف ایک ہی فرق نہایت بین ہے۔ اور وہ یہ کہ دونوں کی ادائیگی ضروری اور لازمی ہے +

---

# اسلام اور تہذیب جدید

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ذیل کی سطور کو اپنے گرامی صحیفہ کی قریبی اشاعت میں شائع فرما کر ممنون فرمائیں:۔

مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کی تبلیغی جدو جہد کے سلسلہ میں جو مہتم بالشان خدمات مولوی عبدالمجید صاحب قائمقام امام مسجد ووکنگ (انگلستان) انگلستان میں انجام دے رہے ہیں۔ وہ ان لیکچروں و تحریروں سے واضح .... ہیں۔ جو انگلستان کے پرچوں میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ چند ہفتے ہوئے مولوی صاحب موصوف نے اتوار کے روز لندن میں ایک دلچسپ تقریر جس کا عنوان تھا "کیا اسلامی ممالک میں مغربیت کا تتبع کوئی غیر طبعی چیز ہے"۔ اس تقریر .... سے سامعین بہت ہی محظوظ ہوئے۔ اور اکثر دوستوں نے اختتام لیکچر پر موضوع بالا پر خوب جرح قدح کی مولوی صاحب کا دعوٰے ہے کہ مغربیت کا تتبع مسلمانوں کیلئے کوئی نئی بات نہیں۔ تمام باتیں جن پر یورپ آج فخر کرتا ہے۔ وہ مسلمانوں میں موجود تھیں۔ اور صرف موجود ہی نہ تھیں۔ بلکہ ہر ایک زندہ قوم کا یہ رویہ رہا ہے کہ وہ دوسری اقوام سے اچھی اچھی باتیں لے کر اپنے اندر جذب کرتی رہی ہے۔ جو قوم یہ نہیں کرتی۔ وہ قرآن کی اس آیت پر نہیں چلتی جس کے اندر ایک زریں قانون ہمارے سامنے رکھا گیا ہے۔ یعنی ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتٰی یغیروا ما بانفسھم۔

تہذیب جدید کے مطابق اجزا اسلام میں

آج مسلمان اپنی حالت کو سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اسلئے وہ اس ازلی قانون سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور اس ازلی قانون کو عملی جامہ اس طرح سے پہنایا جاسکتا ہے۔ کہ ہم تمام اُن اجزائے تہذیب کو اپنی تہذیب کے اندر جذب کرلیں۔ جو مفید ہوں۔ کوئی تہذیب بھی بحیثیت مجموعی ایک ملک سے دوسرے ملک میں لاکر جذب نہیں کیجاسکتی صرف اجزا ہی جذب کئے جا سکتے ہیں۔ اور یہی ایک ترقی کا راز ہے۔

یونانی اور رومی تہذیب اور اسلام

مسلمانوں کا جب یونانیوں اور رومی لوگوں سے تصادم ہوا۔ تو اُنھوں نے بجائے اس کے کہ ان سے نفرت کریں انھوں نے ان سے تعلقات پیدا کئے۔ ان کا فلسفہ لیا۔ ان کا علم لیا۔ اور ان سب کو لے کر اپنے اندر جذب کرلیا۔ آج بھی مسلمانوں کی ترقی کا یہی راز ہے۔ کہ وہ اپنے اندر دوسری قوموں کے علیحدہ علیحدہ ان اجزاء تہذیب کو لے کر جذب کرلیں۔ جن سے ان کے مذہب پر کوئی حرف نہ آئے پھولنے پھلنے والی اقوام کا یہی طریق عمل رہا ہے۔ کوئی قوم یہ نہیں کرسکتی۔ کہ اس نے اپنی تہذیب کو خود پیدا کیا ہے بلکہ ہر ایک تہذیب دوسری تہذیب کی کسی نہ کسی رنگ میں ممنون احسان ہوتی ہی ہے۔ یورپ نے اگر ترقی کی ہے۔ تو اس بنا پر کہ وہ مسلمانوں کے علوم و فنون سے فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ اور اُنھیں اپنے اندر جذب کرتا رہا ہے۔

خادم۔ خواجہ عبدالغنی۔ سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل
برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

# بستر علالت سے ایک دردبھری اپیل

* ترجمہ از انگریزی مضمون مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

## خدائے رحمٰن اور رحیم کے مقدس نام کا واسطہ دے کر ہر مسلمان سے درخواست ہے کہ ان اوراق کو خاص توجہ کے ساتھ مطالعہ کرے۔

محترمی اخی فی الاسلام - السلام علیکم

اکتوبر ۱۹۲۶ء سے میں بستر علالت پر دراز ہوں - اور جانکاہ علالت کا شکار لیکن اس دوران میں میرے خیالات یکسر اسلام کی آیندہ حالت سے متعلق رہے ہیں۔ گزشتہ بیس سالوں میں ہم مسلمان بہت ہی نازک لمحات حیات میں سے گزر چکے ہیں۔ اور نئے نئے واقعات اس نوعیت کے رونما ہوئے ہیں۔ جن کا آیندہ اثر ہمارے حق میں مضر ثابت ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے ان نتائج کو مبدل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن چونکہ یہ کوشش سراسیمگی کی حالت میں ہوئی۔ لہٰذا ہم دوسروں کے ہاتھوں میں آلہ کار بن کر رہ گئے اور آج ہماری حیات اجتماعیہ کا مطلع تاریک تر نظر آتا ہے۔ اس امر کے اظہار کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی - کہ آج ہم اپنی عافیت کے لئے ترک بھائیوں پر کہاں تک اعتماد کر سکتے ہیں +

افغانستان آجکل باہمی خانہ جنگی کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ اور دیگر ممالک میں بھی ہمارا مستقبل کچھ خوش آیند نہیں معلوم ہوتا - ہندوستان میں تو ہم روز بروز اقلیت کی شکل میں مبدل ہو رہے ہیں۔ اور وہ وقت دور نہیں جب سانس لینے کیلئے بھی ہم دوسروں کے دست نگر ہو جائینگے۔ اور یاد رہے۔ کہ اغیار کو کیا پڑی ہے۔ کہ ہماری حیات ملی کے لئے سہولت بہم پہنچائیں۔ اہل ہنود باوجود اپنے گوناگوں اختلافات کے آج میدان عمل میں متحدہ قوت کے ساتھ مصروف پیکار ہیں۔ اور ہم مسلمان باوجود اپنے مذہبی اور ملی عقاید کی یگانگت کے ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کیلئے تیار ہیں۔ ہیہات ہیہات! +

* رسالہ ہذا میں حسب قدر انگریزی مضامین مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے اردو تراجم شائع ہوتے رہتے ہیں - اگر ان میں کبھی کوئی علمی یا ادبی غلطی ہو جائے - تو اسکی ذمہ داری مترجم رسالہ پر عاید ہوتی ہے - مترجم

ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ شروع ہی سے لاینحل رہا ہے۔ تاہم مسلمانوں نے ان کی کاسہ لیسی گوارا کی۔ اور جب ان کو اپنے مقاصد میں ہمارے اشتراک عمل کی بدولت کامیابی حاصل ہوئی۔ تو انھوں نے ہمیں دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا۔ ایسا ہونا قطعی ناگزیر تھا۔ کیونکہ ہم نے قرآن شریف کے احکامات صریحہ کے خلاف عملدرآمد کیا تھا۔ ہماری پاک کتاب اگرچہ غیر مسلمین سے دنیاوی امور میں تعاون و تعامل سے نہیں روکتی۔ لیکن وہ صاف الفاظ میں ہمیں آزادانہ زندگی کی تلقین کرتی ہے۔ اور اس امر سے منع کرتی ہے۔ کہ ہم اپنی حفاظت اور حیات کے لئے دوسروں کا آسرا تکیں۔ یا اُن کے دست نگر ہوں۔ چونکہ اس معاملہ میں ہمنے احکام الٰہی کی خلاف ورزی کی تھی لہٰذا اس کا تلخ نتیجہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ مجھے آجکل کے مسلمانوں کی ذہنیت پر بیحد افسوس ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنی حاجات اور ضروریات کے لئے قرآن پاک کی طرف رجوع کریں۔ جہاں ہر بات اور ہر معاملہ میں رہنمائی کا پورا پورا سامان موجود ہے۔ ہم مسلمان وہ ذرائع اختیار کرتے ہیں۔ جو تعلیمات قرآنی کے سراسر منافی ہیں +

قرآن مجید نے تیسری سورت میں علاوہ دیگر امور کے استحکام قومیت کے لئے تین اصول بیان فرمائے ہیں :۔ غیر مسلم اقوام میں اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں میں تعلیم اور اتحاد ان تین اصولوں پر کار آمد ہونے سے قوم میں زندگی اور قوت پیدا ہو سکتی ہے۔ جس کی مدد سے ہم لوگ تنازع للبقاء میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جائے حیرت ہے کہ ہندو اپنے مذہب کی تعلیم کے برخلاف ان تینوں اصولوں پر کاربند ہو گئے۔ اور اس کوشش کا ثمر چکھ رہے ہیں +

یامعشر المسلمین! اس خلوص قلب اور پاکیٔ مقصد کی بدولت جو تمہیں بحیثیت مسلمان ہونے کے حاصل ہے۔ تم اپنی عظمت گزشتہ اور شوکت رفتہ کو پھر حاصل کر سکتے ہو۔ اگر قرآن شریف کے تجویز کردہ اصولوں پر کاربند ہو جاؤ۔ ان

اصولوں کو چھوڑ کر اور جو کچھ بھی اختیار کرو گے۔ لامحالہ نقصان اُٹھاؤ گے۔ اغیار کی نظر میں تو تمہاری حیات ملّیہ کے دن ختم ہو چکے ہیں۔ لیکن اگر تم اپنی طرز عمل بدل دو تو اغیار کے منصوبے خاک میں مل سکتے ہیں +

ہماری موجودہ حالت بہت نازک ہے۔ اور اس پر فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ اور اگر قرآن شریف میں ہماری موجودہ مشکلات کا کوئی صحیح اور تسلّی بخش حل موجود نہ ہو۔ تو پھر ترکِ اسلام ہی اولیٰ ہے۔ لیکن ایسا نہیں۔ ہماری ساری مشکلات ترکِ اسلام ہی سے پیدا ہوئی ہیں۔ قرآن کو چھوڑ دینے سے ہم مصائب کا شکار ہو گئے۔ پس کیوں نہ آپ سب صاحبان خُدا کی رسّی کو مل کر مضبوط پکڑ لیں۔ تو پھر کامیابی اور تارنج البالی ہمارے قدموں سے لگی ہو گی +

یہ بات محتاج ثبوت نہیں کہ تقسیم کار اور تقسیم عمل سے استواری اور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی اور فضل سے دُنیا کے مختلف ممالک میں

## تبلیغ و اشاعت اسلام

کا کام میرے ہاتھوں میں سونپا ہے۔ اس لئے میں آپ سے صرف اسی پہلو پر گفتگو کروں گا لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ میں باقیماندہ اصولوں کی نفی کرتا ہوں۔ بلکہ بلا خوف تردید کہتا ہوں۔ کہ اگر ہم ہندوستان میں فرقہ بندی کی لعنت سے آزاد ہو جائیں اور اپنی تمام قوتوں کو ایک مرکز پر مجتمع کر لیں۔ تو یقیناً دوسروں کے ساتھ اشتراک عمل کرنے سے جو کامیابی حاصل ہو۔ اس سے دس گنی زیادہ کامیابی حاصل ہو سکتی ہے +

دنیا نے ہمارے سامنے موجودہ زمانہ میں امیدوں کی نئی نئی راہیں کھول دی ہیں تمام دیگر مذاہب داستانِ پاستان کی شکل میں تبدیل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور مسیحیت کا آفتاب تو غروب ہی ہوا چاہتا ہے۔ مغربی اقوام کو جو نفرت کلیسائی عقاید سے پیدا ہو گئی ہے۔ اس کا ثبوت گرجوں میں خالی نشستوں سے بآسانی مل سکتا ہے۔ کلیسیا کے بڑے عہدہ دار خود کلیسیائی عقاید کی بیخکنی پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ اور مجدد دین کے اس گروہ نے الوہیت مسیح تجسم تثلیث اور کفارہ ان تمام عقایدت

سخت بیزاری ظاہر کی ہے۔ اور نہ یہ لوگ اب بائبل کو خدا کا کلام ہی تصور کرتے ہیں۔ بلکہ محض افسانۂ اقوام پیشینیں۔ موروثی گناہ کا خیال بھی تیسرے دلوں سے محو ہوتا جاتا ہے۔ عشائے ربانی اور دیگر رسُوم کلیسائی اب علانیہ طور پر بُت پرستوں کے مراسم قرار دی جا رہی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کونسا ستون اب باقی رہ گیا ہے۔ جس پر کلیسائی عمارت قائم رہ سکتی ہے!

تخریب کے بعد تعمیر ایک لازمی چیز ہے۔ ہماری گزشتہ سترہ سالوں کی محنت کا ایک نتیجہ تو نہایت ہی نمایاں اور قابلِ توجہ نکلا ہے۔ یعنی اس ورن میں خدا کے فضل سے ان تمام غلط خیالات کا ازالہ ہو چکا ہے۔ جو پادریوں نے اسلام کے متعلق عامۃ الناس کے دماغوں میں جاگزین کر دیے تھے۔ اب لوگ اسلامی تعلیم کو ٹھنڈے دل سے سُننے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اور اس طرح تبلیغ کی راہ میں ابتدائی مشکلات کا معجزانہ طور پر قلع قمع ہو چکا ہے۔ پس اگر ہم خلوص کے ساتھ تبلیغ اسلام کا کام کریں۔ تو یقیناً مغرب میں اسلام کا مستقبل نہایت شاندار ہے۔

حکمران اقوام میں تبلیغ اسلام کی اہمیت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا نہ صرف اسلام کو تقویت حاصل ہو گی۔ بلکہ مسلمانوں کو سیاسی فوائد بھی حاصل ہونگے۔ اگر آلہی مرضی کے ماتحت مسلم اقوام انگریزوں کے ماتحت آگئی ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ ہم اُن کو مسلمان کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اس فعل میں ہماری نجات مضمر ہے۔ اور خصوصاً آج کل تو حالات ہمارے موافق ہو گئے ہیں۔ جو لوگ ہم مسلمانوں میں سیاسی مذاق رکھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی آیندہ سیاسی اہمیت پر غور و خوض کر رہے ہیں۔ اُن کو خصوصاً اپنی توجہ اس اہم مسئلہ کی طرف مبذول کرنی چاہئے۔ بیشک مغرب میں اسلام کے متعلق قبل ازیں عجیب و غریب خیالات پائے جاتے تھے لیکن اب بہت سی سعید رُوحیں علانیہ اسلام کا اقرار کرنے کے لئے آمادہ نظر آتی ہیں۔ عقلمند وہ ہے۔ جو موقعہ سے فائدہ اُٹھاتا ہے

ایک تعلیم یافتہ انگریز اگر مسلمان ہو جائے۔ تو وہ بہت سے جاہل غلام افراد سے بہتر ہے۔ اس جگہ اُس کامیابی پر تفصیلی تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہماری ووکنگ مشن کو عطا فرمائی ہے لیکن جنوبی افریقہ میں جو تجارب مجھے حاصل ہوئے ہیں۔ اُن کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا

میں افریقہ میں پورے چھ ماہ تک شہر بشہر اسلام پر تقریریں کرتا رہا۔ میرا مشاہدہ ہے۔ کہ سامعین میں سے انگریزوں نے میری تقریر کو کمال دلچسپی اور حیرت سے سُنا۔ اور قدرتی طور پر اُن کی زبان سے اسلام کے لئے تحسین آمیز کلمات نکلے۔ پس اگر ہم اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور خدا کا پیغام پُورے جوش کے ساتھ اقوام عالم کو سُنائیں تو اسلام لانے میں انھیں کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ اگر ہماری ووکنگ کی کامیابی کو نمونہ تصور کیا جائے۔ تو بھی تبلیغ اسلام کے نتائج نہایت شاندار اور ہمت افزا نظر آتے ہیں۔ بلکہ ان کی بناء پر تو کامیابی کی ضمانت کی جا سکتی ہے۔ اور مغرب میں اسلام کا مستقبل نہایت شاندار نظر آتا ہے۔ اہل ہنود نے ہماری ووکنگ کی تحریک کا بامعانِ نظر مطالعہ کیا ہے۔ اور ان کی کوشش یہ ہے۔ کہ انگلستان میں ہندو دھرم کا پرچار کیا جائے۔ چنانچہ ہندوستان کے بڑے بڑے راجوں مہاراجوں نے ہندو مہاسبھا کی آواز پر لبیک کہنا شروع کر دیا ہے۔ سکھوں نے تو اپنا گرودوارہ قائم بھی کر لیا ہے۔ میں ان لوگوں کی کوششوں کی تحقیر نہیں کرتا۔ لیکن یہ ضرور ہے۔ کہ مغربی ذہنیت چند علمی لیکچروں اور معمہ جات کو حل کرنے کے لئے چند کمزور کوششوں کی طرف مائل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں یا تو فلسفہ کی مدد سے پیش کی جائینگی یا تصوف کی۔ اور یورپ میں ان چیزوں کی کمی نہیں۔ جس چیز کا یورپ طلبگار ہے۔ وہ الٰہی پیغام سکون اور بشارت حیات ہے۔ اور اگر مغربی تمدن سے متاثر ہو کر ہندو لیڈروں نے شاستروں کے اصولوں کو بالائے طاق رکھ دیا تو نتائج بد سے بدتر ہونگے۔

صرف ایک ہی مذہب ہے۔ جو مغربی ذہنیت کو اپیل کر سکتا ہے۔ اور وہ اسلام ہے اخلاقیات مغرب کو مدنظر رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ مغرب کے آیندہ اصول اخلاق کی بنیاد صرف اسلامی اخلاق پر قائم کی جا سکتی ہے۔ مغربی اقوام میں تحصیل علم کا مادہ بہت زیادہ ہے۔ اور اس سے بڑھ کر انھیں اچھی چیز کی قدر کرنی آتی ہے۔ مختصر یہ کہ مغرب میں اسلام کی تبلیغ اک ضرورت حقیقی ہے۔ جس سے انکار نہیں ہوسکتا +

تبلیغ اسلام کا کام مینے ذاتی طور پر شروع کیا تھا۔ یعنی محض انفرادی کوشش تھی۔ لیکن بعد چندے بہت سے مسلمان بھائی اس کام میں میرے شریک ہو گئے۔ اور امداد بھی دینے لگے۔ لیکن پھر بھی اس مشن کی حیثیت نیم شخصی انتظام پر مبنی تھی۔ میری طویل علالت نے مجھے ایک سبق دیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر اس مرتبہ صحت ہو گئی۔ تو بہرحال موت ایک نہ ایک دن ضرور آئیگی۔ اور یہ مفید کام جس کا ذمہ دار میں ہوں نہ جاری رہے تو بہتر ہے +

مشن کا انتظام میں نے کچھ عرصہ ہوا۔ دوسروں کے سپرد کر دیا لیکن لٹریچر کی اشاعت جس کے ذریعہ سے ہم اپنا پیغام دور و نزدیک پہنچا سکتے ہیں بڑی ضروری چیز ہے اور ووکنگ سے شائع شدہ لٹریچر نے لیکچروں اور ممبروں سے زیادہ کام کیا ہے۔ میری خواہش ہے۔ کہ یہ کام وسیع ترین پیمانہ پر کیا جائے۔ اور مستقل طور پر جاری رہے سردست ہم ایک ماہانہ رسالہ "اسلامک ریویو" انگریزی اور چند دوسری کتابیں وقتاً فوقتاً شائع کر رہے ہیں +

تالیف و اشاعت کی خاطر ہمنے کچھ دن ہوئے ایک "مسلم لٹریری ٹرسٹ" بھی قائم کیا جس کے صدر جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ ہیں۔ یہ ٹرسٹ آزادانہ کام کر رہا ہے اور مفید نتائج مرتب ہو چکے ہیں۔ لیکن ہمارا ارادہ ہے۔ کہ اس قسم کی مختلف تحریکات کو ایک سلک میں منسلک کر دیں۔ جس کی بنیاد کسی قسم کی فرقہ بندی پر مبنی نہو۔ اعلیحضرت حضور نظام بالقابہ نے ازراہ کرم لندن نظامیہ مسجد کے ارکان کا ۔۔ مختلف الخیال

طبقوں میں سے انتخاب کرکے ایک نیک مثال قائم فرمائی ہے۔ اور میں بھی اُنہیں کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہوں۔ جو لوگ اس کام سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان سے مراسلت کی ہے۔ اور بہت سے بزرگ مجھ سے متفق الرائے ہیں۔ جناب میاں سر محمد شفیع صاحب اور جناب میاں احسان الحق صاحب سشن جج بھی شمولیت کا وعدہ کر چکے ہیں۔ اور انھوں نے اس جماعت کی رُکنیت بھی قبول فرمالی ہے۔ انگلستان کے سربرآوردہ لوگوں کو بھی لکھا گیا ہے۔ اور عنقریب اُن کی شمولیت کی بھی اُمید ہے۔ اس کے بعد میں اسلامک ریویو اور دوسرے لٹریچر کی ملکیّت سے اس نئی جماعت کے حق میں دست بردار ہو جاؤں گا۔ اور اس جماعت کی رجسٹری انگلستان اور ہندوستان دونوں جگہ کردی جائیگی +

یہ سب کچھ اسی لئے ہو رہا ہے کہ "ٹرسٹ" کو تقویت پہنچے۔ اور کام مستقل بنیاد پر قائم ہو جائے لیکن حقیقی استقلال سرمایہ پر منحصر ہوتا ہے۔ گزشتہ چودہ سالوں میں مَیں نے فنڈ کی فراہمی کے لئے دریوزہ گری کی ہے۔ لیکن اب بوجہ اپنی علالت ایسا کرنے سے معذور ہوں۔ لہٰذا میں اہل دل مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ اس نیک تحریک میں دل کھول کر حصہ لیں۔ اور اُس کی بُنیاد کو اُستوار کریں۔ اس مقصد کی تکمیل کیلئے ایک فنڈ جاری کر دیا گیا ہے۔ اور اُس کا انتظام دیانتدار لوگوں کے سُپرد ہے۔ ریویو اور مشن کی آمدنی تو معمولی ماہانہ اخراجات کے لئے کافی ہوگی۔ اور جن لوگوں نے گزشتہ سالوں میں ہماری مدد کی ہے۔ اُن سے درخواست ہے۔ کہ وہ اپنی امداد جاری رکھیں۔ جس سرمایہ کی فراہمی اس وقت میرا مقصد ہے۔ وہ علیحدہ رقم کی صورت میں رکھا جائیگا۔ تاکہ محفوظ سرمایہ قائم ہو سکے۔ اور یہ رقم اس قدر ہونی چاہئے۔ کہ ہم مستقل طور پر لٹریچر کی اشاعت کر سکیں +

بھائیو! یہ اپیل اُس شخص کی طرف سے ہے۔ جس کو خدا تعالےٰ نے ازراہ کرم دوبارہ زندگی بخشی ہے۔ تاکہ وہ خدمت اسلام کے کام کو جاری رکھ سکے۔ اور اگر وہ تندرست ہوتا تو بذاتِ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔

باقی مغرب میں اشاعت اسلام۔

اب تک اس شخص نے اپنا بار شن پر ڈالے بغیر اسلام کی خدمت کی ہے۔ اور وہ چاہتا ہے۔ کہ اسی طرح کام کرتا رہے۔ اس کا قلم اور زبان دونوں اسلام کی خدمت کے لئے وقف ہیں۔ اور اس کی دلی دُعا ہے۔ کہ خدا اسے خدمت اسلام کی توفیق بخشے۔ اور جس فرض کو اس نے اپنی مرضی سے اختیار کیا اُسے باحسن وجوہ پورا کر سکے +

یہ اپیل اُس شخص کی طرف سے ہے۔ جو اب سفر آخرت کے لئے طیار بیٹھا ہے۔ اور اُسے یقین ہے۔ کہ اس کی دردمند آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی +

دُنیا میں اسلامی زکوٰۃ ایک قابل تعریف امر ہے۔ لیکن اکثر اوقات اس کا استعمال غلط طریق پر کیا گیا ہے +

میں آپ سے پُوچھتا ہوں کہ اشاعت اسلام سے بڑھ کر اور کونسی پاکیزہ ضرورت ہو سکتی ہے۔ جس پر زکوٰۃ کی رقم بجا طور پر صرف کی جا سکے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ میری یہ اپیل جو بستر علالت سے آپ کی خدمت میں کر رہا ہوں رائیگان نہ جائیگی۔ اور آپ سب لوگ اس اعلےٰ مقصد کی تکمیل میں میرے ساتھ تعاون کرینگے۔ تمام رقوم بنام فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور کے پتہ پر بھیجی جائیں۔ جو آپ کو باقاعدہ رسید بھیج دیگا۔ اور ان تمام عطیات کی وصول یابی کا اعلان رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں بھی ہوا کرے گا۔ جس کی کاپی ہر معطی کی خدمت میں ارسال ہوگی +

آپ کا دینی بھائی

خواجہ کمال الدین ۔ لاہور

---

مدیر: یہ اپیل انگریزی زبان میں ان آخری فقرات کے سوا تو گزشتہ حملہ امراض کے آنے سے پیشتر ہی لکھی گئی تھی۔ پھر بیماری کے باعث معرض التوا میں پڑی رہی پھر بیماری نے سخت خطرناک شکل اختیار کی تو حضرت خواجہ صاحب نے یہ آخری فقرات ایسی حالت میں نہایت تکلیف سے لکھوائے۔ جب انکے سامنے خطرہ ہی خطرہ تھا۔ بفضلہ اب خطرہ سے نکل چکے ہیں + خواجہ عبدالغنی ۲۸ جون ۱۹۲۹ء

# مظالم نبوی کی فرضی داستان

## ایک انگریز مصنف کے بے بنیاد الزام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر

(بسلسلہ صفحہ ۲۵۰ جلد ۸ نمبر ۶)

از قلم حضرت مولوی محمد علی صاحب - ایم - اے ایل - ایل - بی - مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی و اردو

## پہلا الزام قتل اسماء

اب ہم تمام واقعات کو ایک ایک کر کے لیتے ہیں - پہلا واقعہ جس کا ذکر مسٹر کیش نے کیا ہے - وہ قبیلہ اوس کی ایک عورت اسماء سے تعلق رکھتا ہے - کہا جاتا ہے کہ یہ ایک شاعرہ تھی - اور اُس نے بعض ایسے اشعار لکھے تھے جن میں آنحضرت صلعم پر یہ حملہ کیا گیا کہ انھوں نے دولت اور نیز حیثیت سے اُلجھ کر جنگ بدر میں بڑے بڑے سرداروں کو قتل کر دیا - کہا جاتا ہے کہ عمیر نامی ایک مسلمان نے اس بدگوئی کی وجہ سے اس عورت کو نہایت بیرحمی کے ساتھ قتل کیا - اور آنحضرت صلعم نے نہ صرف اس قتل کو جائز ہی ٹھیرایا - بلکہ عمیر کے اس فعل کی تعریف بھی کی - اس بارے میں واقدی ابن ہشام اور ابن سعد کی اسناد پیش کی گئی ہیں +

## عورت کا قتل اسلام میں

اس واقعہ کا ناقابل اعتماد ہونا نہ صرف ان دلائل سے ثابت ہے جو پہلے درج ہو چکے ہیں اور جن سے پتہ لگتا ہے - کہ آنحضرت صلعم نے کبھی کسی گالی دینے والے کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی - بلکہ ان صریح ہدایات سے بھی یہ ثابت ہے جن میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے - کہ کسی عورت کو قتل نہ کیا جائے خواہ وہ مسلمانوں کے بالمقابل جنگ میں شریک ہی کیوں نہ ہو - بخاری جیسی اعلےٰ پایہ کی کتاب میں "کتاب الجہاد" کے ذیل میں "جنگ میں عورتوں کا قتل" کے عنوان سے ایک باب باندھا گیا ہے - جس میں ابن عمر سے ذیل کی روایت بیان کی گئی ہے "ایک جنگ میں جس میں آنحضرت صلعم شریک تھے مقتولین میں ایک عورت پائی گئی - اس پر آنحضرت صلعم نے عورتوں اور بچوں کا قتل ممنوع قرار دیا" اگر آنحضرت صلعم ایک عورت کا قتل اس وقت بھی جائز قرار نہیں دیتے - جب وہ بالمقابل جنگ میں شریک ہو - تو وہ کس طرح محض اس بات کی بنا پر کہ کسی عورت نے کچھ تکلیف دہ اشعار لکھے اس کا قتل جائز ٹھیرا سکتے - اور اس کی تعریف کر سکتے ہیں +

## قتل نساء کی تردید واقعات سے

عورتوں کو قتل کرنے کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ان سخت امتناعی احکام سے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم خوب واقف تھے۔ یہانتک کہ جب ابوالحقیق کے قتل کے موقعہ پر اس کی بیوی درمیان میں آگئی تو نیام سے کھنچی ہوئی تلواریں رک گئیں۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلعم کا وہ فرمان یاد تھا۔ جسمیں آپ نے عورت کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے (ملاحظہ ہو فتح الباری باب قتل ابوالحقیق) اس کھلی شہادت کی موجودگی میں صرف ایک متعصب انسان ہی اس بات کو مان سکتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے ایک عورت کو محض اس بنا پر کہ اس نے اشعار میں آپؐ کی ہجو کی تھی۔ قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور اس قتل کو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا۔ ایسی روایت کو موضوع قرار دینے میں مجھے کوئی تامل نہیں +

## قتل نساء کی ممانعت معتبر احادیث میں

اسماء کے قتل کے الزام پر بحث کرتے ہوئے میں نے یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے جنگوں میں بھی عورتوں کے قتل کی کھلی ممانعت کردی تھی۔ اس بارہ میں میں نے اسلام کے ایک سب سے زیادہ قابل اعتماد محدث۔ امام بخاری سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ جس باب کے نیچے امام بخاری نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اس کا عنوان ہے "قتل النساء فی الحرب" (جنگوں میں عورتوں کا قتل) اس سے ظاہر ہے۔ کہ عورتوں کے قتل کی ممانعت جنگوں میں بھی ملحوظ رکھی جاتی ضروری تھی۔ صرف امام بخاری ہی نے مذکورہ بالا واقعہ اور آنحضرت صلعم کی ہدایت کو بیان نہیں کیا۔ بلکہ صحاح ستہ کی ایک کتاب کے سوا باقی تمام کتب میں یہ موجود ہے۔ اس لئے اس کی صحت ایک مسلمہ امر ہے +

## فقہا کا مذہب

صرف یہی نہیں بلکہ بعد کے فقہا نے اس ہدایت کو ایک بنیادی اصول کے طور پر قبول کیا ہے۔ مالک اور اوزاعی کے نزدیک کسی حالت میں بھی عورت کا قتل جائز نہیں اور شافعی اور کوفیوں کے نزدیک عورت کو صرف اس وقت قتل کیا جا سکتا ہے جب وہ

محارب ہو۔ ایک مذہب یہ بھی ہے۔ کہ محارب ہونے کی حالت میں بھی عورت کو عمداً قتل کرنا جائز نہیں سوائے اس کے کہ وہ کسی مرد کو مارنے کے لئے اس پر حملہ آور ہو (عون المعبود شرح ابوداؤد باب قتل النساء) لیکن مالک اور اوضواعی کے نزدیک جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے۔ ایک عورت کو کسی حالت میں بھی قتل نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی محارب فوج عورتوں اور بچوں کی پناہ میں آ جائے یا کسی ایسے قلعہ یا جہاز میں پناہ گزین ہو جسمیں عورتیں اور بچے بھی ہوں تو اس پر گولی چلانا یا اس قلعہ یا جہاز کو آگ لگانا قطعاً ممنوع ہے (فتح الباری باب اہل الدار بیبیتون) +

ان کھلے واقعات کے ہوتے ہوئے یہ بالکل قرین قیاس نہیں کہ آنحضرت صلعم نے ایک عورت کو حالت امن میں محض اس بناء پر قتل کرنے کا حکم دیا ہو۔ کہ اس نے بعض اشعار کے ذریعہ سے آپ کی ہجو کی +

## افسانہ طرازی

دوسرا واقعہ جو مسٹر کیش نے بیان کیا ہے وہ ابو افاک کے قتل سے تعلق رکھتا ہے یہ ایک بوڑھا یہودی مرتد تھا۔ اور اس کا جرم بھی وہی بیان کیا جاتا ہے جو اسماء کا جرم قرار دیا گیا ہے۔ اسماء کے قتل کی طرح اس کہانی کو بھی ایک بے بنیاد افسانہ طرازی قرار دینے میں مجھے کوئی تامل نہیں +

## بوڑھوں کے قتل کی ممانعت

اس بارہ میں جو دلیل میرے پاس ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ عورتوں کے قتل کے خلاف جو ہدایت آنحضرت صلعم نے دی۔ اس میں بچے اور بوڑھے بھی شامل ہیں یہ صحیح ہے۔ کہ بخاری میں جو روایت آنحضرت صلعم سے بیان کی گئی ہے۔ اسمیں عورتوں اور بچوں ہی کا ذکر ہے۔ بوڑھوں کا ذکر نہیں لیکن ابو داؤد باب دعاء المشرکین میں انس بن مالک سے ایک روایت ہے جسمیں آنحضرت صلعم کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے۔ کہ کسی بوڑھے آدمی کو نہ مارو۔ نہ کسی بچہ یا چھوٹی عمر کے آدمی یا کسی عورت کو قتل کرو۔ آنحضرت صلعم کا صاف طور پر بوڑھے آدمیوں کو قتل کرنے سے منع کرنا ان ہدایات سے

بھی ثابت ہے۔ جو آپ کے خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابوسفیان کو شام میں ایک فوج کی کمان پر بھیجتے ہوئے دیں۔ ان ہدایات میں آپ نے صاف طور پر یہ حکم دیا ہے۔ کہ نہ تو بچوں کو قتل کرو اور نہ عورتوں اور نہ بوڑھے آدمیوں کو" (فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۰۲) یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت ابوبکر آنحضرت صلعم کے کسی ارشاد کے بغیر ایسی ہدایت نہ دے سکتے تھے +

## بوڑھے یہودی کا قتل افسانہ طرازی ہے

اس لئے یہ کہنا خلاف حق نہیں۔ کہ بوڑھے آدمیوں کے قتل کے خلاف آنحضرت صلعم کی ویسی ہی ہدایت موجود تھی جیسی کہ عورتوں کے قتل کی مخالفت میں۔ اور یہ ایک بالکل ناممکن بات ہے۔ کہ آنحضرت صلعم ایسی کھلی ہدایات دینے کے باوجود ایک بوڑھے یہودی مرتد کو جیسا کہ ابوافاک کے متعلق بیان کیا جاتا ہے قتل کا حکم دیں۔ اور وہ بھی صرف اس جرم کی بناء پر کہ اس نے چند تکلیف دہ اشعار آپ کے متعلق لکھے +

## فقہ حنفی کا فتوے

فی الحقیقت جیسا کہ ہدایہ میں صاف طور پر لکھا ہے کسی شخص کو جو قاتل نہیں کسی بناء پر بھی قتل نہیں کیا جا سکتا۔ سوائے اس ایک وجہ کے کہ وہ محاربین میں شامل ہو۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:-

مسلمانوں کے لئے واجب نہیں کہ وہ کسی عورت یا بچہ یا بوڑھے آدمی کو قتل کریں نہ ہی اس شخص کا قتل کرنا واجب ہے۔ جو جنگ میں حصہ نہ لے۔ اور نہ ہی نابینا کا قتل جائز ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ امر جو کسی انسان کو جان سے مارنا شرعاً اور جائز ٹھیراتا ہے۔ وہ صرف اس کا محارب ہوتا ہے۔ اور یہ مذکورہ بالا اشخاص میں نظر نہیں آتا (ہدایہ باب کیفیۃ القتال) +

یہ نتیجہ جو فی الحقیقت فقہ حنفی کا ایک بنیادی اصول ہے۔ دراصل حضرت نبی کریم صلعم کے کھلے ارشاد پر مبنی ہے۔ ابوداؤد نے ابن ربیع کی سند سے یہ روایت کی ہے۔ کہ ایک جنگ میں ہم آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک مقام پر لوگ جمع ہیں۔ آپ نے ایک آدمی اس غرض سے بھیجا۔ وہ تحقیقات کرے۔ کہ لوگ وہاں کیوں جمع ہیں

واپس آکر اس شخص نے بیان کیا کہ ایک عورت ماری گئی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ "وہ لڑتی نہ تھی"۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ خالد اس وقت سپاہ کی کمان پر تھے۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے خالد کیطرف آدمی بھیجا۔ اور انہیں کہلا بھیجا کہ وہ نہ تو کسی عورت کو قتل کریں۔ اور نہ ایسے شخص کو جو معاوضہ پر کام کر رہا ہو (باب قتل النساء) ان الفاظ میں کہ "وہ لڑتی نہ تھی" آنحضرت صلعم نے اس بات کو صاف کر دیا۔ کہ دوران جنگ میں بھی صرف انہی اشخاص کو قتل کیا جا سکتا ہے۔ جو فی الحقیقت لڑائی میں حصہ لیں آپ نے اس سے نہ صرف عورتوں کو بلکہ معاوضہ پر کام کرنے والوں کو بھی مستثنےٰ قرار دیا۔ کیونکہ وہ دوسرے کاموں کے لئے معاوضہ پر رکھے جاتے ہیں۔ اور اصل لڑائی میں حصہ نہیں لیتے۔ اسی بناء پر فقہ حنفی میں عورتوں۔ بچوں اور بوڑھے آدمیوں کے ساتھ تمام ان لوگوں کو بھی مستثنےٰ قرار دیا گیا ہے۔ جو لڑائی میں حصہ نہیں لے سکتے +

## غیر محارب کے قتل کی روایات صحیح نہیں

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے احکام کے مطابق کسی شخص کا قتل اس وقت تک جائز نہیں۔ جب تک کہ وہ لڑائی میں حصہ نہ لے۔ اور ہر ایسی روایت جسمیں یہ بتایا گیا ہو کہ فلاں شخص محارب نہ ہونے کے باوجود قتل کر دیا گیا۔ یا تو غیر صحیح ہے یا ناقص۔ خواہ وہ معتبر کتب احادیث میں ہی کیوں نہ پائی جاتی ہو۔ اور جہانتک سیرت کی کتابوں کا تعلق ہے ان پر تو اس بارہ میں قطعاً کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا +

## ابن سنینہ کا قتل

ایسا ہی ابن سنینہ کا واقعہ غلط ہونے کی وجہ سے رد کر دینے کے قابل ہے یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ یہ قتل آنحضرت صلعم کے کسی ایسے حکم کا نتیجہ تھا جسمیں یہود کو عام طور پر قتل کر دینے کی ہدایت کی گئی تھی صرف یہی ایک بات اس روایت کو ناقابل اعتماد قرار دینے کے لئے کافی ہے کیونکہ نہ صرف ایسا حکم ہی قرآن کریم کے کھلے ارشادات کے صریحاً خلاف ہے۔ بلکہ اگر کوئی ایسا حکم دیا جاتا تو اس کا نتیجہ صرف ایک ہی یہودی کے قتل کی صورت میں پیدا نہ ہوتا +

## قرآن کریم کی ہدایت

میں یہاں نیز بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ آنحضرت صلعم کا کھلا ارشاد کہ دوران جنگ میں بھی کسی ایسے شخص کو قتل نہ کیا جائے۔ جو لڑائی میں حصہ نہ لیتا ہو۔ اگرچہ وہ ایک جنگ کرنے والی فوج کے ساتھ ہو خود قرآن کریم پر مبنی ہے۔ کیونکہ جس وقت تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی۔ تو وہ ایسے صاف اور کھلے الفاظ میں دی گئی۔ کہ مقابلہ کرنے والوں کے سوا اور کسی سے لڑائی نہ کی جائے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین اور اللہ کے رستہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ اور اس حد سے نہ بڑھو۔ اور اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ (البقرہ: ۱۹۰) ایسا ہی دوسری جگہ فرمایا۔ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا۔ ان لوگوں کو (تلوار اٹھانے کی) اجازت دی جاتی ہے۔ جن کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے کہ ان پر ظلم ہوا (الحج: ۳۹)

## صرف دو صورتوں میں قتل جائز ہے

ان ارشادات خداوندی ہی کی تعمیل میں آنحضرت صلعم نے یہ حکم دیا کہ عورتوں اور بچوں اور بوڑھے آدمیوں کو دوران جنگ میں بھی قتل نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ جنگ کرنے والے نہیں۔ اس لئے کوئی غیر محارب ہرگز قتل نہیں کیا جا سکتا۔ سوائے اس کے کہ وہ جرم قتل کا مرتکب ہو۔ جس کے متعلق قرآن کریم نے کھلی ہدایت دی ہے کہ کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ قتل کے بارہ میں تم پر قصاص واجب ہے (البقرہ ۱۷۸) پس قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی احادیث دونوں میں ایک واضح قانون کی صورت میں بتا دیا گیا ہے۔ کہ کسی شخص کی جان صرف دو ہی صورتوں میں لی جا سکتی ہے۔ یا تو وہ قاتل ہو یا محارب۔ اور صرف انہی دونوں صورتوں کے تحت میں وہ تمام واقعات آ جاتے ہیں۔ جن میں آنحضرت صلعم نے کسی شخص کو جان سے مارنے کا حکم دیا ہے +

## کعب بن اشرف

اب میں اصل واقعات کو لیتا ہوں۔ جو کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ ان میں سے ایک کعب بن اشرف

کا معاملہ ہے۔ اس واقعہ پر میں ذرا تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس سے یہ معلوم ہو جائیگا۔ کہ آنحضرت صلعم کے متعلق کس قدر غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں۔ کعب قبیلہ طے میں سے تھا۔ لیکن مدینہ میں آکر وہ یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کا حلیف بنگیا۔ اور اس قدر اثر پیدا کر لیا۔ کہ ایک یہودی لیڈر کی لڑکی سے اس کی شادی ہو گئی۔ اس لحاظ سے کعب یہودیوں اور عربوں دونوں سے نہایت قریبی رشتہ رکھتا تھا +

## یہود کا معاہدہ آنحضرت صلعم سے

جب آنحضرت صلعم مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تو یہودیوں سے آپ نے ایک عہدنامہ کیا جس کی شرائط میں یہ لکھا گیا۔ کہ دونوں اپنے اپنے مذاہب کو قائم رکھتے ہوئے وہاں ایک قوم کی حیثیت سے رہیں۔ اور جب مدینہ پر کوئی حملہ ہو یا کسی تیسرے فریق سے مدافعانہ جنگ پیش آئے تو دونوں اس بات کے پابند تھے کہ ایکدوسرے کی امداد کریں۔ تمام تنازعات کے تصفیہ کے لئے آنحضرت صلعم کی ذات پاک کو اپیل کی آخری عدالت تسلیم کیا گیا +

## معاہدہ کی خلاف ورزی اور کعب کی شرارتیں

لیکن ہجرت کے دوسرے سال جب ایک مکی فوج مدینہ پر چڑھ کر آئی تو مسلمانوں کو اکیلے ان کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اور باوجودیکہ ان کی تعداد حملہ آور فوج کے ایک تہائی سے بھی کم تھی۔ اور اسلحہ بھی ان کے پاس گھٹیا اور ناکافی تھے۔ تاہم بدر کے میدان میں انھوں نے حملہ آور فوج کو بُری طرح شکست دی۔ مسلمانوں کی فتح یہودیوں کے حسد کو بڑھانے کا موجب ہوئی۔ کعب نے جو مدینہ کے معاہدہ میں اپنے آپ کو پابند کر چکا تھا۔ اب اپنی شاعرانہ استعداد سے کام لے کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بغض و عداوت پھیلانا شروع کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ مکہ بھی گیا۔ اور وہاں دشمنان اسلام کے ساتھ کھلے طور پر عہد و پیمان کیا اور اس بات کی ضرورت اس نے بیان کی کہ قریش جلد ایک زبردست فوج کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوں۔ اور کعبۃ اللہ میں یہ قسم اٹھائی کہ جس وقت مدینہ پر حملہ ہوگا۔ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے کھڑا ہو جائے گا۔ یہیں تک نہیں بلکہ وہ مکہ سے اپنے دماغ میں ایسی تجاویز لے کر آیا کہ خفیہ طریق سے آنحضرت صلعم کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے +

# میور اور کیش کی مسیحی سپرٹ

سر ولیم میور کی خالص مسیحی سپرٹ کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ ان تمام واقعات کے بیان کرنے کے لئے اسکی ضخیم کتاب "لائف آف محمد" میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں نکل سکی۔ حالانکہ کعب کی موت کے متعلق ذرا ذرا سی تفصیلات کے بیان کرنے کے لئے بھی کافی گنجائش اسمیں نکل آئی ہے۔ اور ان واقعات قتل میں سے ایک کے متعلق رائے زنی کرتے ہوئے اس نے جن کمینہ جذبات کا اظہار کیا ہے وہ اس کے ذیل کے الفاظ سے ظاہر ہے :-

"اسلام کی ترقی جس طریق سے شروع ہوئی ہے۔ وہ اس طریق کے بالکل الٹ ہے جو قرون اولے کی مسیحیت کے عروج میں ہمیں نظر آتا ہے۔ مسیحیت میں اس کی ثابت قدمی اور استقلال کو دیکھ کر لوگ داخل ہوئے جس کی چٹان پر کھڑے ہو کر اس کے ماننے والوں نے موت کا پیالہ پیا۔ اسلام میں جس پھرتی کے ساتھ اس کے ماننے والے دوسروں پر سزائے موت وارد کرتے تھے۔ اسی کے نظارہ سے متاثر ہو کر لوگ اس کے اندر داخل ہوتے رہے بعض حالات میں تبدیل مذہب ایک ایمان لانے والے کی زندگی کو خطرہ میں ڈال دینے کا موجب تھا۔ اور بعض حالات میں اس کی جان کو بچانے کا باعث" +

اور اگر میور نے ان حالات کو چھپایا ہی جن کی رو سے کعب ایک حلیف ہونے کے باوجود محارب بن گیا۔ تو مسٹر کیش نے بھی اصل اسناد کی چھان بین کرنے کے باوجود اسی جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہجرت کے تیسرے سال جس کو مفروضہ واقعات قتل کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین جنگ جاری تھی۔ پس سوال یہ ہے کہ کیا کعب محاربین میں سے تھا یا غیر محاربین میں سے؟ اگر اس نے دشمنان اسلام کے ساتھ فی الحقیقت اتحاد قائم کر لیا۔ اور ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو مسلمانوں کے بالمقابل مصروف پیکار تھے۔ اور اسی حالت میں مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ تو کیا اس کو دغابازی ظلم اور بیرحمی پر محمول کیا جائیگا؟ تمام تاریخی بیانات سے یہ ثابت ہے کہ کعب کھلے طور پر محاربین میں شامل ہو گیا۔ اور ان کا حلیف بن گیا تھا بلکہ بعض بیانات سے تو یہاں تک ثابت ہے۔ کہ اس نے آنحضرت صلعم کو دغابازی کے ساتھ قتل کرنے کی تجویزیں کر رکھی تھیں۔ یہاں میں ان میں سے بعض حوالے نقل کرتا ہوں +

"وہ قریش کے پاس ان سے مقتولین بدر کا ماتم کرنے اور آنحضرت صلعم کے خلاف انھیں جنگ کیلئے ابھارنے کی غرض سے گیا" (زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱۰) +

(آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ) اس نے (یعنی کعب نے) کھلے طور پر ہمارے خلاف دشمنی کا طریق اختیار کرلیا ہے۔ اور وہ ہمیں بُرا بھلا کہتا ہے۔ اور مشرکین کے پاس گیا ہے۔ (جو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کر رہے تھے) اور انھیں ہم سے لڑائی کرنے کے لئے جمع ہونے کی ترغیب اس نے دی ہے" (زرقانی جلد ۳ صـ ۱۱)

"کلبی سے روایت ہے۔ کہ وہ کعبۃ اللہ کے پردہ کے آگے قریش کے ایک شورے میں شامل ہوا۔ جس کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی تدابیر کی جائیں" (زرقانی)
ایک دعوت کا اس نے سامان کیا اور یہودیوں سے خفیہ طور پر یہ مشورہ کیا۔ کہ آنحضرت صلعم کو بلایا جائے۔ اور جب وہ آئیں تو سب یکلخت آپ پر ٹوٹ پڑیں" (زرقانی)

## محدثین کا کعب کے محارب ہونے پر اتفاق

مصنف فتح الباری نے بخاری کی اسی روایت پر جس میں کعب کے قتل کا ذکر ہے درازی کرتے ہوئے ان تمام روایات کو بیان کیا ہے۔ جن کو میں اوپر زرقانی سے نقل کرچکا ہوں یعنی کعب کا مکہ جانا۔ قریش کو اشتعال دلانا۔ اس شورے میں جو مسلمانوں سے جنگ کرنے کیلئے کعبۃ اللہ کے آگے ہوا۔ اس کا شامل ہونا۔ آنحضرت صلعم کا یہ بیان کہ اس نے کھلی دشمنی اختیار کرلی ہے۔ اور آنحضرت صلعم کو دعوت دے کر آپ کو قتل کرنے کی تجویز کرنا وغیرہ بخاری نے خود ان واقعات کو جو کعب کی موت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسے عنوانات کے نیچے رکھا ہے جن میں "حرب" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور اسی طرح یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ اسے محاربین میں سے سمجھا جاتا تھا۔ ابوداؤد نے اس واقعہ کو اس عنوان کے ذیل میں بیان کیا ہے "جب دشمن پر حملہ کیا جائے۔ اور وہ تیار نہ ہو"۔ اور اس سے یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ کعب کو مسلمانوں کے بالمقابل جنگ کرنے والا دشمن سمجھا جاتا تھا۔ شارح نے اس پر یہ لکھا ہے۔ کہ "کعب مسلمانوں کو قتل کرنے کیلئے لوگوں کو اشتعال دلاتا تھا"۔ اسی شارح نے اس بات پر بحث کرتے ہوئے۔ کہ کعب کو اس کے افعال کی سزا دینے کیلئے ایک جماعت کا بھیجا جانا بالکل جائز تھا۔ یہ لکھا ہے۔ کہ "ایک دشمن کو ضمانت دیدینے یا اس سے صلح کرلینے کے بعد اس سے ایسے سلوک کی اجازت نہیں۔ بلکہ اسی شخص کے بارہ میں یہ اجازت ہے۔ جو عہد کو

توڑے۔ اور مسلمانوں کے قتل میں دوسروں کو مدد دے" ابن سعد نے لکھا ہے۔ کہ جب یہودیوں نے آنحضرت صلعم سے شکایت کی۔ کہ ان کے لیڈر کو قتل کر دیا گیا ہے تو آپ نے اس کے افعال ان کو یاد دلائے۔ اور بتایا۔ کہ کس طرح قریش پر اس نے زور ڈالا۔ اور انھیں مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرنے پر مشتعل کیا" +

## یہود سے نیا عہد نامہ

یہ بھی لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے پھر یہود کو معاہدہ کیلئے بلایا"۔ اور یہ معاہدہ لوح "حضرت علی کے قبضہ میں تھا"۔ ان تمام شہادات سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کعب کو اس وجہ سے قتل کیا گیا۔ کہ اس نے آنحضرت صلعم سے عہد شکنی کی۔ اور اُن دشمنوں کے ساتھ ملگیا جو آپ سے برسر پیکار رہتے تھے۔ اسی لئے اس کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا۔ جو ایک محارب سے کیا جاتا ہے۔ دوسرے یہودی جو مخالفت میں اس درجہ تک نہ پہنچے تھے اگرچہ آنحضرت صلعم کو بُرا بھلا کہنے میں وہ کسی سے پیچھے نہ تھے۔ اس وقت بھی امن کے ساتھ رہتے تھے۔ صرف اسی قدر ان سے مطالبہ کیا گیا۔ کہ وہ اس عہد نامہ پر دستخط کر دیں۔ کہ ایسے لوگوں کے ساتھ وہ اتحاد نہ کرینگے۔ کہ جو مسلمانوں سے برسر پیکار رہیں + (باقی دارد)

# گلشن نبوی کی گل ریزیاں

## اخوت اسلامی

(۱) مسلمان مذہباً بھائی بھائی ہیں۔ انھیں ایک دوسرے کو آزار نہ پہنچانا چاہئے۔ اور نہ ہی انھیں ایک دوسرے بھائی کی عانت سے گریز کرنا چاہئے۔ اور نہ ہی انھیں ایک دوسرے کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔
تقوے و طہارت کا اصل مقام قلب ہے۔ اس لئے ایک قلب مطہر میں دوسرے مسلم بھائی سے نفرت رکھنے کی سمائی نہیں +
ایک مسلم پر دوسرے مسلم بھائی کا خون۔ املاک اور شہرت ممنوع ہیں۔

(۲) کوئی بھی شخص پورا مومن نہیں کہلاسکتا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(۳) تمام مسلمان بمنزلہ جسم کے ہیں۔ اگر کسی کے سر میں درد ہے۔ تو اس کے تمام جسم میں تکلیف ہوتی ہے۔ اور اگر کسی کی آنکھ میں آزار ہے۔ تو باقی جسم کو قرار نہیں ہوتا +

(۴) تمام مسلم بمنزلہ ایک محکم دیوار کے ہیں جس کے بعض حصص دوسرے حصص کو مستحکم کرتے ہیں۔ اور اس طرح باہمی سہارے کا موجب ہوتے ہیں۔

(۵) عسرت میں اپنے بھائیوں کی امداد کرو۔ اور اگر کوئی بھائی مصائب و آلام میں گرفتار ہو تو اسے مخلصی دلانے میں اس کی امداد کرو +

# الٰہیات

## رب ۔ رحمٰن ۔ رحیم ۔ مالک

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

الٰہیات کی بحث تو ایک بسیط بحث ہے لیکن اس کی اساس و بنیاد خدا کی ذات حشر و نشر جزا و سزائے اعمال ۔ حیات بعد الموت وغیرہ کے متعلق وہ چند متمیز عقاید ہیں۔ جن میں کُل کی کُل نسل انسان ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق و اختلاف کے زاویہ نگاہ سے مختلف جماعتوں میں تقسیم ہو سکتی ہے ۔ باقی جو کچھ بعنوان الٰہیات کہا یا لکھا گیا ہے وہ سب کا سب انھیں مذکورہ عقاید کی جزئیات ہے ۔ یہاں میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ ان چار صفات باری تعالیٰ کا ماننے والا ان امور میں کیا عقیدہ رکھتا ہے ۔

### ہستی باری تعالےٰ

ربوبیت نہ صرف تخلیق و پرورش کائنات کے مفہوم تک محدود بلکہ لغت عرب نے ایک طرف اور نظام کائنات نے دوسری طرف لفظ ربوبیت کی جو تشریح کی ہے۔ اس میں تخلیق و پرورش کے علاوہ ایک قسم کی تقدیر (تجویز قوانین) بھی نظر آتی ہے ۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اور اُن کی مختلف شکلیں اور ہیولے ۔ اُن کی تراکیب اُن کی بلوغت و ارتقاء وغیرہ سب کے سب قانون کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ کائنات کی ابتدائی سے ابتدائی صورت کو دیکھ لیا جائے ۔ وہاں بھی قانون سے مفر نہیں ۔ ہماری تحقیق عناصر سے آگے چل کر ابسالمات ۔ اتمات اور ننوری ذرات (نیبولا) کو بھی پیچھے چھوڑ گئی ہے اس وقت ہم اثیری ذرات تک پہنچ گئے ہیں ۔ اور خیال کرتے ہیں ۔ کہ ان سے کائنات کا آغاز ہوا ہے ۔ الغرض اگر ہماری تحقیق اثیری ذرات سے بھی ہمیں آگے لیجائے تو موادِ عالم پر ہر جگہ ایک نہ ایک قانون حکومت کرتا نظر آتا ہے ۔ ان قوانین کے ساتھ نظام عالم میں ایک **ارادہ** اور اسکے ساتھ **تدبیر و تنظیم** ابلغ بھی نظر آتی ہے۔ اشیائے عالم

کی ودیعت شدہ استعدادیں ان استعدادوں کی بلوغت کی ہیں۔ اُن کی حدِ کمال پہ سب کا سب پہلے ہی سے تجویز شدہ نظر آتا ہے۔ یہ وہ حقائق ہیں جن کی طرف نہ صرف قرآن کریم لفظ رب کی تشریح کرتا ہُوا اشارہ کرتا ہے۔ بلکہ سائنس نے آج ان باتوں کو بطور امورِ مثبتہ تسلیم کرلیا ہے۔ اور اس وجہ سے اہل سائنس کا غالب حصّہ نہ صرف ہستیٔ باری تعالیٰ پر ایمان لے آیا ہے۔ بلکہ مادہ پر اُس ہستی کی قدامت کو بھی تسلیم کرچکا ہے +

## قدامتِ مادہ

انھیں پانچ سات سال کے اندر حکمائے مغرب نے مادہ کو قوّت یا قدرت[۵۱] سے پیدا شدہ تسلیم کرلیا ہے جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ یہ مادہ جس کی قدامت پر بعض اصحاب ایمان رکھتے تھے وہ بھی آخر سائنس کی تحقیق میں حادث ہی ثابت ہُوا اور علمی بصیرت والوں کو رب قدیر کی قدرت کی ہی ایک بالذات شکل نظر آئی ہے +

## توحید و ابنیت

کُل کے کُل انتظام اور اس کے نفاذ میں کہیں بھی شرکت عمل نظر نہیں آتی۔ ایک ہی ہاتھ ہے۔ جو ہر جگہ کام کررہا ہے۔ اس وحدتِ عمل کے ماتحت قرآن نے ربوبیت خداوند کو پیش کرکے اُلوہیت غیر اللہ سے انکار کرنے کی تعلیم دی ہے۔ رہا مسئلہ **ابنیت** اُسے صفتِ رحمانیت نے صاف کردیا ہے۔ اپنی تقسیم فیض رحمانیت میں خدا تعالیٰ کہیں بھی تمیز و رعایت کرتا نظر نہیں آتا۔ ایک باپ خواہ کتنا ہی وسیع القلب اور نافع الناس ہو وہ اوروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہُوا اپنے بیٹے اور دوسروں میں کچھ نہ کچھ فرق کرہی دیتا ہے۔ لیکن مسیح یا عزیز یا دوسرے مقبولہ ابناء اللہ تو روحانی انعام پاتے ہیں دوسروں کی کسی رنگ میں ممتاز نظر نہیں آتے۔ اگر یہ بزرگ خدا کے بیٹے ہوتے تو وہ عطیہ فطرت رحمانی میں دوسروں سے کچھ زیادہ حصہ لیتے لیکن یہ تو نظر نہیں آتا۔ اس لئے قرآن نے بھی کہا کہ اگر خدا رحمٰن ہے تو کوئی اس کا بیٹا ہی کیسے ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی بخشش میں کسی کے ساتھ تفاوت[۵۳] نہیں کی +

---

۵۱ Energy

۵۲ وقالوا اتخذ الرحمٰن ولداً (سورہ مریم) ترجمہ اور کہتے ہیں کہ رحمٰن بیٹا رکھتا ہے۔

۵۳ ما ترىٰ فی خلق الرحمٰن من تفٰوت (ملک آیت ۱) ترجمہ (تم) رحمٰن خدا کی پیدائش میں کچھ تفاوت نہیں دیکھتے ۱۲

## کفارہ

یہ تو ظاہر ہے کہ رحمٰن کی رحمت بلا بدل واقع ہوئی ہے۔ یہ جو کچھ کائنات میں خدا کا عطیہ نظر آتا ہے۔ وہ تو سب کا سب بے بدل ہے۔ تو پھر وہ نظریہ بھی غلط ہو گیا۔ جس نے آلہیات کلیسیا میں کفارہ تسلیم کرایا۔ صلیب پرست کہتے ہیں۔ کہ خدا کا رحم بلا بدل نہیں ہوتا۔ اس لئے گناہ کی بخشش جس رحمت کو چاہتی ہے۔ اس کے بدل میں کوئی فدیہ ہونا چاہئے۔ لیکن بے بدل رحمت خداوندی نے اس مغالطے کو بھی دُور کر دیا +

## تناسخ

اِس بے بدل رحمت نے مسئلہ تناسخ[1] کی دقت کو بھی حل کر دیا۔ ہمارے کُل کے کُل اسبابِ راحت تو قطعاً کائنات کی ان اشیاء پر مبنی ہیں۔ جو پیدائش انسان سے لاکھوں برس پہلے کے پیدا شدہ ہیں۔ لیکن یہ تو کسی عمل کا نتیجہ نہیں۔ لہٰذا اگر سامان راحت عمل کے بغیر مل چکے ہیں۔ تو مسئلہ تناسخ کی ایک ضروری کڑی ٹوٹ جاتی ہے۔ جس کے ماتحت یہ تسلیم کیا گیا کہ سامانِ رنج و راحت کسی پہلے جنم کے اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر ایمان بر رحمٰن تناسخ کے مسئلہ کو ایک رنگ میں ناقابلِ تسلیم ٹھیراتا ہے تو ایمان بر ربوبیت۔ **اواگون** کی بنیاد کو ہی اکھیڑ دیتا ہے۔ رب کی تشریح میں قرآن کہتا ہے۔ کہ کائنات میں ہر ایک چیز کا قدم آگے کو ہے پیچھے کو نہیں۔ اس کا جوہر مختلف عوارض و لباس بدلتا ہوا آگے ہی جاتا ہے۔ جو چیز پیچھے رہ جاتی ہے یا کسی شکل میں عود کر لیتی ہے۔ وہ اس کے عوارضات ہیں۔ اس حقیقت پر سائنس نے بھی مُہرِ صداقت لگا دی ہے۔ لیکن آواگون تو ہم سے یہ منواتا ہے۔ کہ ہم اعلیٰ حالت سے بھی ادنےٰ حالت کی طرف عود کر لیتے ہیں۔ یہ وہ بات ہے۔ جس کی تردید ایک طرف لفظ رب اور دوسری طرف مسئلہ ایوولیوشن (ارتقاء) کر رہا ہے +

## حیات بعد الموت

اگر ربوبیت کائنات نے جیسے کہ اُوپر بیان ہوا ہے۔ ہر ایک چیز میں جوہر بلوغت

---

[1] مسئلہ تناسخ پر مفصل بحث کے لئے مصنف کی کتاب رد تناسخ دیکھو + قیمت ۲ر از مسلم بک سوسائٹی لاہور

رکھ دیئے ہیں۔ اور وہی ربوبیت۔ ان جواہر مخفیہ کو کمال تک پہنچا دیتی ہے۔ خواہ وہاں تک پہنچنے میں ان اشیائے عالم کو ہزار در ہزار عالموں میں گزرنا پڑے۔ تو پھر ہمیں ایک ایسے عالم یا عالموں کے وجود کو بھی ماننا پڑے گا۔ جن میں ہمیں موت کے بعد گزرنا باقی ہے کیونکہ ہر انسان کے اندر جس قدر استعدادیں ہیں۔ وہ ساری کی ساری تو اس دُنیا میں ظہور تام حاصل نہیں کرتیں۔ مثلاً کشف صدور یا دوسری باطنی قوتیں ہر انسان میں موجود ہیں اور کسی ایک انسانوں میں بیشک کم و بیش ظاہر بھی ہو جاتی ہیں۔ لیکن نسل انسانی کا زیادہ حصہ ان قوتوں کی بلوغت کو نہیں دیکھتا۔ لہٰذا اگر کسی آنے والے عالم میں ان استعدادوں نے بالغ نہیں ہونا جو یہاں ظاہر نہیں ہوتیں۔ تو پھر رب العالمین کا یہ فعل بھی عبث ہے جس نے ہر انسان میں طرح طرح کی استعدادیں رکھ دی ہیں۔ اس حقیقت نے ہمیں حیات بعد الموت کے ماننے پر مجبور کر دیا ہے +

## ضرورتِ الہام

اگر قدس رحمانیت نے انسان کی ہر خواہش و ضرورت کو بہم پہنچانے کا انتظام اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ اور ایسا ہی انسان کی ہر قوت کی آبیاری کے سامان بھی اسکی طرف سے پیدا ہوتے ہیں۔ تو پھر انسان میں جو حصول علم کی ایک طبعی تڑپ ہے بلکہ جس بات نے اُسے عالم حیوانات میں متمیز کر رکھا ہے۔ وہ اسکی قوت حصولِ علم ہی ہے۔ کیونکہ جسمانیات میں تو انسان حیوان سب برابر ہیں۔ اب اگر رحمٰن نے جسمی ترقیات کے سب سامان اپنی طرف سے دیئے ہیں تو علمی ترقی کے حقیقی سامان بھی اسی کی طرف سے آنے چاہئیں۔ یہی حقیقت ہمیں ضرورتِ الہام کے ماننے پر مجبور کرتی ہے۔ اگر جسم کی غذا خدا نے دی ہے تو روح کی غذا بھی اپنی رحمانیت کی طفیل ہمیں دے۔ اگر وہ رب العالمین ہے تو عالم حیوانات سے آگے چل کر جس عالم میں اب انسان گزرتا ہے۔ وہ تو عالم احساسات و روحانیات ہے۔ اور اس عالم کی غذا عقل کی قوتِ ادراک سے تعلق رکھتی ہے۔ لہٰذا اس عالم کی خوراک بھی اسی رنگ میں ہی ہونی چاہیئے بالفاظ دیگر اس رب کی طرف سے الہام بطور رزق رُوح انسانی نازل ہونا چاہیئے۔ اسی طرح صفت رحیمیت اور مالکیت بھی حیات بعد الموت میں بہشت و دوزخ کے وجود کی تعلیم دے رہی ہیں کیونکہ ان دونوں صفات کا تعلق جزا و سزا سے ہے جو بصورت تام اس دُنیا میں نظر نہیں آتی +

۱؎ الرحمٰن۔ علم القرآن۔ یعنی قرآن کو صفت رحمانیت نے سکھایا ہے۔

# انسانی استعداد پر اسماء حسنہ کا اثر

(بسلسلہ مضمون الہیات صفحہ ۳۱۳ رسالہ ہذا)

انسان کی فطرتی استعدادوں کو کسی زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے۔ سبھی اقتصادیات اخلاقیات۔ روحانیات اور الہیات کے متعلقہ علوم کے حصول کی استعداد موجود ہے ہر ایک شخص خواہ وہ کسی عقیدہ کا ہو انہیں چار راہوں پر قدم مارتا نظر آتا ہے۔ مذہب اگر خدا کی طرف سے آیا ہے۔ تو اس کا فرض اولین ہے۔ کہ ان چار امور میں قوائے انسانی کی آبیاری کرے۔ ایسا ہی اگر الہام نے کوئی نماز تجویز کی تو وہ نماز ایک اہل صلوٰۃ کی ان چار امور میں راہنمائی کرے۔ اور میں بلا تامل کہتا ہوں کہ اسلام نے اسی قسم کی نماز سکھلائی ہے۔ کُل تعلیم اسلام یا تعلیم قرآن کا نچوڑ یہی چار صفات ہیں۔ ان چار اسماء کی مختلف شیون کو سمجھانے کے لئے خدا کا آخری الہام نازل ہُوا۔ کیونکہ ہر جگہ کائنات میں خدا کے ان چار صفات کی حکومت چل رہی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ اس آسمانی بادشاہت تلے وہی فلاح پا سکتا ہے۔ جو اپنے حالات کو ان چار صفات کے منطوق و منشا کے مطابق کرے +

اب اقتصادیات۔ اخلاقیات۔ رُوحانیات اور الہیات کی کونسی بہتر سے بہتر راہ ہے جن کی طرف حسب تشریح بالا یہ چار صفات باری اشارہ نہیں کرتیں۔ اسلامی نماز تو صرف اسی قدر ہے۔ کہ انسان ان چار صفات پر غور و فکر کرے۔ اور ان کے رنگ میں رنگین ہونے کی راہ نکالے۔ باقی جن امُور کی تعلیم سُورۃ فاتحہ میں ہے۔ وہ اس امر کی تعلیم کرتے ہیں۔ کہ انسان نے اس کسب سلوک میں خود کیا کرنا ہے۔ کن امور میں اسے اعانت و ہدایت کی ضرورت ہے۔ کن راہوں پر اُس نے چلنا ہے۔ اور کن راہوں کو اس نے چھوڑنا ہے۔ باقی تسبیحات و تکبیرات جو نماز میں داخل کی گئی ہیں۔ وہ اسکی مکملات و متممات ہیں +

# کوائف مسلم مشن ووکنگ (انگلستان)

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ سطور ذیل کو اپنے گرامی صحیفہ کی نزدیکی اشاعت میں جگہ دے کر ممنون فرمائیں +

خادم

خواجہ عبد الغنی

سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل۔ لاہور

*اسلام اور اخلاق*

جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی قائمقام امام مسجد ووکنگ (انگلستان) کا گذشتہ ماہ ایک لیکچر کیرکٹر بلڈرس ایسوسی ایشن لندن (مجلس تعمیر اخلاق) میں ہوا۔ جس کا موضوع اسلامی اخلاق تھا۔ اس لیکچر میں بہت سے اعلےٰ طبقہ کے لوگ شامل ہوئے۔ ابتدائے لیکچر ہی میں مولوی صاحب ممدوح نے بتایا۔ کہ اسلام کا سنگ بنیاد۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے یہ معنی ہیں۔ کہ انسان صفات باری پر ایمان لائے

*اخلاق اسلامی کا ممتاز پہلو*

خدا تعالےٰ کی صفات میں سب سے ممتاز صفات رحمان اور رحیم ہیں۔ اس لئے ہر مسلم کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے حلقہ کے اندر رحمٰن اور رحیم ہو کر رہے۔ اس لئے اسلامی اخلاق میں رحمانیت و رحیمیت ایک ممتاز پہلو لئے ہوئے ہیں +

*مولوی عبد المجید صاحب ایم۔ اے کا لیکچر اخلاق اسلامی پر*

اسلامی اخلاق محاربہ کے متعلق مولوی صاحب موصوف نے بیان فرمایا۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم کے زمانے میں عربوں نے نبرد آزما ہوتے وقت کبھی بھی زہر آلود تیر استعمال نہیں کئے۔ اور نہ کبھی انھوں نے مفتوحین کے مکانوں و گاؤں کو نذر آتش کیا۔ انہی اسلامی اخلاق محاربہ کو پیش نظر

*اسلامی اخلاق و جنگ*

رکھتے ہوئے ہمارے ترک مسلم بھائیوں نے گذشتہ جنگ عظیم میں کبھی بھی سم آلود گیس استعمال نہیں کی

*تہذیب حاضرہ کے اخلاق اور اسلام*

مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ ان واقعات دیرینہ کے اعادہ سے میرا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ سامعین کے دل سے یہ امر محو ہو جائے۔ کہ مسلم، حبشی و جنگجو واقع ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی بربریت کی گھناؤنی تصویر۔ عدوان اسلام کی کھینچی ہوئی ہے۔ ورنہ مسلم اخلاق ان مہیب لرزہ خیز بربریت و وحشت کے انسانیت سوز واقعات سے جو نام نہاد تہذیب حاضرہ کی آڑ میں کئے جاتے ہیں ارفع و اعلےٰ ہیں

لیکچر کے اختتام پر ایک دلچسپ بحث ہوئی +

انگریز نومسلم اسلامی تعلیم

ان تبلیغی لیکچروں کے علاوہ جو وقتاً فوقتاً مختلف مقامات پر ہوتے رہتے ہیں۔ ہر ماہ کی پہلی اتوار کو لندن مسلم ہاؤس میں نومسلموں کو اصول اسلام کی تفصیلات کے سمجھانے میں کافی وقت صرف کیا جاتا ہے، اور باتوں ہی باتوں میں بہت سے اسلامی مسائل پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اس طرز تبلیغ سے معتد بہ فائدہ حاصل ہوا ہے۔ چنانچہ ایک اتوار کو مسٹر فارمر جو حال ہی میں مسلمان ہوئے ہیں۔ اپنی اہلیہ کے ساتھ لندن مسلم ہاؤس میں تشریف لائے۔ اور انھیں نماز پڑھنی سکھلائی گئی۔ ہفتہ کے روز مسٹر رنکین عمر ہیوبرٹ (جن کا اعلان اسلام حال ہی میں اخباروں میں شائع ہو چکا ہے) مسجد ووکنگ میں تشریف لائے اور رات کے گیارہ بجے تک اسلام کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے رہے مسٹر رنکین کے دل میں اسلام کے سیکھنے کی حقیقی تڑپ اور اسلامی اصولوں کے احترام اور اُن پر عملی طور پر کاربند ہونے کی سچی آرزو ہے۔ امید کامل ہے۔ کہ مسٹر رنکین موصوف یورپ میں اسلام کی اشاعت کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہونگے + ۲۹/۶

# بانیٔ مسیحیّت نبی اللہ کی حیثیت میں

جناب اے۔ رشید صاحب کراٹیہ بنگال کے قلم سے

جناب یسوع مسیحیّت کے بانی نہیں ہیں۔ بلکہ خداوند خدا سمجھے جاتے ہیں۔ اور کلیسیا کی بالائی عمارت جو اُن کے نام سے موسُوم ہے۔ دراصل **سینٹ پال** کی مرہُونِ احسان ہے۔ اسکی کمزوریاں خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن اسمیں شک نہیں کہ وہ بہت پُرجوش آدمی تھا۔ اپنی بات کا دھنی اور اپنے ارادہ کا پکّا تھا۔ اور جب وہ ایک مرتبہ کسی کام میں ہاتھ ڈال دیتا تھا۔ تو پھر اس کو ختم کئے بغیر نہیں چھوڑتا تھا۔ اور اُسے تکمیل مقاصد کا گُر بھی اچھی طرح یاد تھا۔ گو جسمانی طور پر وہ ناقص یعنی کوژ پُشت تھا۔ لیکن محنتی بلا کا تھا۔ اور جس مقصد کو لے کر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے حصُول میں اپنی جان عزیز بھی قربان کر دی۔ مختصر یہ کہ بڑے آدمیوں میں جس قدر خصوصیات ہوتی ہیں۔ وہ سب اس کے اندر بھی موجود

تھیں لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا وہ خدا کی طرف سے کوئی نبی یا رسول بھی تھا؟ کیا **روح القدس** سے تائید پا کر وہ مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا تھا؟

بائبل کی اعلیٰ تنقید اور تحریک تجدید ملت کی موجودہ تحقیقات نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ بائبل کے بہت سے واقعات افسانہ سے زیادہ وقیع نہیں ہیں۔ مثلاً واقعہ تخلیق عالم جس طرح کہ توریت میں بیان ہوا ہے تاریخی نہیں ہے۔ اور باغ عدن والا معاملہ تو محض افسانہ ہے +

آخر ایسا ہوا ہے۔ کہ مذہب بازیچۂ اطفال بن کر رہ گیا ہے۔ اور مقدس نوشتے محض داستان پارینہ ہو گئے ہیں۔ کلام خدا میں وقتاً فوقتاً اقوال انسانی کی آمیزش ہو گئی ہے لیکن ان خرابیوں کے دور کرنے کے لئے خدا نے مختلف اوقات میں انبیاء کو مبعوث کیا۔ تاکہ الہام ربانی آمیزش انسانی سے پاک ہو جائے۔ ہر کسی نبی کا الہامی نوشتوں کی صحت کرنا گویا اس کا پہلا فرض منصبی ہے اور اگر **سینٹ پال** اس مقدس گروہ میں سے ہوتا تو اس کے الفاظ غیر خدائی معاملات سے منزہ ہوتے۔ بلکہ وہ لوگوں کو مطلع کر دیتا۔ کہ فلاں فلاں مقامات مندرجہ بائبل الہامی نہیں ہیں۔ لیکن اس کی تحریرات کا بیشتر حصہ محض کتاب **پیدائش** پر مبنی ہے خصوصاً آدم و حوا کے واقعات اور شجر ممنوعہ پر اس نے اپنے خیالات کی عمارت قائم کی ہے۔ حالانکہ یہ باتیں اب کسی محقق کے نزدیک مطلقاً قابل قبول نہیں ہیں +

علاوہ ازیں خواہ اس کے عورتوں کے بارہ میں کیسے ہی تلخ تجربات کیوں نہ رہے ہوں اور ممکن ہے۔ کہ **یہودیہ** کی کسی لڑکی کی بیوفائی کی وجہ سے وہ عورت ذات سے ہی متنفر ہو گیا ہو۔ لیکن اس کے لئے یہ امر زیبا نہ تھا۔ کہ اپنے ذاتی تجارب کی بناء پر منصب رسالت کو نقصان پہنچاتا۔ چونکہ اس بات میں اسے ناکامیابی ہوئی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر اس نے اس فیصلہ کو پسند کیا ہوگا۔ جو خدا نے پہلی عورت کے حق میں صادر کیا تھا لیکن اگر خدا نے **پولوس** کو منصب رسالت پر کھڑا کیا ہوتا تو یقیناً اس کے قلم سے اس قسم کے الفاظ ہرگز نہیں نکل سکتے تھے:۔

(۱) مناسب ہے کہ عورتیں خاموشی کے ساتھ محکوم ہو کر علم حاصل کریں لیکن میں اس امر کی اجازت نہیں دونگا۔ کہ کوئی عورت معلمہ کا کام انجام دے یا مردوں پر حکومت کرے۔ اس کیلئے خاموش رہنا ہی مناسب ہے کیونکہ باعتبار تخلیق آدم کو حوا پر تقدیم حاصل ہے۔ اور آدم نے دھوکہ نہیں کھایا بلکہ حوا نے

اور وہی خدا کی نظروں میں خطا وار قرار پائی +

بحیثیت عورتوں سے نفرت کرنے والے کے خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ کہتا مثلاً یہ کہ عورت کو چاہئے کہ ہمیشہ مرد کی محکوم رہے لیکن اگر آدم و حوا کا قصہ محض فسانہ ہے۔ پس اگر واقعی پولوس ملہم ربانی تھا تو اس کے لئے ناممکن تھا۔ کہ وہ ربانی خیالات کو فسانوں اور غلط روایات سے مؤید کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتا +

نوٹ منجانب اڈیٹر اسلامک ریویو :۔

بانی مسیحیت کو ایک طرف رکھتے ہیں تو خدائے مسیحیت کے متعلق بھی یہی دشواری نظر آرہی ہے جناب یسوع نے بھی توریت و دیگر صحائف کو منجانب اللہ تسلیم کیا۔ اور ان سے استشہاد و استنباط بھی فرمایا چنانچہ آپ نے "سانپوں کی اولاد" کو کوئی نشان نہیں دیا۔ مگر یونس نبی کا نشان +

یقیناً ابن آدم بھی زمین کے پیٹ میں اسی عرصہ کے لئے رہیگا جس عرصہ کیلئے یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں رہا۔" اب غور فرمائیے۔ کہ اگر یونس اور مچھلی والا قصہ محض اک فسانہ ہے۔ تو کس طرح ممکن ہے کہ وہ شخص جو الٰہی الہامات کا مدعی ہو۔ اپنے متعلق آیندہ واقعات کی شہادت لینے اور دینا جو درحقیقت کبھی ظہور پذیر ہی نہیں ہوئے؟

اس کے علاوہ ایک اور دشواری بھی مسیحیوں کے لاحق حال ہے۔ وہ یہ کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں زندہ گئے تھے۔ اور زندہ ہی برآمد ہوئے تھے۔ اور اگر یونس اور یسوع کے واقعات میں مماثلت ہے تو پھر یسوع کی قیامت لفظ بے معنی ہوگئی۔ لازم ہے کہ یسوع بھی زندہ ہی زمین میں دفنایا گیا ہو۔ اور اگر ایسا ہے تو مصلوبیت اور کفارہ دونوں باطل ٹھیرتے ہیں +

---

# اسلام کے احسانات یورپ کے سر پر

بقلم ڈاکٹر ڈیریکس

حضرت محمدؐ (اس لفظ کے معنی ہیں ستودہ) جن کا دوسرا نام احمدؐ تھا کنیت ابوالقاسم بھی (ان کے ایک بیٹے کا نام تھا) ۲۰۔ اپریل سنہ ۵۷۱ء کو پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے باپ کا نام عبداللہ تھا۔ اور ماں کا آمنہ بنت وہب

قریش مکہ کے معزز اور حکمران خاندان ہی تھے لیکن یہ ذرا غریب حضرت عبداللہ کا آپ کی ولادت سے پیدائش قبل انتقال ہوگیا۔ اور اُن کی وفات پر آمنہ بی بی کو اس قدر مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کہ اپنے نازک مولود کے لئے دایہ رکھنی بھی دشوار ہوگئی۔ اور اسی لئے تیسرے سال آپ دایہ کے گھر سے واپس آگئے۔ چند سال کے بعد آمنہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ اور آپ کی کفالت کا بار آپ کے دادا عبدالمطلب پر پڑ گیا۔ ان کی وفات کے بعد آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی پرورش کی جب تک آپ اپنے چچا کے پاس رہے بحیثیت چرواہہ شتربان اور سقہ کے کام کرتے رہے۔ اور اس سلسلہ میں آپ نے تمام عرب اور شامی سرحد کا سفر کیا۔ لہذا ایام شباب ہی میں آپ نے بہت سے مختلف اثرات اپنی ذات میں جمع کر لئے جن کا نقشہ آپ کی آئندہ زندگی میں بھی نظر آتا ہے۔ آپ کی قوت مشاہدہ بہت ہی تیز زبردست اور عمدہ واقع ہوئی تھی +

ان باتوں کے علاوہ آپ کی جوانی کے حالات اور کچھ زیادہ معلوم نہیں ہیں[۱] پچیس سال کی عمر میں آپ نے ایک دولتمند بیوہ خدیجہ بی بی کی ملازمت اختیار کر لی۔ اس سلسلہ میں آپ کو تجارت کی غرض سے دور دراز مقامات کے سفر کرنے پڑے اور چونکہ آپ کو تجارتی طور پر بہت کامیابی ہوئی۔ لہذا خوش ہو کر چالیس سالہ خدیجہ نے آپ کو مورد الطاف بنا لیا۔ اور یہ لطف و کرم کچھ عرصہ کے بعد نکاح کی صورت میں منتہی ہوا۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے تجارت کو خیرباد کہدیا۔ اور اپنا سارا وقت مراقبہ اور غور و فکر میں بسر کرنا شروع کیا۔ چنانچہ کبھی بی بی کو لے کر اور کبھی تن تنہا آپ صحرا میں چلے جاتے تھے +

ایک طرف تو ملک عرب میں سیاسی اور مذہبی بدنظمی طاری تھی۔ دوسرے رومی اور ایرانی حکومتوں کے حملے پے در پے ہو رہے تھے لہذا آپ نے سوچا کہ عرب کی تمام اقوام کو ایک رشتہ میں منسلک کرنا چاہیئے۔ یہ اعلیٰ مقصد تھا جس نے آپ کو وہ مرتبہ عطا کیا جو آپ کو دنیا میں آج حاصل ہے +

چالیس سال کی عمر میں آپ کو اس امر کا یقین ہوا۔ کہ جبرئیل فرشتہ آپ کے پاس آیا۔ اور خدا کی وحی آپ کے پاس لایا۔ اور انسانوں کی ہدایت کا کام آپ کے سپرد کیا۔ چونکہ اس بات کا اعلان آپ نے شروع ہی سے کر دیا تھا۔ کہ میں خانہ کعبہ سے بت پرستی کی بیخکنی کر دونگا۔ اور چونکہ ایسا کرنے کی وجہ سے قریش کے مالی اور نفع بخش کاموں میں خلل اندازی یقینی تھی لہذا ان لوگوں نے جو خانہ کعبہ کے محافظ اور خدام تھے۔ اور اسی ضمن میں بہت سے آمدنی کے ذرائع اُن کو ملے ہوئے تھے آپ کی انتہائی

---

[۱] مضمون نگار مسلمان نہیں ہے حضرت نبی کریم صلعم کے پورے حالات سے چونکہ ان کو واقفیت نہیں اسلئے اس قسم کا فقرہ لکھ دیا۔ مترجم

مخالفت شروع کردی۔ آپ کے پیغام کو نفرت اور حقارت سے دیکھا اور ایسا تنفر اور تمسخر کیا۔ گویا آپ کے مشن کا استیصال کلی کر دینگے۔ لیکن آپ کی ذات میں حصول مقصد کیلئے انتہائی جد و جہد اور مجنونانہ جوش، جس کے حاصل ہونے پر آپ کی رائے میں عربوں کی بہبودی کا دارومدار تھا۔ آپ کے دشمنوں کی مخالفت سے زیادہ زبردست اور نمایاں نظر آتا ہے آپ کو اپنے مقصد کی پاکیزگی پر کامل یقین تھا۔ اور نیز اس امر پر بھی کہ آپ مامور من اللہ ہیں۔ لہذا آپ نے مردانہ وار اپنی کوششوں کو جاری رکھا۔ ہر چند تبلیغ کے ابتدائی سالوں میں بہت تھوڑے لوگ آپ پر ایمان لائے جن میں زیادہ تر خاندان اور قبیلہ کے لوگ تھے۔ لیکن جب مکہ کے دو با اثر شخص یعنی ابوبکرؓ اور عثمانؓ آپ پر ایمان لے آئے اور جب نوجوان اور مستعد علیؓ نے آپ کو قبول کر لیا۔ تو مکہ کے سرداروں کا طرز عمل بدل گیا۔ پھر تو وہ تمام لوگ اس مٹھی بھر جماعت کے ایسے جانی دشمن ہو گئے۔ کہ آپ کو اس امر میں تردد لاحق ہوا کہ ایسی مخالفانہ جماعت کا مقابلہ اس طرح کھلے بندوں اور آزادی کے ساتھ کرنا کہاں تک مناسب ہے۔ پس جبکہ آپ کو یہ معلوم ہوا۔ کہ دشمن میری جان لینے کے درپے ہیں (اس حرکت کی وجہ سے آپ کے بہت سے رشتہ دار بھی آپ کے طرفدار ہو گئے تھے) تو آپ نے پھر وہی جرأت اخلاقی کا نظارہ دکھایا۔ اور پہلے سے زیادہ سختی کے ساتھ بت پرستی کے خلاف تلقین شروع کی۔ موسیٰ اور مسیح کی تعلیمات کو، جن پر آپ کی تعلیم مبنی تھی،۔ اور جنہیں آپ نے روایات سے اخذ کیا تھا۔ کیونکہ آپ اُمی محض تھے۔ آپ نے ایسے سانچہ میں ڈھال کر پیش کیا جو بیک وقت اجتماعی رنگ بھی رکھتا تھا۔ اور انفرادی بھی +

(نوٹ منجانب اڈیٹر اسلامک ریویو:۔ واضح ہو کہ اس مضمون کا لکھنے والا مسلمان نہیں ہے۔ لہذا اس کے لئے یہ سمجھنا دشوار ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام نے اپنی تعلیمات ہرگز بائبل پر مبنی نہیں کیں محض اس وجہ سے کہ موسوی اور محمدی شرائع میں مماثلت ہے۔ ہم یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ محمدی شریعت موسوی شریعت سے ماخوذ ہے یا مسروق ہے حقیقت یہ ہے۔ کہ موسوی عیسوی اور محمدی تینوں شرائع کا منبع اور ماخذ ایک ہی ہے

یعنی وحی الٰہی یہ غلطی کہ آنحضرتؐ نے اپنی تعلیم شرائع سابقہ پر مبنی فرمائی اس لئے لگتی ہے کہ لوگوں نے الہام و وحی کی حقیقت کو نہیں سمجھا)+

سب سے مقدم بات آپؐ کی نظر میں توحید الٰہی تھی ۔ آپؐ نے فرمایا کہ خدا ایک ہے اور جسمانی کیفیات سے قطعاً منزہ اور مبرّا ہے ۔ اس کا نتیجہ لازمی یہ ہوا کہ نہ صرف رومی عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام سے تصویر کی پرستش ہمیشہ کے لئے دور ہوگئی ۔ بلکہ دنیا کو معلوم ہوگیا ۔ کہ جو لوگ خدا کی تصویر پوجتے ہیں ۔ وہ دراصل مشرک اور بت پرست ہیں ۔ جیسے کہ یہ عیسائی دراصل ہو گئے تھے ۔ تمام عمر جن جن اصولوں پر آپؐ کاربند رہے وہ سب کے سب نہایت ہی اعلیٰ اور ارفع تھے ۔ اور اس کی وجہ یہ تھی ۔ کہ آپ کا مقصد صرف یہ تھا ۔ کہ اپنی قوم کو فائدہ پہنچائیں ۔ اگر آپؐ نے نبوت کا دعوےٰ کیا ۔ تو اس بناء پر کسی مجھدار انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا ۔ کہ وہ آپؐ کو برے الفاظ مثلاً کاذب یا مفتری (نعوذ باللہ) سے یاد کرے ۔ اسلام نے جو کچھ احسان دنیا پر کیا ہے ۔ اور جو کامیابی اسے یورپ کے علاوہ افریقہ اور ایشیا میں حاصل ہوئی یا ہو رہی ہے ۔ اور جو عمدہ اور خوشگوار تبدیلی اس نے انسانوں میں پیدا کی ہے ۔ وہ اس امر کی کافی ضمانت ہے ۔ کہ ہر وہ شخص جسے تاریخ مذاہب عالم سے دور کا لگاؤ بھی ہے کبھی اس مقدس انسان کے متعلق بدگوئی نہیں کر سکتا جس کی نظیر جوش قابلیت اور تخیل کے لحاظ سے دنیا میں ڈھونڈے نہیں مل سکتی ۔ اگر آپؐ نے عملی قدم اٹھایا یا آپؐ نے ملکی اور قومی خصائص سے فائدہ اٹھایا تو بھی آپؐ نے وہی کچھ کیا جو اگر کوئی اور مدبر یا نبی آپؐ کی جگہ ہوتا تو کرتا اور آج بھی یورپ کے مشنری انھیں اصولوں پر کاربند نظر آتے ہیں ۔ اگر ایسا نہ کریں تو کامیابی کچھ نہ ہو +

انسانی مقاصد کم و بیش ذاتی اغراض سے وابستہ ہوتے ہیں ہر قابل قدر اور مشہور بات جو انسان کے ہاتھوں معرض وجود میں آئی ہے ۔ وہ انسانی مقاصد یا جذبات یا کمزوری سے اپیل کرنے کا نتیجہ ہے ۔ اس کا وجود بلا کسی غرض کے محض فلسفیانہ تخیل کی بناء پر نہیں ہوا ۔ آنحضرت صلعم کے مقاصد سب کے سب عملی تھے ۔ اور وہ ذرائع جن کی مدد سے آپؐ نے ان مقاصد کو حاصل کیا ۔ وہ بھی عملی تھے ۔ اور اس زمانہ کے حالات سے مطابقت کلی رکھتے تھے ۔ اور آپؐ کی

تعلیمات کی کامیابی کا یہی راز ہے۔ ممکن ہے کہ دوسرے مذاہب کے پیرو آپ کو اس کامیابی پر مبارکباد نہ دیں۔ کیونکہ قدرتی طور پر انھیں اس معاملہ میں آپ کی ذات پر حسد آتا ہوگا۔ لیکن افسوسناک امر تو یہ ہے۔ کہ یہ لوگ آپ پر اعتراض کرتے وقت اپنے مذہب اور دیگر مذاہب کی تواریخ بھول جاتے ہیں۔ اور اپنے عقاید اساسی کی جانچ پڑتال نہیں کرتے۔ کرتے ہیں۔ تو یہ کہ اندھا دھند اسلام پر عملی ذرائع استعمال کرنے کا الزام لگاتے رہتے ہیں۔ حالانکہ خود اُن کے مذہب نے بھی اُنھیں ذرائع کو اپنی کامیابی کے لئے استعمال کیا ہے۔ سزا کے خوف اور آئندہ شادمانی کے خیال نے جملہ مذاہب کو موجودہ شکل عطا کرنے میں بہت کچھ حصہ لیا ہے۔ آمدم برسر مطلب آنحضرت صلعم کے مردانہ مقابلہ نے آپ کے حریفوں کے حوصلے پست کر دیئے۔ لہٰذا مجبور ہو کر وہ لوگ اوچھے ہتھیاروں پر اُتر آئے۔ اور آپ کی جماعت کا بائیکاٹ کر دیا گیا۔ چنانچہ ان حالات کے ماتحت آپ نے اپنے رفقاء کو حکم دیا کہ مکّہ سے ہجرت کر جائیں۔ تا کہ دشمنوں سے نجات ملے۔ اور آپ بھی طائف چلے گئے لیکن طائف میں آپ کو سکون نصیب نہ ہوا۔ لہٰذا پھر مکّہ واپس آ گئے آپ کی غیر حاضری میں خدیجہ اور ابو طالب دونوں کا انتقال ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے بعد یعنی جب آپ کی عمر اکیاون سال کی ہوئی۔ تو صورت حال خوشگوار ہو گئی۔ یثرب (جس کو بعد میں مدینہ کہنے لگے) کے کچھ لوگ آپ پر ایمان لے آئے۔ اور چونکہ یہ لوگ بی بی آمنہ کے رشتہ دار تھے۔ اور مکّہ والوں سے رشک بھی رکھتے تھے۔ لہٰذا آپ کی مدد پر طیار ہو گئے اُنھیں یہ بھی خیال ہوا کہ شاید آپ کی تعلیمات کی مدد سے ہمیں مکہ والوں پر بعض امور میں فوقیت حاصل ہو جائے۔ پس انھوں نے آپ کو اپنے شہر میں مدعو کیا۔ اُدھر آنحضرت صلعم نے دیکھا۔ کہ مکّہ والوں کی مخالفت روز بروز شدید ہوتی جاتی ہے۔ لہٰذا آپ نے پہلے اپنے رفقاء کو بھیجا اور ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کو خود بھی ہجرت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مسلمانوں میں اس تاریخ کو بجا طور پر ایک تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ اور ان کا سنہ ہجری اسی دن سے شروع ہوتا ہے۔ غرض کہ مدینہ آ کر آپ نے اپنا وقت اسلام کی تبلیغ و اشاعت کیلئے وقف کر دیا۔ کیونکہ ایک تو یہ کہ جو لوگ اسلام قبول کر چکے تھے۔ ان کا اسلام پر قائم رہنا مفاد ملی کے لئے ضروری تھا۔ دوسرے ان کی مدد سے دوسرے قبائل میں تبلیغ ہو سکتی تھی۔ اور سب سے پہلے

مکہ والوں کو ہموار کرنا ضروری تھا۔ عرب لوگ عموماً ان تین چیزوں کی بہت قدر کرتے ہیں۔ فصاحت، سخاوت اور شجاعت۔ پس آپ نے یہی تین خوبیاں اپنے پیرؤں میں پیدا کر دیں۔ ۲۴ھ ۶۲۴ء میں تین سو مسلمانوں اور نو سو کفار مکہ کے درمیان بدر کے پاس ایک علانیہ جنگ واقع ہوئی۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کی فتحیابی قطع نظر مال غنیمت سے بہت اہم چیز تھی کیونکہ تمام عرب میں مسلمانوں کا سکہ بیٹھ گیا۔ اور بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ مکہ والوں نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کی طیاریاں کیں۔ اور احد کے مقام پر دوسری جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اسی لئے جبکہ ۵ھ ۶۲۷ء میں مکہ والے دس ہزار فوج کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو آنحضرت صلعم مدینہ میں شہر بند ہو گئے۔ دشمنوں نے کئی ماہ تک محاصرہ قائم رکھا لیکن انجام کار واپس چلے گئے۔ اگلے سال ۶ھ ۶۲۸ء میں آپ نے ایک اولوالعزمانہ قدم اٹھایا۔ یعنی حج کے ایام میں آپ چودہ سو مسلمانوں کی معیت میں زیارت کعبہ کے لئے تشریف لائے۔ مکہ والوں نے آپ کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ لیکن آپ کے خلاف جارحانہ پیشقدمی کی جرات بھی نہ ہو سکی۔ آخر کار آپ کے اور مکہ والوں کے مابین ایک معاہدہ طے ہو گیا جو آپ کیلئے چنداں غیر مفید نہ تھا اس کی رو سے آپ کو آئندہ سال حج ادا کرنے کی اجازت مل گئی۔ اور فریقین کے درمیان دس سال کیلئے عارضی طور پر صلح ہو گئی۔ اگرچہ اس سفر میں آپ کو اپنے مقاصد میں پوری کامیابی نہیں ہوئی۔ تاہم اس صلحنامہ کا اخلاقی اثر مسلمانوں کے لئے بہت کار آمد ثابت ہوا۔ کیونکہ اس کی رو سے ان کو برابر کی طاقت تسلیم کر لیا گیا۔ اور تمام قبائل عرب میں آپ کی اور آپ کی جماعت کا وقار قائم ہو گیا +

اس کے بعد آپ نے ملک عرب سے باہر بھی اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ چنانچہ ہرقل شاہنشاہ روم کیخسرو والی ایران، مقوقس والی حبش اور مصر کے حاکم کے نام تبلیغی خطوط روانہ کئے گئے۔ اگرچہ ان لوگوں نے آپ کی دعوت پر کوئی توجہ نہ دی لیکن عمرو نے جو غسانی قبیلہ کا عیسائی حکمران تھا آپ کے قاصد کو قتل کر دیا۔ اور طالب جنگ ہوا۔ اگرچہ اس جنگ کا نتیجہ فیصلہ کن نہ ہوا تاہم آپ کے عرب دشمنوں کو رلیشہ دوانیوں کا موقعہ مل گیا۔ آپ نے ان کی خلاف ورزی معاہدہ سے فائدہ اٹھایا۔ اور مکہ پر چڑھائی کر دی۔ ۸ھ ۶۲۹ء میں دس ہزار آدمیوں کے ساتھ آپ مکہ پہنچے وہاں کوئی مقابلہ کے لئے آمادہ نہ ہوا اور بغیر کسی خونریزی کے شہر فتح ہو گیا۔ آپ نے انتقام لینے کی رسم کو بالائے طاق رکھدیا۔ اور سب کو معافی عطا کی۔ حالانکہ عربوں کے دستور کے موافق آپ کو اس بات کا پورا حق

حاصل تھا۔ کہ اپنے دشمنوں سے بدلہ لیتے۔ صرف اس قدر کیا کہ خانۂ کعبہ کو بتوں کی نجاست سے
پاک کر دیا۔ اور شہر کے لوگ جوق در جوق ۔۔۔ اسلام میں داخل ہو گئے ۳۱ئۂ میں
آپ نے طائف بھی فتح کر لیا۔ اور اس طرح تقریباً تمام عرب آپ کے زیر نگین ہو گیا۔ مدینہ
پہنچ کر آپ نے روم پر چڑھائی کرنے کی طیاری کی۔ لیکن یہ مہم سر نہ ہونے پائی تھی۔ کہ
۸ جولائی ۳۲ئہ کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ اب ہم یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ وہ کیا بات
تھی۔ جس کی بدولت اس قدر تھوڑے عرصہ میں تمام عرب پر آپ کو غیر معمولی فتح اور
کامیابی حاصل ہو گئی؟

آپ از سرتا پا عزلی خصائص کے حامل تھے۔ آپ نے تمام عمر شاعری نہیں کی لیکن اس کے
بجائے آپ اعلیٰ درجہ کے فصیح و بلیغ اور نہایت پرجوش انسان تھے۔ اور ان دو باتوں نے عربوں
کی طبائع پر زبردست اثر پیدا کیا۔ کوئی شاعر آپ سے زیادہ ان کو متاثر نہیں کر سکتا تھا علاوہ ازیں
آپ بالطبع بہادر اور جری تھے۔ اور اسی لئے عربوں میں آپ کا شخصی وقار قائم ہو گیا۔ کیونکہ وہ لوگ
دلیری اور جرأت سے بڑھ کر کسی چیز کے شیدائی نہ تھے نیز یہ کہ آپ کے دل میں مساوات، اور
ہمدردی کے جذبات بھی موجزن تھے۔ یہ صفت بھی عربوں کو بہت مرغوب تھی۔ آپ شخصی عزت
کی مطلق خواہش نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ اس امر میں کوشاں رہتے تھے۔ کہ لوگ آپ کو دوسروں سے بڑا
نہ سمجھیں۔ آپ اس بات کو بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ کہ لوگ آپ کی طرف مافوق البشری طاقت
منسوب کریں یا آپ کو معجزات اور خوارق عادات کا علمبردار تسلیم کریں۔ جب عربوں نے آپ سے
معجزہ طلب کیا۔ تاکہ آپ کی نبوت پر دلیل ہو تو آپ نے فرمایا۔ کہ خدا کا کلام جو میرے اوپر
نازل ہوتا ہے یہی سب سے بڑا اور عمدہ معجزہ ہے۔ آپ ہر شخص سے مل سکتے تھے کسی کو کوئی
روک ٹوک نہ تھی۔ آپ بیماروں کی عیادت کرتے۔ جنازوں میں شرکت فرماتے۔ اور
مہمان نوازی اور سخاوت میں تو آپ ضرب المثل تھے۔ واضح ہو کہ عربوں کے نزدیک سخاوت
اور مہمان نوازی سے بڑھ کر اور کوئی انسانی خوبی نہیں ہے۔ آپ کی شخصیت بھی جاذب اور
دلکش تھی۔ جو شخص ایک دفعہ آپ سے مل لیتا۔ وہ عمر بھر کے لئے آپ کا غلام ہو جاتا تھا۔ آپ کی باوقار
اور شاہانہ شخصیت آپ کی آنکھوں کی جاذبیت۔ شیریں باتیں گویا جادو تھیں۔ اور جو کوئی بھی آپ سے

ملنے آیا۔ وہ آپ کی شخصیت سے مسحور ہو کر آپ ہی کا کلمہ پڑھنے لگتا ہ

اسی قسم کی اور خوبیاں آپ کی تعلیمات میں پائی جاتی ہیں۔ جو نہایت سادہ صاف سریع الفہم معقول اور طبائع انسانی کے موافق ہیں۔ آپ نے بہت سی وہ باتیں جو عربوں میں قدیم الایام سے رائج تھیں۔ اور اسلامی تعلیمات کے منافی نہیں تھیں۔ جوں کی توں باقی رہنے دیں۔ کیونکہ آپ اچھی طرح جانتے تھے۔ کہ اگر پرانی رسموں کا قلع قمع کر دیا گیا۔ تو اپنا مقصد فوت ہو جائیگا۔ آپ عربوں کی قدامت پسندی سے واقف تھے پس اسلام میں بھی فرشتوں اور بدروحوں کے متعلق اعتقادی خیالات پائے جاتے ہیں۔ ٹھیک جس طرح کہ یہود اور نصاریٰ اور پارسیوں میں۔ اسمیں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ آپ نے بیشتر بُری رسموں کا خاتمہ کر دیا اور اُن کے عوض السی اصلاحات جاری کیں۔ جنھوں نے عربوں کو بحیثیت قوم بہت فائدہ پہنچایا خونریزیوں اور دختر کشی کا تو ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ قمار بازی سود خواری شراب خوری اور زنا کی سخت ممانعت فرمائی نیز ہر قسم کی بُت پرستی اور مشرکانہ خیالات کا بھی قلع قمع کر دیا غلامی کے انسداد کے لئے بہت سے قوانین نافذ کئے۔ اگرچہ اس کا استیصال کُلّی نہ ہو سکا۔ تاہم اصلاح کیلئے راستہ طیار ہو گیا۔ اور کثرت جاتی رہی۔ آپ کے لباس اور خوراک میں انتہا درجہ کی سادگی تھی۔ عام طور پر آپ صلح کُن اور رواداری رکھتے تھے۔ اگر آپ نے کبھی کسی شخص سے انتقام لیا تو اُسی حالت میں جبکہ وہ شخص اسلام کی تخریب کا مجرم ہوا۔ یہ بات کہ آپ نے انتہائی غُصّہ کی حالت میں بھی اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے انتقام نہیں لیا۔ فتح مکّہ کے بعد آپ کے طرز عمل سے بخوبی عیاں ہے۔ اسلامی تعلیمات کی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اسمیں توحید باری پر بڑا زور دیا گیا ہے اور بنیادی عقائد نہایت سادہ اور بآسانی سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ اور اس کے اصُول نہایت عملی اور مفید ہیں۔ جو انسانی طبائع سے مطابقت کُلّی رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام کو بہت خوب کامیابی ہوئی۔ اور آپ کا پیغام ان تعلیمات کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ جن لوگوں نے اُن تعلیمات کو قبول کیا تھا یا جواب کرتے ہیں۔ ان کو یقینی طور پر اخلاقی تائید حاصل ہوتی ہے ۔ اور وہ لوگ کسی حالت میں بھی دوسروں کے فرائض منصبی میں حارج نہیں ہو سکتے۔ اور نہ انسانی تہذیب و ترقی میں کوئی رُکاوٹ پیدا کر سکتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے نہ صرف اعمال کی قدر واقعی کی

بلکہ اُن پر بہت زور دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رہبانیت اور ترک دنیا کے اشد مخالف تھے اور یہ طرز زندگی مشرق میں بدھ مت کے لوگوں کے یہاں اور مغرب میں عیسائیوں کے یہاں بہت عام تھی۔ یہ سچ ہے کہ چند صدیوں کے بعد اسلام میں بھی رہبانیت داخل ہو گئی لیکن یہ خود ایک خارجی عنصر ہے۔ جسے اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اور نتیجہ تھی۔ اُن تاثرات کا جو تصوف اور نفس کشی کی بدولت مسلمانوں میں پیدا ہو گئے اسلام میں ہر شخص اپنا آپ ہی مذہبی رہنما ہے کسی پیر یا پادری کی ضرورت نہیں۔ اور اگر آگے چل کر علماء یا ائمہ کو اقتدار حاصل ہو گیا۔ تو اسکی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ عالم ہونے کے علاوہ فقیہہ بھی تھے +

مذہب اسلام کی خدمات اور اس کے فوائد سے انکار کرنا دوسرے لفظوں میں تاریخ عالم انسانی اور تمدن کے پہلو پر غلط نتائج مستنبط کرنے کا مترادف ہے۔ قطع نظر اس حقیقت سے اسلام نے آکر عیسائیت کو سونے سے جگا دیا۔ ورنہ وہ کبھی کی تباہ ہو چکی ہوتی۔ اسلام نے لکھو کھا انسانوں کو جو توہم پرستی کا شکار ہو رہے تھے از سر نو حیات عطا کی۔ اور ان کے خدا کا اعلیٰ اعتقاد پیدا کیا۔ اور اخلاقی طور پر آدمی بنا دیا۔ اگر آگے چل کر علماء اہل سنت والجماعۃ نے اسلام کے عقیدہ توحید میں "قسمت" کا نظارہ کیا اور تقدیر کا عقیدہ داخل اسلام یا ایمان کر دیا تو یہ ان کا فعل ہے۔ اور اُن کی اپنی غلطی ہے۔ کہ انھوں نے عربوں کی ذہنیت کو غلط طور پر سمجھا۔ حالانکہ عربوں کا زاویۂ نگاہ تمام مذاہب سے بڑھ کر انفرادیت اور شخصی کوششوں پر زور دینا ہے۔ خود قرآن میں بہت سی آیات ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے دماغ میں کبھی بھی یہ خیال نہیں آیا۔ کہ انسان کی انفرادی ہستی لاشئے یا بیکار محض ہے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ آپ نے مسلمانوں کو اُس خوفناک بھوت کے پنجہ سے رہائی دی جو اُن کی تباہی کے درپے تھا۔ آپ نے آپس کی خانہ جنگیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ اور یہ وہ بات تھی جس کا دُور ہو جانا بظاہر ناممکن تھا۔ آپ نے سینکڑوں قبائل کو باہم متحد کر دیا۔ اور اُن میں شجاعت اور ترقی کی وہ عدیم النظیر روح پھونک دی جس کی بناء پر وہ لوگ نہ صرف خود آزاد ہو گئے بلکہ اسی کی بدولت انکی مخفی قوتیں اس طرح جاگ اُٹھیں کہ انھوں نے حیرت انگیز طریقہ میں دُنیا کی تمدنی اور اخلاقی ترقی میں غیر فانی آثار چھوڑ دیئے +

# آنحضرت صلعم کا اللہ پر توکل

از قدوائی

وہ مصائب جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کے ابتدائی زمانہ میں اُٹھانے پڑے ایسے سخت تھے کہ اس سے بڑھ کر سختی ہو نہیں سکتی۔ تاریخ میں چند مثالیں ایسے لوگوں کی پائی جاتی ہیں۔ جو اس وجہ سے کہ زندگی کے کسی شعبہ میں وہ پہلے کام کرنے والے تھے اپنے ہمعصروں سے ستائے گئے۔ مگر وہ تکلیفیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو برداشت کرنی پڑیں جب آپؐ نے اپنے بُت پرست ہموطنوں کو جو ہر قسم کی ذلیل سے ذلیل بدیوں میں مُبتلا تھے۔ ایک خدا کی طرف اور نیکی اور پاکیزگی کی طرف بُلایا۔ اس سے بڑھ کر خطرناک حالات کسی دوسرے کو پیش نہیں آئے ابتدا میں آپ کو اور آپؐ کی زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اور بہت تھوڑے پیروؤں کو ان تکلیفوں اور دُکھوں کا نشانہ بننا پڑا۔ اور کئی سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ قبل اس کے جو آپؐ اپنے منجانب اللہ ہونے کا اعلان کیا۔ آپ لوگوں میں الامین کے نام سے مشہور تھے۔ اور آپؐ کی عزت کی جاتی تھی۔ مگر جونہی کہ آپؐ نے لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بُلانا شروع کیا۔ آپؐ کی تحقیر کی گئی اور بُرا کہا گیا۔ ایذا دی گئی۔ اور آپؐ کے پیروؤں کو یہاں تک دُکھ دیا گیا کہ آپؐ کو انھیں مُلک عرب سے باہر بھیجنا پڑا۔ اہل مکہ سے ایک عرصہ دراز تک تکلیفیں اُٹھانے کے بعد آپؐ نے طائف کا رُخ کیا۔ مگر وہاں آپؐ کا استقبال پتھروں کے ساتھ ہوا۔ اور آپؐ کو زخمی ہو کر وہاں سے آنا پڑا۔ واپسی کے وقت آپ ایک درخت کے سایہ کے نیچے لیٹ گئے اور سو گئے۔ اتنے میں ایک دشمن آ پہنچا۔ اور آپ کی ہی تلوار ہاتھ میں لے کر آپؐ کو جگا دیا اور کہا۔ اے محمد (صلعم)! تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے۔ آپؐ کے دل پر ایک لمحہ کے لئے بھی خوف طاری نہیں ہوا۔ اور نہ آپؐ نے کچھ تامل کیا۔ بلکہ فوراً جواب دیا میرا خدا۔ اس جواب سے جو ان حالات میں ایک عاجز انسان کے وہم میں بھی نہ آ سکتا تھا۔ دشمن ایسا مرعوب ہوا۔ کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ اور آنحضرت نے اُسے فوراً اُٹھا کر اُسے کہا۔ اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اس پر دشمن نے رحم کی درخواست کی۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو ایسے انسان نہ تھے کہ اپنی بڑائی کو بھی درمیان آنے دیتے۔ آپؐ نے اس مغلوب اور عاجز دشمن کو کہا وہی خدا جس نے مجھے تیرے ہاتھ سے بچایا تجھے بچائے گا۔ یہ تھا آپ کا اللہ جل شانہ پر توکل کہ سخت

سے سخت مایوس کن حالات میں بھی آپ کے توکل میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ اور وہ دشمن جس نے اس عظیم الشان جلالی معجزہ کو اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ اسی وقت مسلمان ہو گیا +

غرض مکہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیفیں پہنچائی گئیں وہ ناقابل بیان ہیں۔ ان سب تکلیفوں کے بعد آخر آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تین سال تک مکہ میں ایک گھاٹی میں محصور کر دیا گیا۔ اور آپ کے ساتھ اور آپ کے ساتھیوں سے ساتھ لین دین ہر قسم کا معاملہ بند کر دیا گیا۔ اور بالآخر آپ کی جان لینے کی مضبوط تدبیریں کی گئیں۔ مگر اللہ تعالےٰ نے آپ کو دشمنوں کے ان منصوبوں پر آپ کو اطلاع دیدی۔ اور اس حال میں کہ آپ کے قتل کیلئے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا جا چکا تھا۔ آپ تائید الٰہی سے ان دشمنوں کے اندر سے نکل گئے۔ اور ایک ہی رفیق کے ساتھ مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کا ارادہ کیا۔ مگر چونکہ دشمن آپ کے تعاقب میں سرگرم تھا۔ اس لئے پہلے آپ اور آپ کے ساتھی نے ایک غار کے اندر پناہ لی۔ دشمن یہاں بھی پہنچے اور جب عین اس غار کے منہ پر آ پہنچے تو ان کے پاؤں کی آہٹ بھی آپ کے ساتھی کے کانوں میں پہنچی۔ مگر آپ کے رفیق خدا کے فضل سے ان رفقا کی طرح نہ تھے جنہوں نے اپنے آقا کو دکھ دیا۔ اور نہ ان کی طرح جنہوں نے دکھ اور مصیبت کے وقت میں اپنے نبی کا ساتھ نہ دیا۔ حالانکہ وہ بار بار ان سے التجا بھی کرتا رہا۔ حضرت ابو بکرؓ جو اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رفیق غار تھے۔ ان کو اپنی جان کی تو کوئی فکر نہ تھی اور وہ جانتے بھی تھے۔ کہ دشمن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ہی ہے۔ مگر وہ آنحضرتؐ سے اپنی ذات سے بھی بڑھ کر محبت رکھتے تھے۔ اس لئے جب دشمن کے پاؤں کی آہٹ سنی تو افسوس نے قدرتاً یہ کہا ہم تو صرف دو ہیں اور دشمن بہت ہیں۔ اب جبکہ آنحضرت صلعم کی زندگی معرض خطر میں تھی جبکہ دشمن آپ پر گویا قابو پا ہی چکا تھا۔ آپ کے منہ سے کیا لفظ نکلتے ہیں۔ اگر ایسے حالات میں آپ کے منہ سے وہی لفظ نکلجاتے جو آپ سے پہلے ایسے ہی حالات میں ایک نبی کے منہ سے نکل چکے تھے۔ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ تو آپ معذور ہی سمجھے جاتے۔ مگر نہیں آپ کے جسم میں ایک لمحہ کیلئے بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ جو دنیا کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ وہ جو اس کا خدا ہے جس کی خاطر آپ نے ان سب دکھوں اور تکلیفوں کو اٹھایا۔ اور راحت اور آرام کو چھوڑا جس کی رضا کے لئے وہ اب اپنا گھر بھی چھوڑ کر بھاگے جا رہے تھے۔ تاکہ دوسرے مقام میں جا کر اس کی توحید اور اس کے جلال کی آواز کو بلند کریں

وہ آپ کو چھوڑ سکتا ہے۔ یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم میں جو کچھ ہر دلعزیزی حاصل تھی۔ اور جو کچھ وجاہت آپؐ کی تھی۔ وہ خدا کی توحید کے وعظ پر آپ نے قربان کردی تھی۔ آپؐ ملک کے معزز سے معزز خاندان کے معزز شاخ میں سے تھے اور شرافت اور سرداری کا خون آپؐ کی رگوں میں موجزن تھا ذاتی طور پر بھی آپؐ کی عزت کل قوم میں تھی اور ہر ایک شخص آپ سے محبت کرتا تھا مگر جب آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کام کے لئے چنا اور اس کے ارشاد کے ماتحت آپؐ نے اپنے بھائیوں کو حق کی طرف بلانا شروع کیا۔ آپؐ کی عزت اور وجاہت جو عوام الناس میں تھی چھن گئی۔ اور آپؐ کی جان ایک خطرہ کی حالت میں پڑ گئی۔ اور اب غار میں وہ خطرہ کمال کو پہنچ چکا تھا۔ آپؐ کا اکیلا رفیق آپؐ کے لئے متفکر ہے۔ دشمن سر پر ہے۔ اور وہ پکار اٹھتا ہے۔ کہ ہم صرف دو ہیں مگر کیا قوت اور شوکت ہے۔ اس کلام میں جو اس وقت آپؐ کے منہ سے نکلتا ہے۔ لا تحزن ان اللہ معنا غم نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہاں بیشک اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر حال میں اس مقدس انسان کیساتھ تھا۔ بجلی کے چمکارمیں۔ بادل کی گرج میں۔ سفر میں۔ حضر میں۔ جاگتے سوتے۔ فکر اور غم میں خوشی اور راحت میں۔ ہر وقت اور ہر جگہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا جلوہ نظر آتا ہے اس کا خدا اس کیلئے ہر جگہ موجود اسکی ہر حالت کو جاننے والا۔ اس کا ناصر اور محبت کرنے والا خدا ہمیشہ اس کے ساتھ جس حد تک آپؐ کا توکل خدا کی ذات پر پہنچا ہوا تھا۔ اس کے برابر کسی دوسرے انسان کا توکل نہیں پہنچا۔ اس کی روح پر خدا کی برکات ہوں۔ اور خدا کی تائیدیں اور نصرتیں ان کے ساتھ ہوں جو اس کے پیرو ہیں۔ آمین +

---

# برٹش مسلم سوسائٹی لندن

مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کے مبلغین کی امداد سے برٹش مسلم سوسائٹی لندن انگلستان میں بہترین اسلامی خدمت سرانجام دے رہی ہے۔ اس سوسائٹی کے زیر اہتمام لندن مسلم نمازگاہ۔ ۱۱۱ کمبڈن ہل روڈ لندن میں ہر اتوار کو اسلامی لیکچروں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ دو ماہ ذیل کے لیکچر ہوئے +

(۱) ۵ مئی ۱۹۲۹ء بروز اتوار کو مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے۔ بی ٹی قائمقام امام مسجد ووکنگ نے "اسلامی اصول" پر لیکچر دیا۔

(۲) ۱۲ مئی ۱۹۲۹ء بروز اتوار کو جناب مسٹر خالد۔ آر۔ نارمن (جنکے اعلان اسلام کی خبر حال ہی میں اخباروں میں شائع ہو چکی ہے) نے "میں نے کیوں اسلام قبول کیا" کے مضمون پر ایک مدلل تقریر فرمائی +

(۳) ۲۶ مئی ۱۹۲۹ء بروز اتوار کو جناب عبدالخالق خان صاحب بی اے مبلغ ووکنگ نے "کیا روح کا کوئی وجود ہے" کے موضوع پر نہایت ہی معقول پیرایہ میں اظہار خیالات کیا۔

(۴) ۲ جون ۱۹۲۹ء بروز اتوار جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے بی ٹی قائمقام امام مسجد ووکنگ نے "اسلام اور دولت" کے مضمون پر لیکچر دیا۔۔

اللہ تعالےٰ ان مبلغین اسلام کو ہمت اور طاقت عطا کرے کہ وہ پیام اسلام کو یورپ کے گوشہ گوشہ میں پہنچا دیں۔ ان تمام تبلیغی جد و جہد میں مسرت انگیز امر یہ ہے کہ ہمارے نو مسلم بھائی بھی تبلیغی جدوجہد میں برابر حصہ لے رہے ہیں +

خادم۔ خواجہ عبدالغنی۔ سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

# گوشوارۂ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان و انگلستان بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۹ء

| تفصیل آمد | نمبر نقشہ | رقم آمد ہندوستان و انگلستان: پائی | آنہ | روپیہ | تفصیل خرچ | نمبر نقشہ | رقم خرچ ہندوستان و انگلستان: پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| آمد مشن ہندوستان | ۱/ | ۳ | ۷ | ۶۰۰ | خرچ مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان | ۵/ | ۰ | ۹ | ۹۲۶ |
| 〃 اسلامک ریویو 〃 | ۲/ | ۰ | ۵ | ۵۲۴ | | | | | |
| 〃 مشن انگلستان | ۳/ | ۰ | ۰ | - | | | | | |
| 〃 اسلامک ریویو 〃 | ۴/ | ۰ | ۰ | - | خرچ مشن و ریویو انگلستان | ۶/ | ۶ | ۵ | ۵۹۶ |
| 〃 ریزرو فنڈ | - | ۰ | ۰ | ۳۸ | | | | | |
| میزان | ۰ | ۳ | ۱۲ | ۱۱۶۲ | میزان | ۰ | ۶ | ۱۴ | ۱۵۲۲ |

دستخط ۔ فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور

## نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن ہندوستان بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۹ء

| تاریخ | نمبر رسید | اسمائے معطی صاحبان | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۲۹/۵ ۱ | ۱۴۷ | جناب عبدالمجید خان صاحب بالاگھاٹ | ۰ | ۰ | ۱ |
| 〃 | ۱۴۹ | چندہ ملازمین ہندوستان | ۶ | ۱۴ | ۱۴ |
| مئی ۱۹۲۹ | ۱۵۰ | جناب محمد نور غنی صاحب ڈھیٹی | ۰ | ۱۰ | ۵ |
| 〃 〃 | ۱۵۱ | 〃 قاضی منہاج الدین صاحب شاہپور | ۰ | ۰ | ۲ |
| ۹ 〃 | ۱۵۲ | 〃 ڈاکٹر غلام محمد صاحب ۔ لاہور | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| ۷ 〃 | ۱۵۳ | 〃 عبدالرحیم خان صاحب مردان بابت زکوٰۃ | ۰ | ۱۲ | ۱۴ |
| 〃 〃 | ۱۵۵ | 〃 ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| 〃 〃 | ۱۵۶ | 〃 شیخ نیاز احمد صاحب وزیرآباد | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| 〃 〃 | ۱۵۸ | 〃 غفور نواب صاحب بہادر منگرول | ۰ | ۰ | ۹۹ |
| 〃 〃 | ۱۵۹ | 〃 منہاج الدین صاحب رحیم یار خان | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| 〃 〃 | ۱۶۰ | 〃 محمد ذکی صاحب مراد آباد | ۰ | ۰ | ۲ |
| 〃 〃 | ۱۶۱ | 〃 محمد سعید صاحب بھٹا سیٹھان کوٹ | ۰ | ۰ | ۵ |
| 〃 〃 | ۱۶۳ | 〃 شیخ احمد حسین صاحب بالاگھاٹ | ۰ | ۰ | ۱ |
| ۹ مئی | ۱۶۴ | 〃 شیخ عبدالحق صاحب گجرات | ۰ | ۰ | ۵ |
| ۱۰ 〃 | ۱۶۵ | 〃 ڈاکٹر برکت علی صاحب سہارنپور | ۰ | ۰ | ۵ |
| ۱۶ 〃 | ۱۶۸ | 〃 ملک شیر محمد صاحب جموں | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| ۲۲ 〃 | ۱۶۹ | 〃 شیخ خدا بخش صاحب پشاور عبدالغنی ووکنگ کی امداد | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| 〃 〃 | ۱۷۰ | 〃 محمد نور غنی صاحب ۔ گوجرانوالہ | ۰ | ۱۰ | ۵ |
| ۲۳ 〃 | ۱۷۱ | 〃 محبوب خان صاحب سبلی | ۰ | ۰ | ۱ |
| 〃 〃 | ۱۷۲ | 〃 فضل الدین صاحب اوجین | ۰ | ۰ | ۵ |
| مئی ۱۹۲۹ | ۱۷۳ | 〃 سید محمود صاحب سیور سٹیٹ | ۰ | ۰ | ۱ |

| تاریخ | نمبر رسید | اسمائے معطی صاحبان | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۲۹/۵ ۳ | ۱۷۹ | حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ۔ لاہور | ۰ | ۰ | ۵ |
| ۳ مئی ۲۹ | ۱۷۳ | جناب شیخ احمد حسین صاحب بالاگھاٹ | ۰ | ۰ | ۱ |
| 〃 〃 | ۱۷۴ | 〃 شیخ صبیح الدین صاحب رہتک | ۰ | ۰ | ۱ |
| ۲۵ 〃 | ۱۷۵ | 〃 حکیم محمد اسحاق صاحب متعلق رقم بونس پراویڈنٹ فنڈ | ۰ | ۱۱ | ۴ |
| ۲۷ 〃 | ۱۷۶ | 〃 شیخ مولا بخش محمد اسمعیل صاحبان لائلپور چک | ۳ | ۱۴ | ۱۷۰ |
| 〃 〃 | ۱۷۷ | 〃 سید احمد سجاد صاحب بہار شریف پٹنہ | ۰ | ۸ | - |
| 〃 | ۱۷۸ | قیمت کتب اردو بشیر لائبریری اپریل ۱۹۲۹ | ۶ | ۳ | ۶ |
| 〃 〃 | ۱۷۹ | 〃 〃 انگریزی 〃 | ۰ | ۱۴ | ۱۲ |
| ۲۸ 〃 | ۱۸۱ | جناب امیر حسین صاحب کاکوری لکھنؤ | ۰ | ۰ | ۱ |
| 〃 〃 | ۱۸۲ | 〃 عبدالغنی صاحب راج نگر | ۰ | ۰ | ۲ |
| 〃 〃 | ۱۸۴ | جناب عبدالحمید صاحب بہر ضلع بالاگھاٹ | ۰ | ۰ | ۱ |
| 〃 〃 | ۱۸۵ | 〃 خادم حسین صاحب کمیل لکھنؤ قربانی کھال | ۰ | ۰ | ۲ |
| 〃 〃 | ۱۸۶ | 〃 محمد ابراہیم صاحب بھوانی حصار | ۰ | ۰ | ۴ |
| 〃 〃 | ۱۸۷ | 〃 عبدالرشید صاحب پٹنہ قربانی کھال | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| 〃 〃 | ۱۸۸ | 〃 عبدالشہید خان صاحب 〃 | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| 〃 〃 | ۱۹۰ | 〃 ڈبلیو بن میمن سنگھ بنگال | ۰ | ۰ | ۳۰ |
| ۲۹ 〃 | ۹۹ | اسپیشل [illegible] رقم چار صد روپیہ [illegible] خرچ | ۰ | ۶ | ۵۱ |
| ۳۱ 〃 | ۱۹۱ | جناب محمد سلیمان خان صاحب مردان | ۰ | ۰ | ۵۰ |
| 〃 〃 | ۱۹۲ | 〃 منہاج الدین صاحب بھیر | ۰ | ۰ | ۲ |
| 〃 〃 | ۱۸۳ | جناب طاہر علی صاحب بانس گاؤں | ۰ | ۰ | ۲ |
| 〃 〃 | ۱۸۹ | 〃 عبدالمجید صاحب نائب یونانی کھال قربانی | ۰ | ۰ | ۵ |
| | | میزان | ۳ | ۷ | ۶۰۰ |

# نقشہ ۴ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ مئی ۱۹۲۹ء

| تاریخ | نمبر رسید | اسمائے معطی صاحبان | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۷ مئی ۱۹۲۹ء | ۱۵۴ | عالیجناب حضور نواب صاحب بہادر بھوپال | ۰ | ۰ | ۴۹ |
| " " | ۱۵۶ | جناب ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| ۱۵ " | ۱۶۶ | " حضرت علی صاحب عدن کیمپ | ۰ | ۰ | ۵ |
| ۲۹ " | ۱۶۶ تا ۱۹۶ | واپسی رقوم منجملہ رقم چار صد روپیہ سفر خرچ | ۰ | ۶ | ۵۱ |
| | | قیمت رسالہ اسلامک ریویو | ۰ | ۷ | ۴۰۸ |
| | | میزان | ۰ | ۷ | ۵۲۴ |

# نقشہ ۵ خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان ماہ مئی ۱۹۲۹ء

| نمبر بل | تفصیل | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|
| ۶۴ | کل مشن و ریویو ہندوستان ماہ اپریل ۱۹۲۹ء | ۰ | ۱۳ | ۷۴۶ |
| ۶۵ | تالیف قلوب | ۰ | ۰ | ۷۰ |
| ۶۶ | بل منیجر مسلم مشن ووکنگ سیاہی قلم دوات ۵ ر - پوسٹل ٹکٹ ۳۰ ر کرایہ تانگہ اوقات میں کام کرتے وقت ۔ کرایہ تانگہ دیگر مقامات میں کام کرتے وقت ۔ کانپور سے روانگی الہ آباد و تانگہ وغیرہ عہ - موم بتی و متفرق اشیاء - الہ آباد میں کام کرتے وقت تانگہ کرایہ تانگہ اسٹیشن سے مکان و کام کرتے وقت ۔ | ۶ | ۵ | ۱۶ |
| ۶۷ | بل سفر خرچ منیجر مسلم مشن ووکنگ لاہور سے کانپور وغیرہ | ۶ | ۴ | ۶۲ |
| ۶۸ | لاہور سے بہاولپور ٹکٹ ۔ کرایہ تانگہ و قلی ٹکٹ بہاولپور سے ڈیرہ نواب ۱۳ ر قلی و کرایہ تانگہ ۸ ر - واپسی ڈیرہ نواب قلی و کرایہ تانگہ ۔ ٹکٹ واپسی ڈیرہ نواب سے بہاولپور مع قلی و کرایہ تانگہ ۔ ٹکٹ بہاولپور سے لاہور ۔ قلی و تانگہ ۸ ر - خوراک ۲۹/۳ تا ۲۹/۹ یوم بحساب ۱۲ ر | ۰ | ۲ | ۲۴ |
| | میزان | ۰ | ۹ | ۹۲۶ |

# نقشہ ۶ تفصیل خرچ انگلستان بابت ماہ مئی ۱۹۲۹ء

| نمبر بل | تفصیل | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|
| ۶۳ | سابقہ تنخواہ ملازم ووکنگ ماہ اپریل ۱۹۲۹ء | ۶ | ۵ | ۱۳ |
| ۶۴ | تنخواہ عملہ و دیگر اخراجات انگلستان ماہ اپریل " | ۰ | ۰ | ۵۰۳ |
| | میزان | ۶ | ۵ | ۵۹۶ |

تبلیغ اسلامی لٹریچر کے لئے [illegible]

# ضروری اعلان

مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور کے نام سے ناظرین کرام آگاہ ہونگے سوسائٹی مذکور کا مقصد ایسی کتب کی طباعت و اشاعت ہے جن سے اسلام کی حمایت و حفاظت و اشاعت ہو۔ اور دشمنان اسلام کے اعتراضات کا پورا پورا جواب ہو۔ اور مسلم و غیر مسلم دین اسلام کی خوبیوں اور محاسن سے آگاہ ہوں۔ حضرت نبی کریم صلعم کے حالات زندگی سے مسلم و غیر مسلم بہرہ ور ہوں ان مقاصد عالیہ کو سامنے رکھ کر سوسائٹی مذکور گذشتہ چند سال سے کام کر رہی ہے۔ اگر اسلامی لٹریچر سے دلچسپی رکھنے والے مسلم احباب سوسائٹی کے مقاصد عالیہ کو ملحوظ نظر رکھ کر سوسائٹی کی جدید مطبوعات کی مستقل خریداری قبول فرمائیں۔ اور ہر ماہ جو کتاب سوسائٹی شائع کرے۔ اس کی ایک کاپی کے لئے اپنا نام مستقل طور پر رجسٹر کرائیں۔ یہ کتاب ان کی خدمت میں شائع شدہ کتاب چھپتے ہی ہر ماہ وی۔ پی کر دی جایا کرے۔ مستقل خریداری قبول کرنے سے آپ کارکنان سوسائٹی کو اس قابل کر دینگے۔ کہ وہ ہر ماہ اسلامی کتب کی طباعت و اشاعت کو جاری رکھ سکے۔ آجکل ذیل کی کتب سوسائٹی نے جدید چھپوائی ہیں مفصل فہرست فرمائش آنے پر بھیجی جا سکتی ہے ✦

| نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| توحید فی الاسلام | عہ ر | مطالعۂ اسلام | ۱۲ار | ام الالسنہ | ۱۲ر | پادری صاحبان کیلئے حل طلب مسئلے | ار |
| راز حیات یا انجیل مں | عہ | مطالبات ملیہ | ۱۳ار | براہین نیرہ | ۱۳ار | اسلامی نماز اور اس پر مغربی اعتراضات | ار |
| ملک سرمایہ | عیر | اسلام میں کوئی فرقے نہیں | ۴ار | اسلام اور علوم جدیدہ | ۴ر | اسلام اور اس کا فلسفہ | ۳ر |
| طبقات قرآنیہ | ۱۲ار | لمعات انوار محمدیہ | ۶ر | یسوع کی الوہیت | ۴ر | مسئلہ ختم نبوت یا اہل بیت نظم فارسی | ۳ر |
| فصد مذہب | ۳ر | مزعومات محبت | ۷ر | نورانیات فی الاسلام | ۱۲ار | دنیا کے مشہور فیصلے خلافت | ۷ر |
| سرگذشت اسلام | ۱۲ار | قدرات عالم کا مذہب | ۸ر | ہستی باری تعالیٰ | ۶ر | تفسیر سورۂ فاتحہ | ۸ر |
| ابطال مسیحیت | ۸ر | اسوۂ حسنہ | ۷ر | پیام اسلام | ۸ر | سیرت نبوی | ۴ر |
| | | | | | | تصاویر مسلمانان عہد ترقی | ۱۰ر |

فرمائش بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

# اکسیر رحمانی

(آکسیجن - فولاد - ہائیڈروجن - گندھک کا بہترین مرکب جس کے استعمال سے خون صالح پیدا ہوتا ہے)

یہ مجرب اکسیر ہندوستان - انگلستان - جنوبی افریقہ میں شہرت پا چکی ہے - اور ایک ہفتہ میں تقویت معدہ بھوک کی افزائش تبدیلی رنگت - وزن کا بڑھنا جسم میں چستی پیدا کر دیتی ہے - امراض ذیل میں اس کا تجربہ ہو چکا ہے :-
سوء ہضم (ڈسپیپشیا) وجع المفاصل (پٹھوں کی درد) کمزوری دل اور دماغ بےخوابی - امراض رحم ضعف اعصاب

## منقول چند سندات

(۱) میں نے چار ماہ تک آپ کی اکسیر کو مسلسل استعمال کیا - اور جسم کے مضبوط کرنے میں یہ بہت ہی مؤثر ثابت ہوئی +
سر عباس علی بیگ سابق ممبر انڈیا کونسل (انگلستان)

(۲) اکسیر رحمانی کے استعمال سے میرا وزن دس دن میں ایک پونڈ بڑھ گیا - میرے اور متعلقین نے بھی استعمال کیا - انھیں بھی ویسا ہی فائدہ ہوا +
کے - ایس عبد الخالق خاں ولیعہد ریاست منگرول

(۳) یہ دوائی اسم بامسمی اور اعجاز نما ہے - اور مجھے اس کی صرف دو بوتلوں سے ہی فائدہ ہوا - جو ڈاکٹروں کی اس دوائی سے ہوتا جو مجھے پونڈوں میں خریدنی پڑتی
مسٹر جی (کوکھل) ہیتھر لاج سینڈ انگلینڈ

(۴) اگر مشتاقان عالم کی اشتہار اس دوائی کے استعمال سے موافق ہو جائے - تو اسے کرامت نہ کہا جائے تو اور کیا +
عالیجناب مولوی محمد صاحب استاد حضور نواب صاحب بہادر ریاست [illegible]

(۵) ماہی مشغولیت نے میرے معدہ کا برا حال کر رکھا تھا اس سے میں بالکل مایوس ہو چکا تھا - ہر دوائی مختلف میرے معدے جگر اور دل پر برا اثر کر رہی تھی اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان تمام شکایات سے اکسیر رحمانی کے ذریعہ نجات بخشی +
خواجہ کمال الدین امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

(۶) میں نے اکسیر رحمانی کو استعمال کیا تو ہضم بڑھانے اور اشتہا صادق کے پیدا کرنے میں اسے میں نے بے نظیر پایا چند روزہ استعمال سے اس کا اثر ہونے لگتا ہے میرے علم میں کہنہ سے کہنہ امراض معدہ کے دفعیہ کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے خون صالح پیدا کرتی ہے میرا یقین ہے - کہ عالم پیری میں جسمانی قوتوں کی تقویت کے لئے اس دوا سے بہتر اور کوئی نہ ہوگی +
ملک شیر محمد مہتمم خزانہ ریاست جموں

(۷) مجھے اور میرے احباب کو اس دوائی کے استعمال سے حیرت انگیز خارق عادت فائدہ ہوا جسم اور جسمانی قوتوں میں نمایاں طاقت محسوس ہوئی - حق الامر یہ ہے کہ یہ مجرب دوائی ایک نمونہ کرامت ہے - میرے ایک دوست غلام رسول وجع المفاصل سے تنگ تھے اور انہیں گھٹنوں میں درد تھا انھیں بھی خوب فائدہ ہوا +
محمد عبد اللہ وکیل ہائیکورٹ سرینگر کشمیر

(۸) مجھے ایک ہی ہفتہ میں حیرت انگیز فائدہ اس دوائی سے ہوا - اور اب میں ہر ایک چیز بکثرت ہضم کر سکتا ہوں - جسے میں پہلے کمزوری کی وجہ سے بالکل استعمال نہ کر سکتا تھا
اے حکیم ۱۳۳ ورگنج روڈ ڈھاکہ

(۹) ایک شیشی جناب نے ارسال فرمائی تھی - مجھے اس سے بہت ہی فائدہ ہوا ہے - میرے ناخون جو بالکل سفید تھے - ان میں سرخی پیدا ہو گئی ہے - اور رنگ چہرہ میں بھی فرق آ گیا ہے - اس واسطے تین شیشی اکسیر مجھے بھی ارسال فرمائیں +
مہر علی الدین ڈاکخانہ کھوڑیانوالہ ضلع لائل پور

(۱۰) اکسیر کے صرف ایک ماہ کے استعمال سے ہی میری تمام شریانوں کی کمزوری رفع ہوئی - یہ تمام دماغی اور دیگر اعضائے رئیسہ کی کمزوریوں کے لئے تریاق ہے +
پروفیسر قادر حسین نظام یونیورسٹی حیدرآباد دکن

**قیمت** فی شیشی جو ایک ماہ کیلئے کافی ہے - ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ)

**ملنے کا پتہ دفتر اکسیر رحمانی برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب**

بابت ماہ ___ سنہ ___ رجسٹرڈ نمبر ایل ___ نمبر

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

# اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

## خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ

قیمت ___ سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ ۔ درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور (پنجاب)

سنہ ۱۹۲۹ء

رفیق عام پریس ریلوے روڈ لاہور میں [illegible] پرنٹر چھپ کر خواجہ عبدالغنی [illegible] نے دفتر [illegible] سے شائع کیا

بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۹ء

رجسٹرڈ نمبر ایل

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

# اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

## خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ

قیمت صہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ۔ درخواستہا خریداری بنام مینیجر اشاعت اسلام

عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

سنہ ۱۹۲۹ء

[illegible]

# ووکنگ مسلم مشن ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے سترھواں سال ہے فضل الٰہی اور مسلمانان عالم کی مسلسل توجہ سے آج تک انگلستان جیسی گراں سرزمین پر کبھی بھی اس مشن کو مالی مشکلات نہیں ہوئیں۔ اس مجوزہ بالا فنڈ کے اجرا کی غرض یہ ہے کہ کچھ کچھ پس انداز رقم بطور میعادی سرمایہ جمع کیا جائے جو آڑے وقت کام آئے۔ اور اس فکسڈ ڈیپازٹ کا سالانہ منافع مشن کے بعض اہم اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو۔ اگر مسلم بھائی اپنی اور اپنے دوست احباب خویش و اقارب کے تمام صدقات۔ خیرات۔ نذر بھینٹ کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں تو مشن کی ہمیشہ کے لئے مالی تقویت کا موجب ہو سکتا ہے +

# اسلامک ریویو انگریزی

یہ ماہوار انگریزی رسالہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے شائع ہوتا ہے اس کی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ تعلیم الاسلام کو نہایت فلسفیانہ اور واضح رنگ میں پیش کیا جاتا ہے مسلم مصنفین کے علاوہ نومسلم صاحبان کے قیمتی مضامین درج ہوتے ہیں مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے۔ اور ہر ماہ کے رسالہ میں نومسلمین کے فوٹو شائع ہوتے ہیں۔ جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں سالانہ چندہ ہندوستان میں ہے +

# ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے فاروق الفاروق (نومسلم) جناب خان بہادر عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر بہم پہنچانا ہے کیونکہ جہاں تبلیغی رسائی نہیں ہو سکتی ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے اس وقت یہ ٹرسٹ تصنیفات حضرت خواجہ سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی مطبوعات نے بہت قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنا اور اس کی امداد مسلم کا فرض اولین ہے +

آج کل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طبع ہے۔ اس کے علاوہ شہرہ آفاق کتب

"آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر"

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے۔ اور اس کا پتہ انچارج عزیز منزل براندرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہے۔

**تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سکریٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل براندرتھ روڈ لاہور بھیجنی چاہئے**



"The Christian Dogma and Superstition does not appeal to me, and the Tenets of Islam are practicable and reasonable."

MISS JOAN FATIMA DANCKEN,

LONDON.

# فہرست مضامین

رسالہ

# اشاعت اسلام

جلد (۱۵) بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ نمبر (۱۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم                نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

# اشاعت اسلام

جلد (۱۵)          بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء          نمبر (۱۱)

# شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو مس جون فاطمہ ڈنسکن لندن کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے۔ جس کا اعلان اسلام۔ اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ درج کیا جاتا ہے۔ قبولیت اسلام کے بعد مس موصوفہ دو تین دفعہ شاہجہان مسجد ووکنگ میں اسلام سیکھنے کیلئے جا چکی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ہماری نو مسلمہ بہن کے دل میں اسلامی تعلیم سے پوری پوری واقفیت حاصل کرنے کی کس قدر تڑپ ہے۔

رسالۂ اسلامک ریویو (انگریزی) اس وقت یورپ میں ایک زندہ جاوید مبلّغ ہے۔ اور مختلف ممالک یورپ و امریکہ میں در حقیقت مبلغینِ اسلام کے فرائض کو سرانجام دے رہا ہے۔ اور آہستہ آہستہ غیر محسوس طریق پر احباب و خواتینِ یورپ کی توجہ کو اسلام کی طرف کھینچ رہا ہے۔

---

آغاز مشن سے ہی کارکنان مشن اشاعت اسلام میں مختلف ذرائع برتتے رہے ہیں۔ اور نہایت باریک نگاہ سے اسباب و نتائج کا تبصرہ کرکے اس نتیجہ پر آتے رہے کہ مغرب کی سرزمین میں سب سے زیادہ کم خرچ اور مفید طریق تبلیغ کیا ہے۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور دیگر مبلغین نے مختلف علاقوں میں سفر کی صعوبتیں بھی اٹھاکر سلسلہ وعظ کو جاری رکھتے رہے۔ خط وکتابت سے بھی کام لیا گیا۔ خاص خاص ملاقاتیں اور انٹرویو بھی کئے گئے۔ ملک کے حالات کو دیکھ کر دستر خوان بھی وسیع کر دیا گیا۔ اور یہ سارے کے سارے طریق

اپنے رنگ میں کسی نہ کسی طرح مفید ہی ثابت ہوتے رہے۔ اور تبلیغ کے ان مختلف ذرائع سے بڑا بھاری فائدہ یہ تھا۔ کہ وہ غلط فہمی اور اجنبیت جو مشرقیوں اور خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ اہل مغرب کو تھی وہ علے الخصوص مؤخر الذکر طریق سے دن بدن دور ہوتی گئی۔ اجنبیت کی برف آہستہ آہستہ گھلنے لگی۔ گو بعض کے معتقدات میں فرق نہ آیا لیکن اسباب دوری و بُعد دن بدن دور ہوتے گئے۔ آخر سنہ ۲۳-۱۹۲۲ء میں دس سالہ تجربہ کے بعد بانیٔ مشن

(حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ایدہ اللہ وبنصرہ)

اس نتیجہ پر آئے۔ کہ مغرب کی کاروباری دنیا کے لئے تبلیغ و اشاعت کا اگر کوئی بہترین کم خرچ بالانشین طریق ہے۔ تو وہ نشر و اشاعت لٹریچر ہے۔ ابتدا میں تو ہزاروں کی تعداد میں

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

بلا درخواست و قیمت غیر مسلم حلقوں میں بھیجا گیا لیکن اس طریق سے خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا بلکہ اکثر لوگوں نے تو رسالے کھولنے تک کی پرواہ نہ کی۔ اور بعض نے تو ہمیں لکھ دیا۔ کہ ان کے نام رسالہ نہ آیا کرے۔ آخر سنہ ۱۹۱۸ء میں اس قسم کی اشاعت کو بہت حد تک بند کر دیا۔ اور لائبریریوں میں اسلامک ریویو کا بھیجنا بڑھا دیا گیا۔ اور یہ طریق از حد مفید ثابت ہوا +

---

سنہ ۱۹۲۳ء کے بعد مسلم مشن ووکنگ میں ایک نیا دور تصنیف شروع ہوا۔ گو یہ وہی وقت تھا۔ جب حضرت خواجہ صاحب ذیابیطس جیسی تکلیف دہ بیماری کا شکار ہو چکے تھے۔ اور طبی مشورہ یہی تھا۔ کہ تصنیف کے کام کو ایک لمبے عرصہ تک کیلئے چھوڑ دیں لیکن اس کام کو مفید اور نتیجہ خیز سمجھ کر انھوں نے طبی مشورہ کی پرواہ نہ کی۔ اور اس عرصہ میں پچاس کتابیں تصنیف کیں جن میں سے نصف سے زیادہ انگریزی کتابیں تھیں۔ اور ہر ایک کتاب کی ایک ایک۔ دو دو کاپیاں لائبریریوں میں مفت بھیجی گئیں +

---

پرائیویٹ طور پر بھی مناسب حلقوں میں یہ تصنیفات مفت یا برائے نام قیمت پر مفت تقسیم ہوئیں۔ گو اس محنت شاقہ کا نتیجہ تو یہ ہوا۔ کہ معزز مصنف مہلک سی مہلک امراض کا شکار ہوا لیکن اس عرصہ میں محیر العقول

نتائج پیدا ہوئے +

---

آج سترہ سال کے طویل تجربہ کے بعد اس نتیجہ پر ہم مُستقل طور سے آچکے ہیں کہ ان ممالک میں زبانی تبلیغ بھی گو اپنے افادہ سے خالی نہیں۔ لیکن مالی حالات کو سامنے رکھ کر اس قدر مفید نہیں۔ اور نہ ہی ہماری قوم ایسی تبلیغ کو وسیع پیمانہ پر جاری رکھنے کی استطاعت رکھتی ہے۔ کم خرچ بالا نشین اگر کوئی طریق مفید ثابت ہوا ہے تو وہ یہی ہے۔ کہ لائبریریوں میں رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی مفت اشاعت کو بڑھا دیا جاوے۔

اسلامک ریویو اس وقت محاورۂ انگریزی زبان میں۔ یورپ میں "ایک مستقل اور مضبوط طاقت" ثابت ہوا ہے جس قدر بھی اسکی تعداد اشاعت بڑھیگی۔ اُتنے ہی مفید نتائج پیدا ہو نگے۔ اور ایسا ہی دوسرے لٹریچر کا بھی حال ہے +

---

یوں تو ایک مدت سے ان اسلامی فیض پاشیوں کا ذکر ان صفحات میں آتا رہا ہے جن کا موجب اسلامک ریویو اور دیگر لٹریچر ہوتا رہا ہے لیکن گذشتہ ماہ میں تین مقتدر اور سعید نفوس حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں اُن میں سے دو خواتین ہیں۔ جن کے نام نامی مسز میری میتھیو (اسلامی نام حلیمہ)" اور مس جون ڈنسکن" (اسلامی نام فاطمہ) ہیں اور تیسرے بزرگ گلاسکو کے رہنے والے ہیں۔ اُن کا اسم گرامی مسٹر "واکر" ہے +

مس جون ڈنسکن کی فوٹو تو رسالہ ہذا کی موجب زینت ہوئی ہے۔ باقی دو نومسلمین کی فوٹو اشاعت اسلام کی آئندہ اشاعتوں میں شائع ہوتی رہینگی + بہت سے نومسلمین ایسے ہوتے ہیں جو اپنی فوٹو کو شائع کرانے پر راضی نہیں۔ اسکی وجہ بعض خاندانی مصالح ہوتے ہیں +

اِن نومسلمین کے قبول اسلام کا موجب بہت حد تک لٹریچر ہی ہے۔ اور ان میں سے بعض ان علاقوں سے ہیں۔ جہاں ہماری زبانی تبلیغ کی رسائی نہیں ہو سکتی +

---

ان حالات میں ہم مسلم بھائیوں کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں۔ کہ وہ اس موجودہ تہذیب و تمدن سے

فائدہ اٹھائیں۔ آج گھر میں بیٹھ کر انسان۔ کتب و رسائل کے ذریعہ کل متمدن دنیا میں اشاعت اسلام کر سکتا ہے۔ واقعات نے اس معقول نظریہ کو اب حقیقت کر دیا ہے۔ ہم تجربہ و مشاہدہ کے مراحل سے نکل کر واقعات مثبتہ کے میدان میں آ چکے ہیں ہم تو اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ اور بانئے مشن (حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہٖ) نے تو اپنی قیمتی جان تک اس کار خیر کی نذر کر دی ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے بھائیوں کو اس معاونت میں شریک ہونے کے لئے اپیل کریں۔ تو ہم حق بجانب ہیں +

---

گذشتہ بیس سال میں مسلم قوم نے نیک نیتی کے ساتھ قوم کی ڈوبتی کشتی کو بچانے کے لئے مختلف راہ اختیار کئے لیکن مشیت ایزدی نے اُن سب کو بے ثمر ثابت کیا۔ اس مصائب کے زمانہ میں اور مالی و اقتصادی کمیوں کا نتیجہ اگر یہ ہو جاتا۔ کہ ووکنگ مشن بیٹھ جاتا تو کوئی تعجب خیز بات نہ تھی لیکن خدا تعالیٰ نے یہ دن گذار دیئے۔ اور مشن بارونق افزوں ترقی کر رہا ہے +

---

حالات بالا کو سامنے رکھ کر ہم تو اسی نتیجہ پر آئے ہیں۔ کہ **وسعت و طاقت اسلام** کو قائم رکھنے کیلئے اگر کوئی کارگر ذریعہ ثابت ہوا ہے۔ تو اشاعت لٹریچر ہی ہے۔ اسلئے برادران اسلام سے ہماری درخواست ہے۔ کہ یورپ میں تبلیغ اسلام کے دلدادگان۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی یوروپین و امریکن لائبریریوں میں مفت اشاعت کی تعداد کو بڑھانے میں ہماری امداد فرمائیں۔ ہمارے دفتر میں پانصد سے زائد دنیا بھر کی لائبریریوں کے پتے موجود ہیں۔ جن میں انگریزی دان غیر مسلم طبقہ کثرت سے جاتا ہے۔ جو بھائی کسی لائبریری کے نام رسالہ اسلامک ریویو جاری کرانا چاہیں وہ مبلغ پانچ روپے سالانہ فی رسالہ کے حساب سے مینجر اسلامک ریویو۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور کے نام رقم ارسال فرمائیں۔ ان کی طرف سے رسالہ کسی لائبریری کے نام بطور صدقہ جاریہ۔ جاری کر دیا جائیگا۔ اور رسالہ مذکور کی روانگی کے متعلق ڈاکخانہ کی تصدیقی سند Postal certificate of despatch معطی صاحب

کی خدمت میں ان کی تسلی کیلئے بھیج دی جائیگی +

اب ہم ذیل میں نومسلمین کے اعلانات کو ہدیۂ ناظرین کرام کرتے ہیں :-

## جناب مسٹر "واکر" گلاسکو

کا

## اعلان اسلام

"گذشتہ کئی ماہ سے میں ایڈنبرا کی ایک لائبریری میں اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ اسکے مسلسل مطالعہ نے میرے اندر ایک سچے اور حقیقی مذہب کی روح تجسس پیدا کر دی۔ اس ضرورت حقہ کو محسوس کر کے میں نے اسلام قبول کر لیا" +

## جنابہ مس جون فاطمہ ڈ انسکن لندن

کا

## قبول اسلام

"عیسوی معتقدات و توہمات تو مجھے اپیل نہیں کرتے لیکن عقائد اسلام اپنی معقولیت اور قابل عمل ہونے کی وجہ سے میرے دل میں گھر کر گئے" +

# لندن میں حضرت نبی کریم صلعم کا یوم ولادت

برٹش مسلم سوسائٹی نے حسب معمول منڈلی میں امسال بھی ۱۲ ستمبر ۱۹۲۹ء کو بروز پنجشنبہ بمقام اسٹوارٹ۔ ریسٹورانٹ اولڈ بانڈ اسٹریٹ ویسٹ لندن میں بوقت ۸ بجے شب آنحضرت صلعم کی ولادت کی تقریب میں ایک شاندار جلسہ اور ضیافت کا اہتمام کیا۔ اس امر سے قطع نظر کرتے ہوئے۔ کہ آپ کی ولادت کی تقریب سے آپ کی غیرفانی یاد قلوب میں تازہ ہوتی ہے۔ اس جلسہ کے انعقاد کی ضرورت جسقدر آج ہے اس قدر اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ منجملہ ہادیان عالم آپ کے متعلق دنیا کو سب سے زیادہ غلط فہمیاں ہوئی ہیں +

سوسائٹی مذکور ہمیشہ سے اس تقریب کو باعث اجتماع احباب ملت تصور کرتی ہے۔ تاکہ اُن کو باہمدگر تبادلہ خیالات کا موقعہ ملے۔ اور جن اصحاب نے امسال اس تقریب سعید میں حصہ لیا ان کو یقیناً اس امر کا احساس ہؤا ہوگا۔ کہ سوسائٹی کا مقصد مذکور بوجوہ احسن پُورا ہوگیا۔ چُونکہ یہ کوئی مذہبی رسم نہیں ہے۔ اس لئے سوسائٹی عموماً اس کا انعقاد کسی مناسب حال موقعہ پر کرتی ہے +

اس مرتبہ اس تقریب کی خصُوصیت یہ تھی کہ علاوہ لارڈ صاحب کے لیڈی ہیڈلے بالقابہا بھی موجُود تھیں جنھوں نے ازراہ نوازش میزبانی کے فرائض بھی انجام دیئے۔ ہم لیڈی موصُوفہ کی خدمت میں ان کی مہربانیوں کے لئے اقدر اسلامی دنیا کے حق میں تلطف آمیز جذبات کیلئے اور اُن کے فرائض سے ہمدردی کیلئے جو ان کے شوہر پر اس پیرانہ سالی میں عاید ہوئے ہیں ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں۔ پونے آٹھ بجے شب سے احباب کا سلسلۂ آمد شروع ہوگیا تھا۔ اور لارڈ و لیڈی موصُوفہ دونوں نہایت تپاک کے ساتھ ساڑھے آٹھ بجے تک اُن کا استقبال کرتے رہے۔ اور تعداد کے لحاظ سے امسال سب سالوں کی بہ نسبت زیادہ احباب آئے تھے۔ حالانکہ موسم ناقابلِ برداشت طور پر گرم تھا ضیافت گاہ کا بڑا کمرہ کھچا کھچ مہمانوں سے بھر گیا تھا۔ مجبُوراً کئی مہمانوں کو جگہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس جانا پڑا۔ تین سَو سے زائد مہمان پھر بھی موجود تھے۔ اس سالانہ تقریب کی ہر دلعزیزی زیادہ تر لارڈ اور لیڈی ہیڈلے کی محبوب شخصیتوں اور اُن تھک کوششوں کی رہینِ منت ہے۔ جلسہ کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہؤا اور اس حق کو مسٹر عقیلی ایک شامی مسلمان نے انجام دیا۔

اس کے بعد لارڈ ہیڈلے کرسی صدارت پر رونق افروز ہوئے مسٹر خان رُکن ووکنگ مشن نے ایک اُردو نظم سُنائی۔ اس کے بعد خاص تقاریر کا آغاز ہؤا۔ سب سے پہلے سردار اقبال علی شاہ افغان مصنّف اور سیاح نے تقریر کی جسمیں انھوں نے بتایا۔ کہ نبی کریم صلعم صلح اور امن کا پیغام لے کر آئے تھے اور آپؐ کی زندگی کا واحد مقصد دُنیا میں امن قائم کرنا تھا۔ بعدازاں مسٹر آئے یوسف علی صاحب نے اپنی فصیح و بلیغ تقریر میں نبی کریمؐ کے احسان عظیم یعنی قومی و نسلی امتیازات دُور کرنے پر

روشنی ڈالی - اس کے بعد پروفیسر ہارون لیون نے آپ کی حیات مقدسہ کے آخری ایام پر تبصرہ کرتے ہوئے سامعین سے درخواست کی - کہ اس امر کو فراموش نہ کریں - کہ آپ کی ولادت کا دن بھی ویسا ہی تھا - جیسا کہ آپ کی وفات کا دن کیونکہ اس دن آپ خدائے بزرگ و برتر سے ملاقی ہوئے +

خاتمہ پر تمام حاضرین نے لیڈی ہیڈلے کی خدمات مخلصانہ کے اعتراف میں شکریہ کی تجویز پیش کی جسے سب نے بطیب خاطر منظور کیا تب احباب چاء اور فواکہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ان چیزوں سے لذت اندوز ہونے کے بعد یکے بعد دیگرے خوشی کے ساتھ رخصت ہوئے۔ اور یہ خوشگوار تقریب نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچی + لندن کے مسلمانوں کی حیات اجتماعی میں ایسی خوشگوار ساعتیں بہت کم آئی ہونگی +

یہ مضمون ناقص رہیگا - اگر مسٹر لوگرو سکرٹری اور مسٹر ایم یوسری جائنٹ سکرٹری اور مسٹر روشیمہ خزانچی سوسائٹی مذکور کی خدمات کا تشکریہ ادا نہ کیا گیا۔ صاحبان موصوف نے اس تقریب کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن مدد دی - منجملہ حاضرین قابل ذکر احباب کے اسمائے گرامی یہ ہیں -

پرنسیس باولات حسن - مادام لیون - مسز سیلی وائیٹ - سردار اقبال علی شاہ مدیر مملکت عراق - امام مسجد ووکنگ - سر ذوالفقار علی خاں - راجہ نواب علی خاں - ڈاکٹر عبداللہ سہروردی - سیٹھ عارف آف کلکتہ +

خواجہ عبدالغنی

سکرٹری مسلم مشن ووکنگ - عزیز منزل - لاہور ۱/۲۹ ۱۸

# واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا

## ز اتحادِ مگس شہد میشود پیدا
## خدا چہ لذت شیریں در اتحاد نہاد

(قلم خواجہ عبد الغنی صاحب سکرٹری مسلم مشن ووکنگ (انگلستان))

---

چند سال سے یہ عام طور پر سنا اور دیکھا جاتا ہے۔ کہ پیروان اسلام دن بدن غفلت کا شکار ہوتے جاتے ہیں۔ اور استحکام و اشاعت مذہب سے لاپرواہ ہو کر اپنی خداداد طاقتوں کو بھی جواب دے رہے ہیں۔ عام طور پر مسلمان اس مرض میں مبتلا ہیں بعض اوقات ایسے واقعات نظروں سے گزرتے ہیں جنہیں دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کہیں اسلام میں حالت جمود تو نہیں پیدا ہو گئی چنانچہ مجھے بھی چند ایسے ہی واقعات سے دو چار ہونا پڑا میں نے خیال کیا کہ اگر یہ واقعات درست ہیں۔ تو پھر مایوسی کی بجائے ہمیں ایسی کوشش کرنی چاہئے۔ جس سے اسلام کے پیارے [illegible] سے اس جمود و غفلت کا داغ دھو جائے اور دنیا دیکھ لے کہ اسلام اس الزام سے بری ہے اس موقعہ پر مجھے ایک بڑے آدمی کا مقولہ یاد آگیا۔ وہ کہتے ہیں اور بالکل صحیح کہتے ہیں۔

**انسان کا برے سے برا مشیر بیم و خوف نہیں بلکہ اس کا بدترین مشیر اس کی اپنی مایوسی اور ناامیدی ہے +**

میرے نزدیک اسلام کو کسی قسم کا خطرہ نہیں بشرطیکہ ہم [illegible] اور [illegible] تعالیٰ کے بھروسے پر نکل کر میدان عمل میں آجائیں لیکن یہ یاد رہے کہ ہماری موجودہ غفلت شعاری نہیں اس کے بیمار کی ہے

**جس کا نام ہستی نہیں بلکہ سستی ہے ہر معاملہ میں پیش بینی اور دور اندیشی ہی بہترین ہتھیار ہے +**

ان سطور کے ذریعہ میں اپنے مسلم بھائیوں میں [illegible] پیدا کرنا چاہتا ہوں [illegible]

کرتا ہوں ۔ کہ اس وقت ہمیں کوئی ایسا کام کرنا چاہیئے کہ جس سے ہماری سستی دُور ہو جائے ۔ ہم خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں ۔ ہمارے خفتہ قویٰ میں تحریک پیدا ہو جائے ہم میں ذمہ داری کا احساس نمودار ہو جائے ۔ اور ہم اس دین متین کے سچے علمبردار ثابت ہوں ۔ جو بالکل سیدھا اور صاف ۔ ارفع و اعلےٰ مذہب ہے ۔ جس کی تعلیم میں کوئی پیچیدگی نہیں جو مکلمانہ عقاید سے پاک اور حکیمانہ تعلیم کا سرچشمہ ہے ۔ اسلام ہمارے سامنے ایک سیدھا سادہ ضابطۂ زندگی رکھ دیتا ہے ۔ جو انسان کو بلا وسائط غیری خدا سے ملا دیتا ہے اسلام امن کی زندگی سکھلاتا ہے ۔ اور ہمیں تعلیم دیتا ہے ۔ کہ ہم اپنے ہمسائیوں سے خواہ وہ کسی مذہب و ملت کے ہوں محبت آشتی و پیار سے سلوک کریں ۔ ہم اپنے قول و فعل سے کسی کا دل نہ دُکھائیں کسی کے مذہبی احساسات وجذبات کو ٹھیس نہ لگائیں ۔ قرآن کریم بڑے زور سے تعلیم دیتا ہے کہ ہم دوسروں کے بزرگان دین کی عزت کریں ۔ ان کے اماکن مقدسہ مسجدوں و مندروں تک کی عزت و احترام کریں ۔ اور ہر ایک ایسی بات سے الگ رہیں ۔ جس سے ملک میں فساد ہو ۔ ملک کے قوانین کی عزت کریں ۔ اور امن کے قائم کرنے میں کوشاں ہوں ۔ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ ہم اپنی خداداد قوتوں کو اچھے طور پر استعمال کریں جس سے ہر قسم کی تہذیب اور تمدن پیدا ہو ۔ الغرض اسلام سراپا خوبی ہے ۔ اسکی تعریف میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن اس وقت میرا یہ مقصد نہیں کہ اسلام کی تعریف کروں ۔ کیونکہ مجھے کچھ اور کہنا ہے +

خلاصۂ اسلام یہ ہے کہ ہم احکام اللہ کی عزت کریں ۔ اور خلق اللہ سے شفقت کے ساتھ پیش آئیں ہم میں علمی اور عملی ترقی نمودار ہو ۔ اور اپنے اندر صفت الٰہیہ پیدا کریں جب خدا تعالےٰ نے ہمیں ایسا مذہب دیا ہے تو پھر کیوں ہم غفلت کا شکار ہو جائیں ۔ اور ہم میں کیوں حالت جمود پیدا ہو + خلاصۂ اسلام

اسلام شرک و بدعت مٹانے آیا ۔ اسلام نے توحید کو اصلی رنگ میں پیش کیا ۔ لیکن پھر بھی شرک کسی نہ کسی رنگ میں دُنیا سے نہیں مٹا ۔ بدقسمتی سے خود مسلمانوں میں شرک نے ایک ایک رنگ میں تسلط کر لیا ۔ طرح طرح کے اصنام پرستان دُنیا میں موجود ہیں ۔ اس کے علاوہ جو بات اہل مغرب اور اُن کی اتباع میں تعلیم یافتہ جماعت کو تباہ کر رہی ہے ۔ وہ دہریت اور مادہ پرستی ہے ۔ اگر ہم متفقہ کوشش کے ساتھ دُنیا سے اور خصوصاً مغرب سے ایک طرف شرک اور انسان پرستی

اور دوسری طرف مادیت اور دہریت کو اڑا دیں۔ تو ہم وہ کام کرینگے جو حقیقی اسلام کے شایان شان ہے

لیکن جو بات ہمیں کمزور کر رہی ہے وہ کوئی بیرونی خطرہ نہیں میرے علم و یقین میں اسلام کی سچی تعلیم ایسی مستحکم ہے کہ اس پر کسی بیرونی حملہ کا اثر ہو نہیں سکتا ہم پر جو مصیبت پڑی ہے وہ در اصل گھر کی اور اندرونی مصیبت ہے

اسلام کے اصول اور اسکے عقاید کچھ اس قسم کے واقع ہوئے ہیں۔ کہ انکے ہوتے ہوئے اسلام میں کسی قسم کے افتراق و تشتت کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ اسلام میں تو کسی فرقہ کے پیدا ہونے کا امکان نہیں سکتا

لیکن افسوس کے ساتھ دیکھنا پڑتا ہے۔ کہ اسلام میں فرقہ بندی کا سیلاب مصروف تباہ کاری ہے +

ہم اشاعت اسلام کے لئے لاکھ کوشش کریں۔ لیکن فرقہ بندی ہماری سب کوششوں کو خاک میں ملا دے گی۔ یورپ اگر آج عیسائی مذہب سے بیزار ہے۔ تو اس کی بھاری وجہ عیسائیت کی فرقہ بندی ہے۔ اب اگر ہم بھی فرقہ بندی کے مرض میں گرفتار ہو جائیں حالانکہ تعلیم اسلام میں اسکا امکان نہیں تو ہم اہل مغرب کی نگاہ میں اسلام کو قابل مضحکہ ٹھیرائینگے۔ انگلستان کے ایک مشہور شاعر کیٹ نے کیا لطیف بات کہی ہے کہ مذہبی مجنون اپنے خواب و خیال میں ایک بہشت بنا لیتے ہیں۔ جس میں ان کے فرقہ کے سوا کوئی اور نہیں جا سکتا +

برادران اسلام یاد رکھیں! کہ فرقی تنازعات و مناقشات ہمارے سب سے بڑے اور خونخوار دشمن ہیں جو بیرونی دشمن سے کہیں زیادہ خطرناک ہے +

اشاعت اسلام میں فرقہ بندی کی رکاوٹ

شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) میں بارہا ہمارے مبلغین نے مغربی معقول پسند صاحب کے سامنے اپنے پیارے مذہب کی خوبیوں و محاسن کو پیش کیا۔ اور انھوں نے ان خوبیوں کو تسلیم بھی کیا۔ لیکن بعض وقت ہمارے مبلغین کو ایسے فقرے سننے پڑے۔ کہ اتحاد و اتفاق کے معاملہ میں

تم عیسائیوں سے بہتر نہیں ہو۔ **تم میں بھی تو بیسیوں فرقے موجود ہیں۔ جن میں ہر ایک یہی خیال کرتا ہے۔ کہ آسمان تقدس کے وہی چمکنے والے ستارے ہیں۔**

اب یورپ میں ان باتوں کا کیا جواب دیا جاوے۔ حالانکہ اسلام کی حقیقی تعلیم میں ان فرقی اختلافات کا نام تک نہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ ہمیں فرقہ بندی کے ہر قسم کے خیالات سے الگ رہنا چاہئے۔ ہر قسم کی تنگدلی کو دور کرنا چاہئے۔ ہمیں اہل مغرب کو یہ کہنے کا موقعہ نہ دینا چاہئے۔ کہ آخر کار اسلام بھی عیسائیت کی طرح مجموعہ اختلافات ہے۔ حالانکہ اسلام اپنی اصلی شکل میں ان باتوں سے ارفع ہے۔ نہ اسمیں تنگدلی کا نام ہے۔ اور نہ اس کی تعلیم میں کوئی اختلاف یا تفاوت پیدا ہو سکتا ہے۔ اور نہ در اصل ہے۔ اور نہ ان فرقی اختلافات کا اس کے اصول مذہب سے تعلق نہیں۔

## تنظیم عمل

تنظیم عمل الغرض برادران اسلام! اس بات کی ہمیں اس وقت اشد ضرورت ہے کہ ہمیں واقعات موجودہ و حالات حاضرہ پر آنکھیں بند نہ کرلی چاہئیں۔ ہمارے **مذہب میں لاکھ اتحاد و اتفاق کی تعلیم ہو۔ لیکن عملاً ہم میں اتحاد و اتفاق مفقود ہے۔** اور اس امر میں عملاً کچھ نہیں رہا۔ اس کے بالمقابل عیسائیوں میں ایک رومن کیتھولک فرقہ ہے۔ ان میں **تنظیم عمل** اعلیٰ درجہ پر پہنچی ہوئی ہے۔ اگر کسی قومی ضرورت کے لئے ان میں کسی بھاری سرمایہ کی ضرورت ہو یا کسی امر میں یک جہتی کی ضرورت ہو تو وہ پوپ کے انگلی اٹھاتے ہی فوراً جمع ہو جاتے ہیں۔ ان میں اختلافات و تشتت کا نام نہیں **کیا اسلام جیسے متحد اور متفق عقاید والے مذہب کے متعلق آج ہم یہ کہہ سکتے ہیں؟** ہرگز نہیں۔ جب تک ہم ایک نہ ہو جائیں۔ جب تک ہم میں سے فرقی تنازعات نہ مٹ جائیں۔ جب تک ہم میں **اتحاد عمل** پیدا نہ ہو۔ جب تک ہم اسلام

اشاعت اسلام اور دیگر اسلامی تحریکات کے کاموں میں بلا لحاظ فرقہ عملاً متحد نہ ہو جائیں گے
تب تک ہم دنیا کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے کہ جس کی تعلیم میں اختلاف و
افتراق کی جگہ نہیں - حالانکہ یہ امر بالکل صحیح ہے +

برادران اسلام! آپ صرف ان امور پر غور کریں - جن کا ماننا ایک مسلم کی نجات کے
لئے ضروری ہے آپ ان باتوں پر غور کریں - جن کے ماننے سے تکمیل
ایمان ہوتی ہے - آپ ان باتوں کو سوچیں کہ جن کے تسلیم کرنے پر ایک غیر مسلم مسلمان
ہو جاتا ہے - اور پھر یہ بھی سوچیں کہ آپ میں کونسی جماعت کونسا
گروہ اور کونسا فرقہ ہے - جو ان امور کو نہیں مانتا - تو پھر ہمیں تسلیم کرنا پڑیگا
کہ اسلام میں کوئی تشتت و افتراق نہیں - اور کوئی
فرقہ نہیں - اور ہم سب مسلمان بھائی ایک ہیں +

خواجہ عبدالغنی
عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور

# ضروری عرضداشت

ہم اپنے قارئین کرام سے متوقع ہیں - کہ وہ اس رسالہ کے نشر و اشاعت کیلئے
پوری کوشش فرمائیں گے - تمام اردو رسالوں میں یہی رسالہ ہے - جس کا
مقصد وحید خدمتِ اسلام ہے - اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی
عزت کو مادہ پرست دلوں میں پیدا کرتا ہے - اگر ہر مہینہ میں اپنے احباب میں سے
کم از کم ایک خریدار دیدیں - تو اس رسالہ کے ذریعہ اسلام کا بول بالا ہوگا
اور وہ عنداللہ ماجور ہونگے +

مینجر رسالہ اشاعت اسلام
عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور

# اسلام کے بعض عناد آگین معترضین

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

ایک پادری مسمی مسٹر کیش نے اپنی تصنیف "اسلامی دنیا بحالتِ انقلاب" میں ہمارے ووکنگ مشن کا ذکر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل خیال جو سراسر مہمل اور لغو ہے ظاہر کیا تھا +

محمدؐ کو دنیا کے سامنے بطور اسوۂ اخلاقی پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اس بات کی خاطر کارکنانِ ووکنگ مشن کو ضرورت ہوئی۔ کہ ایک بالکل نئے محمدؐ کی تصویر مسیحی خیالات کی رنگ آمیزی سے تیار کی جائے" +

ان الفاظ نے میرے قلم کو جنبش دی۔ اور میں نے اپنی تصنیف النبی الکامل میں مندرجہ ذیل الفاظ سپردِ قلم کئے تھے "آئندہ صفحات میں نبی کریم صلعم کی مقدس سیرت اور عادات کا اجمالی خاکہ پیش ناظرین کرنے کا ارادہ ہے۔ اور اپنے دعاوی کی تائید میں آپ کے ان افعال کا تذکرہ کرونگا جو احادیث کی صحیح کتابوں میں مرقوم ہیں۔ بالمقابل اگرچہ بائیبل کی صحت یقینی طور پر مشتبہ ہے لیکن میں سردست ان تمام باتوں کو یسوع صاحب کے متعلق بیان کی گئی ہیں صحیح تسلیم کئے لیتا ہوں۔ لہٰذا منصف مزاج لوگوں کو اب اس امر کے تصفیہ میں آسانی ہو جائیگی کہ جو تصویر نبی کریمؐ کی میں نے پیش کی ہے۔ اسمیں بائیبل کے پیش کردہ یسوع کی خفیف سے خفیف جھلک بھی پائی جاتی ہے یا نہیں۔ میں انھیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ جو کچھ میں نے آنحضرت صلعم کے متعلق لکھا ہے۔ اس کا دسواں حصہ بھی انھیں بصد تلاش بائیبل میں نہیں مل سکتا" +

یہ الفاظ لکھے ہوئے چار سال گزر گئے۔ لیکن کسی شخص کو تا ایندم میرے الفاظ کی تردید کی جرأت نہ ہوسکی۔ یہ باور کرنے کے لئے میرے پاس کافی وجوہ ہیں کہ مسٹر کیش

نے بھی ان الفاظ کو پڑھا ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے میری کتاب مذکورہ پر ریویو بھی کیا ہے لیکن میرے دعاوی کی تردید میں ایک لفظ بھی نہ لکھ سکے۔ بلکہ جیسا کہ مجھے بتایا گیا۔ کیونکہ جب ان کا ریویو شائع ہوا۔ تو میں خطرناک علالت میں مبتلا تھا۔ اور ان کی تحریر خود نہ پڑھ سکا۔ انھیں مجبوراً اس امر کا اعتراف کرنا پڑا۔ کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ درست ہے۔ لیکن مسٹر کیش پھر پادری ہیں۔ اور وہ اپنے عہدہ مذہبی سے بیوفائی نہیں کر سکتے۔ علاوہ بریں ایک فانیہ عورت سے پیدا شدہ انسان کو خدا بنانے کی غرض سے دوسروں کے کیریکٹر میں عیب نکالنا اُن کے لئے لابد ہے۔ اسلئے انھوں نے یہ ضرور لکھا کہ "میرے سحر آفرین قلم" نے آنحضرت کی زندگی کے صرف روشن پہلو ہی کو نمایاں کیا۔ تاریک پہلو کو عمداً نظر انداز کر دیا +

وجوہات مندرجہ بالا کی بناء پر میں پادری مذکور کو ترکی بہ ترکی جواب نہ دے سکا لیکن سابات کا آرزومند ضرور رہا کہ وہ اپنے دعاوی کو دلائل سے مؤید کریں۔ انھوں نے ایک عرصہ تک خاموشی اختیار کی۔ اب حال میں پھر دوبارہ وہ اس طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اپنی جدید تصنیف یعنی "توسیع اسلام" میں انھوں نے آنحضرت صلعم پر چند جھوٹے الزامات لگانے کی کوشش کی ہے۔ اور ان کو غیر معتبر روایات پر مبنی کیا ہے۔ میں نے اپنی کتاب کے پہلے ہی اڈیشن میں دفع دخل مقدر یہ الفاظ لکھے تھے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کی ذہنیت ایسی ہی ہے اور ان سے ایسی باتوں کی توقع بھی رکھتے ہیں۔ پس میں نے ان لوگوں کو راہ ہدایت دکھانے کی خاطر جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنے کا طریقہ ان الفاظ میں بتایا تھا:۔

برعکس اس کے کتب مغازی کو اسلامی علماء اور محدثین کی نظروں میں کبھی وقعت یا اعتبار حاصل نہیں ہوا۔ اور نہ اُن کے مصنفین کو مستند گردانا گیا۔ منجملہ ایشاں واقدی اور اس کا کاتب یہ دونوں تو سب سے کم مستند اور سب سے زیادہ لاپرواہ تذکرہ نویس مانے جاتے ہیں۔ واقدی کے متعلق علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں۔ جو روایات واقدی سے پہنچی ہیں۔ وہ ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں اور اس کے صادق ہونے پر بھی لوگوں کو شک ہے (جلد سوم صفحہ ۶۲) اور حضرت امام شافعی جو ائمہ اربعہ میں سے ہیں لکھتے ہیں:۔

واقدی کی تصانیف سراپا لغویت اور دروغ کا انبار ہیں ۔ اور دوسرے محدثین کی رائے بھی یہی ہے واضح ہو کہ واقدی اور اس کے بھائی بندوں کی راستبازی پر اوائل اسلام ہی میں شک وشبہ کیا گیا ہے اور بدقسمتی سے یوروپین مصنفین کی نظروں میں صرف یہی لوگ مستند ہیں ۔ علماء اسلام نے اگر اس پر شک کیا ۔ تو صرف اصول صداقت کی خاطر نہ کہ معترضین آنحضرت صلعم کا منہ بند کرنے کیلئے ۔ اور کئی سو سال تک اسبات کی کوئی ضرورت بھی لاحق نہ ہوئی ۔ اوائل سیرت نگار جب آنحضرت صلعم کے متعلق کچھ لکھتے تھے تو پہلے کافی چھان بین کر لیتے تھے ۔ اور ہمیشہ واقدی اور اس کے ہم خیالوں کی روایات وتحریرات کو پس پشت ڈال دیتے تھے ۔ اگر وہ لوگ یہ حرکت محض آنحضرت صلعم پر سے بعض الزامات اٹھانے کی خاطر کرتے تو کوئی شخص بلا تحقیق ذاتی ان کے فیصلہ کو قبول نہیں کرسکتا تھا +

بدقسمتی سے آنحضرت صلعم کے اوائل یوروپین سیرت نگاروں کا مدعا اور انکی نیت شروع ہی سے خراب تھی ۔ وہ لوگ یا تو طبقہ مدبرین سے تھے یا متعصب علمائے کلیسائے روم سے ۔ جنوبی یورپ میں اسلام کے ہمہ گیر سیلاب کو روکنے کیلئے ان کی سمجھ میں بس یہی آیا ۔ کہ اسلام کی پاکیزہ صورت کو مسخ کرکے پیش کیا جائے ۔ تاکہ عوام الناس کو اسلام اور بانی اسلام سے کسی قسم کی ہمدردی پیدا ہی نہ ہوسکے لیکن اسلام کا قدیم لٹریچر ان کے مفید مطلب نہ تھا ۔ بہرحال ابن اسحاق ابن حنبل امام شافعی وغیرہم کی تصانیف میں انھوں نے بعض ایسے اشارات پائے جو واقدی اور اس کے ہمخیالوں کے مرتبہ ودیانت کی نفی کرتے تھے ۔ ان اشارات سے ان کو اسبات کا جس کی تلاش میں وہ لوگ برسوں سے سرگرداں تھے پس انھوں نے ان غیر معتبر مصنفین کی تحریرات سے بیساختہ حوالجات دینے شروع کردے ۔ تاکہ اس دروغ بے فروغ کی تائید ہوسکے ۔ جو ان کی کتابوں میں انبار در انبار موجود تھے ۔

ان کے بعد ایسے یوروپین مصنفین کی جماعت پیدا ہوئی جن کا مقصد احقاق حق تھا ۔ نہ کہ عیب جوئی ۔ پس انھوں نے واقدی وغیرہ کی تصانیف کو لائق اعتنا نہ سمجھا ۔ لیکن جلد ہی واقعات نے پھر پلٹا کھایا ۔ اور دول مغربی مسیحی پادریوں کی سرگرمیوں سے اظہار دلچسپی کرنے لگے ۔ کیونکہ ان پادریوں کی مذہبی جدوجہد میں انکو اپنی سیاسی چالیں کامیاب

ہوتی نظر آنے لگیں۔ چنانچہ میور، الفنسٹن اور سیل وغیرہم نے محض ان جماعتوں کو تقویت پہنچانے کی خاطر جیسا کہ خود سیل کو اس امر کا اعتراف ہے۔ اوائل متعصب یورپین مصنفین کے نقوش قدم پر چلنا شروع کر دیا۔ لیکن اب وہ زمانہ نہ تھا کہ کوئی شخص دنیا کے ایک کونے میں بیٹھ کر کچھ لکھتا اور اس کے خلاف دوسرے کونے سے صدائے احتجاج بلند نہ ہوتی۔ ڈاکٹر سید احمد علیہ الرحمۃ نے فوراً ولیم میور کی تصانیف کا رد شائع کیا اور واقدی پر اعتبار کرنے کی حماقت دنیا پر روشن کر دی۔ اس مناسب چال دفعیہ نے خاطر خواہ کامیابی حاصل کی اور بعض جماعتوں کے خیالات میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ لیکن دوسرے ممالک میں کام کرنے والی مسیحی جماعتیں بدستور اُسی غلطی پر مُصر چلی آتی ہیں +

اس سلسلہ میں ایک بات اور بھی گوش گذار کرنی چاہتا ہوں۔ ایک ہزار سال سے زیادہ گزرے جب علمائے اسلام نے واقدی اور اس کے ہمخیالوں کو آنحضرت صلعم کا ناقابل اعتبار سوانح نگار ثابت کر دیا تھا۔ لہذا ایمانداری اور شرافت کا تقاضا یہ ہونا چاہیے تھا۔ کہ دو باتوں میں سے ایک کرتے یا تو ان کی تحریرات کو اپنا ماخذ نہ بناتے یا جو الزامات ان پر لگائے گئے ہیں۔ انکی تردید کر کے انھیں مستند ثابت کرتے۔ پس جو حقائق میں نے واقدی کے متعلق بیان کئے تھے۔ مسٹر کیش کا فرض تھا کہ انھیں پہلے پہل باطل کرتے تب انھیں آزادی تھی۔ کہ وہ اپنے خیالات کو اس کی تحریر سے مؤید کرتے +

لیکن میں سمجھتا ہوں۔ کہ مسٹر کیش سے اس امر کا مطالبہ کرنا ہی بے سود ہے۔ مجھے ان کی لیاقت کا حال معلوم ہو چکا ہے۔ اس مطالبہ کو تو وہ شخص پورا کر سکتا ہے۔ جو محقق ہو۔ یہ بات انھیں نصیب ہو اور یہ تو ناممکن ہے۔ کہ مصر میں چند سال قیام کر کے وہ عربی زبان کے ماہر ہو گئے ہوں۔ سرسری نگاہ ڈالنے والا شاید ان کی کتاب کو پسند کر لے لیکن سمجھدار آدمی جانتا ہے۔ کہ معمولی لیاقت کا آدمی بھی ایسی کتاب لکھ سکتا ہے۔ خواہ وہ عربی زبان سے قطعاً ناواقف ہو۔ انکی کتاب کسی تحقیق کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ محض دوسروں کی تصانیف سے خوشہ چینی کی گئی ہے سر ولیم میور کو سارا مواد اوائل یورپین مصنفین سے ملا۔ اور مارگولیتھ، زویمر، سیل اور کیش وغیرہم نے انکی تصانیف کو پیش نظر رکھا دیگر ہیچ۔ ہاں اس معاملہ میں پروفیسر مارگولیتھ کی خاموشی ضرور معنی خیز ہے موصوف نے بھی آنحضرت صلعم پر الزامات عائد کرنے میں واقدی ہی کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ اور میں نے انکو بھی اس فاش غلطی سے آگاہ کر دیا تھا۔

اور جب اُنھیں یہ بتایا گیا کہ واقدی جس پر وہ اعتبار کرتے ہیں۔ علما نے اسلام کی نگاہ میں اوّل درجہ کا جھوٹا ہے۔ تو وہ بہت حیران ہوئے بلکہ ششدر رہ گئے۔ اب ان کا فرض تھا یا تو واقدی کی حمایت کرتے یا اپنی غلطی کی اصلاح۔ موصوف ماشاء اللہ آکسفورڈ جیسی مشہور یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر ہیں۔ اس لئے وہ اس کام کو بآسانی انجام دے سکتے تھے۔ لیکن ہنوز خاموش ہیں۔ شاید ان کیلئے یہی راہ محفوظ بھی ہے لیکن انھوں نے واقدی سے بڑھ کر ظلم کیا۔ انھوں نے مصنف مذکور کے الفاظ کو غلط پیرایہ میں استعمال کیا۔ تاکہ آنحضرت صلعم کے خلاف الزامات کو سنگین قرار دے سکیں۔ جب انھیں اس بات کی اطلاع دی گئی۔ تو اُنھوں نے ایک عذر لنگ پیش کر دیا۔ وہ یہ کہ میں نے اپنی عبارات کا ماخذ ایک جرمن ترجمہ کو بنایا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ جب ایک شخص عربی پڑھ سکتا ہے۔ تو وہ تراجم کا محتاج کس لئے ہو گیا؟ بہر کیف اگر انھیں اپنی شہرت کو برقرار رکھنا تھا۔ تو اپنی غلطی کا اعتراف ضروری تھا +

میں تسلیم کرتا ہوں کہ واقدی ایک مسلمان مصنف ہے۔ کوئی غیر نہیں لیکن آنحضرت صلعم ہی کوئی ایسے انوکھے شخص نہیں جن کو انہی کی امت کے افراد نے تکلیف پہنچائی ہو۔ تاریخ نے اس سبق کو بار بار دہرایا ہے۔ ہر ملت کے رہنماؤں کا یہی حشر ہوا ہے۔ کہ ان کے قدر دانوں نے جوش عقیدت میں آکر ایسی باتیں اُن سے منسوب کر دیں جن سے اُن کی شہرت کو بہت نقصان پہنچا ہے وہ باتیں یا تو انہی کے دماغوں کی اختراعات تھیں یا اصلیت کچھ تھی اور بنا دیا کچھ اور۔ جو باتیں انھوں نے اپنی تصانیف میں درج کیں وہ ایسی تھیں جو انھیں اچھی معلوم ہوئیں یا اُن کے مذاق کے موافق تھیں لیکن ایسے مصنفین حقائق نگار نہیں کہلاتے۔ وہ اپنے پیشواؤں کی تصویر وہ نہیں دکھاتے تھے جیسی کہ در حقیقت وہ تھی۔ بلکہ وہ جیسی وہ چاہتے تھے۔ کہ ہو۔ اب یہ خواہش یا انکی خود ساختہ تصویر اصلی نہیں کہلا سکتی بلکہ ان کی اپنی ایجاد جس کی بناء یا تو اُن کے خیالات پر تھی یا رائے عامہ پر یا حال و حالات وقتی پر اور یہ سب باتیں کسی کے چال چلن کا آئینہ نہیں ہوتیں۔ مثال کے طور پر ہندوستان کے ایک بڑے پیغمبر حضرت کرشن کو لیجیے۔ جب ہم ان کی کتاب بھاگوت گیتا کے بعض مقامات پڑھتے ہیں۔ تو ہمیں انکی نبوت کا یقین ہو جاتا ہے۔ انھوں نے اپنی ساری زندگی بدی کے دُور کرنے میں صرف کر دی لیکن جب ہم اپنی کرشن کا حال پرانوں میں پڑھتے ہیں۔ تو انکی ساری خوبیاں یکلخت کافور ہو جاتی ہیں

غور کیجئے خدا کا فرستادہ اور قوانین اخلاق سے اس قدر لاپرواہ جیسا کہ پرانوں میں بیان کیا گیا ہے مثلاً وہ غیر کی بیوی پر عاشق ہوتے ہیں۔ وہ اپنی آسمانی قوتوں کو اس عورت کے بہرہ اندوز ہونے اور اس کے خاوند کو بیوقوف بنانے میں صرف کرتے ہیں۔ لیکن یہ سب دروغ بافی اور ایک بڑے نبی کی سراسر توہین ہے حالانکہ اس توہین کے بانی وہی لوگ ہیں جو کرشن کو بحیثیت خدا کے پوجتے ہیں۔ ان کتابوں سے صرف زمانہ تصنیف کی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے۔ اس زمانہ میں ہندوستان کا اخلاقی مطلع غبار آلود ہو رہا تھا۔ مختصر یہ کہ بدی کو نیکی سمجھ لیا گیا تھا۔ وہ ناپاک گناہ جو قرآن کی رو سے قتل سے صرف دوسرے نمبر پر ہے یعنی زنا عموماً مذہبی مراسم کا جزو قرار دیا گیا تھا۔ پس کوئی وجہ تعجب کی نہیں۔ اگر اس زمانہ کے لوگوں نے اپنی سیہ کاری کے جواز میں کرشن سے ایسے امور منسوب کر دیئے ہوں۔ کرشن کے علاوہ انبیاء یہود کے ساتھ بھی یہی ظلم روا رکھا گیا۔ جو افعال بائبل میں لوط، داؤد اور نوح علیہم السلام سے منسوب کیے گئے ہیں۔ غالباً معمولی چال چلن کا آدمی بھی ان کا مرتکب نہ ہو گا۔

قرآن نے فی الحقیقت بنی نوع آدم پر بڑا احسان کیا جو ان انبیاء کی راستبازی کو از سر نو قائم کر دیا۔ اور جتا دیا کہ یہ لوگ ان افعال سے سراپا مبرا تھے۔ کس قدر خوشی کا مقام ہے۔ کہ مغربی تحقیقات نے بھی اب بائبل کو محض اساطیر الاولین قرار دیا ہے۔ لیکن یاروں نے تو خدا کو بھی نہیں چھوڑا اگرچہ وہ تمام انسانوں کا معبود رہا ہے۔ اور جو کچھ عمدہ اور اعلےٰ صفات ذہن میں آ سکتی ہیں۔ وہ سب اس سے منسوب کی جاتی ہیں۔ لیکن جب کبھی لوگوں نے خدا کا تصور انسانی تخیل کے ماتحت کیا ہے۔ تو اس کی صفات بہترین نہیں ثابت ہوئیں بلکہ بسا اوقات قابل اعتراض صفات اس سے منسوب کر دی گئیں۔ چنانچہ توریت میں جو نقشہ یہودا (خدائے یہود) کا بیان کیا گیا ہے۔ وہ دراصل یہودیوں کی کینہ توز طبائع کا آئینہ ہے اور قدیم رومیوں یونانیوں اور ہندیوں کی عیاشی کے جذبات مختلف دیوتاؤں کے سوانح حیات میں رونما ہو جاتے ہیں۔ پس کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر واقدی اور اس کے ہمخیالوں نے آنحضرت صلعم سے وہ باتیں منسوب کر دیں جو ان کی جنگجو طبائع کو خوش آیند تھیں۔ لیکن یہ لوگ اپنی قیاس آرائیوں کو کسی صحیح حدیث سے مؤید نہ کر سکے۔ اسلام سے پہلے جملہ مذاہب کی مذہبی کتابیں محرف ہو چکی ہیں۔ اور اگر اسلام میں کسی قسم کی خرابی واقع ہو جاتی تو جائے تعجب نہ تھی۔ لیکن خوش قسمتی سے اسلام میں ایسے طالبان حق پیدا ہو گئے جنہوں نے بطور حفظ ماتقدم آیندہ خرابیوں کا سدباب کر دیا۔ قرآن مجید نے دوسری مذہبی کتب

میں تحریف کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ تمہاری کتب میں تحریف نہ ہو۔ اس لیے وہ فوراً چوکنے ہوگئے۔ اور جب انھوں نے غیر عرب افراد کو جوق جوق داخل اسلام ہوتے دیکھا تو وہ پیش بندی کیلئے تیار ہو گئے۔ نتیجہ پہلی صدی کے آخر میں رونما ہوا اور انھیں یہ خیال پیدا ہوا مبادا کہیں بات قرآن [illegible] رونما ہو جائے۔ پس انھوں نے اسلام کی حفاظت شروع کر دی۔ انھوں نے تحریف کے راستے معلوم کئے اور ان کی ناکہ بندی کر دی۔ بطور ایجاز میں ان دو باتوں کا ذکر کروں گا جو ان کی نظر میں اسلام کی پاکیزگی کو زائل کرنے والی تھیں۔ پہلے تو زبان کا مسئلہ تھا۔ کیونکہ زبان ہی ذریعۂ اظہار خیالات ہے۔ دوسرے احادیث نبوی تھیں۔ زبان کی خاصیت انقلاب نے دنیا کے نوشتوں کی صحت کو بہت کچھ نقصان پہنچایا ہے۔ الفاظ رات دن آہستہ آہستہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ باعتبار صورت بھی اور باعتبار معنی بھی اور اس طرح ان کے اصلی معانی مفقود ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات پرانے الفاظ کو نئے معانی پہنائے جاتے ہیں۔ اور الفاظ کی اس تعمیم اور تخصیص کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ ممکن ہے کہ ہمارے پاس کوئی قدیم نوشتہ محفوظ ہو۔ اور اسی زبان میں ہو۔ جس میں وہ پہلے پہل لکھا گیا تھا لیکن کوئی شخص ان معانی پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ جو من بعد الفاظ کتاب سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ ہنود کا دعویٰ ہے کہ وید منتر اسی قدیم زبان میں ان کے پاس محفوظ ہیں جس میں وہ رشیوں پر الہام کئے گئے تھے لیکن آج ویدوں کے جس قدر تراجم مروج ہیں سب ایک دوسرے سے بعد المشرقین رکھتے ہیں۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ویدک لغت کے معانی میں بڑی تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ اگرچہ اس لحاظ سے عربی زبان نہایت ہی خوش قسمت واقع ہوئی ہے۔ لیکن پھر بھی قرآن اور [illegible] نے اس سیلاب کے آنے سے پہلے بند باندھنے شروع کر دیئے۔ یعنی انھوں نے عربی لغت تیار کیں اور سچ تو یہ ہے کہ عربی لغت کی تدوین کا باعث یہی امر ہوا۔ منجملہ دیگر لغات مرتب کرنے والوں کے ایک نہایت قابل زبان دان نے جو اپنے زمانہ کا بہترین فاضل تھا۔ اور جس کا نام جوہری تھا۔ ایک مبسوط لغت مرتب کی جس کا نام صحاحِ جوہری ہے۔ ان تمام لوگوں نے تدوین لغات میں ایک اصول مدنظر رکھا۔ وہ یہ کہ الفاظ کے وہی معانی بیان کئے جائیں۔ جو قدیم زمانہ کے شعرا اور مصنفین نے قرار دیئے تھے۔ اور ان شعرا کے انتخاب میں ان لوگوں نے انہی شعرا کو لیا جو یا تو نبی کریم صلعم سے پہلے گزرے یا آپ کے زمانہ میں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن اور حدیث کے الفاظ کے معانی آج بھی وہی ہیں جو

ہیں۔ جو نبی کریم صلعم کے زمانہ میں متداول تھے۔ یہ شان امتیازی وہ ہے جس کا نظیر تاریخ مذاہب مختلفہ میں مل نہیں سکتا +

جمع حدیث کے معاملہ میں محدثین ان لوگوں سے کم محتاط نہ تھے۔ انھوں نے احادیث کی صحت معلوم کرنے کیلئے ایک فن ایجاد کیا۔ جسے اسماء الرجال کہتے ہیں۔ اولاً یہ لوگ کسی ایسی حدیث کو شاذ و نادر ہی قبول کرتے تھے۔ جس کا راوی ایک ہی ہو۔ ثانیاً کسی ایسے شخص کی روایت قبول نہ کی جاتی۔ جس کے متعلق یہ علم ہوتا کہ اس نے کسی موقعہ پر جھوٹ بولا تھا۔ ثالثاً ایسا شخص بھی پایہ اعتبار سے ساقط کر دیا جاتا تھا۔ جو کسی معاملہ میں قرآنی تعلیمات سے منحرف ہو۔ ہر صحت حدیث کی خاطر یہ لوگ سینکڑوں میلوں کے سفر اختیار کرتے تھے۔ اور اس مقصد اسمٰی کی تحصیل میں ان لوگوں نے جس قدر مشکلات کا سامنا کیا۔ ان کو بیان کرنے کیلئے ایک دفتر درکار ہے۔ میں اس جگہ صرف ایک دو کتابوں اور ان کے مرتب کرنیوالوں کی جانفشانی کا ذکر کروں گا۔ تاکہ ناظرین کو میرے اقوال کی سچائی کا یقین ہو جائے۔

امام مالک اول المحدثین ۹۳ھ میں بمقام مدینہ پیدا ہوئے۔ ابتدا سے عمر ہی سے انکو جمع حدیث کا شوق تھا۔ اس غرض سے انھوں نے نوسو اساتذوں کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ تب انھوں نے ایک ہزار احادیث کا مجموعہ تیار کیا۔ جسے ان کی تمام عمر کی کمائی کہنا چاہئے۔ انھوں نے اس کتاب کی صحت پر ستر اساتذہ سے توثیق حاصل کی۔ اور اس کا نام موطا رکھا۔ دوسری صدی ہجری کے آخر میں محمد ابن اسمٰعیل بمقام بخارا پیدا ہوئے۔ سولہ سال تک یہ علم حدیث میں مشغول رہے۔ بعد ازاں انھوں نے چھ لاکھ احادیث جمع کیں لیکن ان میں سے صرف چار ہزار کو منتخب کیا۔ ان کی صحیح بخاری اپنی صحت میں نمایاں درجہ رکھتی ہے۔ تیسری صدی کے اوائل میں ایک اور محدث پیدا ہوئے جن کا نام مسلم تھا۔ انھوں نے بھی ایک مجموعہ مرتب کیا جسمیں ایک لاکھ احادیث سے صرف بارہ ہزار منتخب کر کے درج کیں۔ ان کے علاوہ چار اور ہیں اور بھی ہیں۔ جن کی ترتیب میں محدثین نے ایسی ہی محنت شاقہ برداشت کی۔ معاملات سے قطع نظر کر کے ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہیں۔ یہ کتب مستند ہیں۔ اور ان میں ستر ہزار ایک سی احادیث پائی جاتی ہیں۔ اور ہر حدیث کے ساتھ راویوں کا سلسلہ دیا گیا ہے۔ یا کوئی شریف اور

اور سمجھدار آدمی ایسی صحیح کتب کے ہوتے ہوئے واقدی جیسے دروغگو کی طرف التفات کرسکتا ہے؟ اگر علماء واقدی ابن ہشام طبری ابن سعد حلبی وغیرہم کو مستند نہیں سمجھتے تو اسکی وجہ محض یہ ہے کہ ان لوگوں کے بیانات کی تصدیق صحیح احادیث سے نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ لوگ تو احادیث کی تردید کرتے ہیں۔ صحاح ستہ میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ملتی جو واقدی کے بیانات کی تائید کرسکے۔ ان لوگوں نے رطب و یابس دونوں کو اپنی تصنیفات میں جگہ دی اور وہ زبان زد خلائق ہوگئی۔ ان لوگوں کی تصانیف صحیح تنقید پر پوری نہیں اُتریں حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں "واضح ہو کہ واقدی وغیرہ کی تصانیف میں جھوٹ اور سچ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ امام احمد بن حنبل ان کتابوں کے متعلق لکھتے ہیں "یہ کتب کسی اصول کی بناء پر نہیں لکھی گئیں" ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ جو واقدی اپنے کذب کی وجہ سے اس قدر بدنام ہے وہ یورپین مصنفین کے یہاں نہایت مستند مانا جاتا ہے۔ اور ہے وہ کاذب!

لیکن امور متذکرہ بالا کے علاوہ اسلام کو دیگر مذاہب پر ایک اور فوقیت بھی حاصل ہے وہ یہ مسلمانوں کے پاس قرآن موجود ہے جو صحت کے لحاظ سے مذہبی دنیا میں اپنی آپ نظیر ہے۔ اس کتاب میں آنحضرت صلعم کی سچی سوانح عمری موجود ہے۔ اس مقدس کتاب میں حضرت آنحضرت صلعم کی مقدس زندگی کے تمام اہم واقعات مندرج ہیں۔ بلکہ آپ کا پورا کیرکٹر صاف طور پر نظر آتا ہے۔ چنانچہ صحابہؓ میں یہ امر ضرب المثل تھا کہ آنحضرت صلعم کے اخلاق و عادات وہی ہیں جو قرآن نے دنیا کو تلقین فرمائے ہیں۔ بسا اوقات قرآن مجید کے مقامات کی تفسیر میں وہ لوگ آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ کو پیش کردیا کرتے تھے اور جب لوگ کسی خاص معاملہ میں حضور نبی کریم صلعم کا طرز عمل معلوم کرنا چاہتے تھے تو وہ قرآن کی آیات خصوصی تلاوت کردیا کرتے تھے کیونکہ حضورؐ نے قرآن کے جملہ احکامات پر بذات خود عمل کرکے دکھا دیا تھا۔ متابعت احکام قرآنی کے لحاظ سے آپ امیر المومنین تھے۔ اندریں حالات بعد اسلام کے علماء ان روایات کے رد کردینے میں بالکل حق بجانب تھے جو نصوص قرآنی کے صریح مخالف تھیں۔ حضورؐ نے خود ایک مرتبہ فرمایا تھا "کہ ایک زمانہ آئیگا جب وہ اقوال اور افعال مجھ سے منسوب کئے جائینگے جن کو نہ میں نے زبان سے کہا نہ ہاتھ سے کیا ہے۔ اور میں ابھی تم لوگوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ جو بات میرے متعلق ایسی کہی جائے جو قرآن کے خلاف ہو وہ ہرگز قبول نہ کرنا" +

اگر ہم آپؐ کی اس نصیحت پر عمل کریں تو یقیناً ہم صحیح رستہ پر گامزن ہونگے۔ اور اگر ہم واقدی کو بحیثیت سوانح نگار مردود قرار دیتے ہیں تو حضورؐ ہی کے ارشاد کی متابعت میں +

قرآن مجید ہمارے پاس سچ اور جھوٹ دونوں کے پرکھنے کیلئے بہترین معیار موجود ہے۔ اور جو بات قرآنی معیار پر پوری نہ اترے اسے ہم کبھی ہرگز قبول نہیں کرسکتے فقط

# تصوّفِ اسلام

از قلم جناب پروفیسر سید مظفر الدین صاحب ایم۔ اے

**لفظ صوفی کی تحقیق** اِس لفظ کی اصلیت کے متعلق مختلف خیالات پائے جاتے ہیں۔ ابتداءً مسلمان محققین کا یہ خیال تھا۔ کہ صُوفی "اہل الصفا" سے مشتق ہے۔ یعنی وہ لوگ جو مسجد نبوی کے قرب میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ جامی اور دیگر مصنفین کا خیال ہے۔ کہ صوفی "صفا" یعنی پاکیزگی سے نکلا ہے۔ بعض لوگ صُوفی کو یُونانی لفظ "سوفاس" یعنی حکمت سے متعلق کرتے ہیں۔ جدید نظریہ یہ ہے۔ کہ صُوفی صوف یعنی اون سے نکلا ہے۔ کیونکہ قدیم الایام میں اُون کا لباس سادگی اور رُہبانیت کا نشان تھا۔ پیغمبر اسلامؐ اور آپؐ کے صحابہؓ فارغ البالی کے زمانہ میں بھی سادہ لباس کو پسند کرتے تھے۔

**ولی اور صُوفی کے معنی** یہ تو صُوفی کے متعلق ہوا۔ اب لفظ "ولی" کو لیجئے کیونکہ ولی اور صُوفی عموماً ایک ہی مفہوم کو ظاہر کرنے کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ ولی کے لفظی معنی ہیں قریب کے اور ولایت کے معنی قربت یا قربت یا نزدیکی کے ہیں۔ قربت سے مراد قربت باری تعالیٰ۔ ولایت کے دو درجے ہیں۔ ایک درجہ جمیع مومنین کے لئے کھلا ہوا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے "خدا مومنوں کے قریب ہے۔ اور ان کو ظلمت سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے" پ ۳ ع ۲۵۷۔ دوسرا درجہ ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو اپنے آپ کو خدا کی ذات میں فنا کر دیتے ہیں۔ پس حقیقی ولی وہ ہے۔ جو اُسی میں زندہ رہتا ہے۔ اور اسی میں مرتا ہے۔ یعنی وہ جو سرتاپا اس دُنیا سے قطع تعلق کر کے ذات باری میں فنا ہو جاتا ہے۔ ابراہیم ادھمؒ نے ایک دفعہ ایک شخص سے کہا جو ولی بننا چاہتا تھا۔ "اس دُنیا کی کسی شے سے دل مت لگاؤ۔ عقبیٰ کا دھیان کرو۔ ہاں ذات باری کا تصوّر رکھو اور انجام کار اُسی میں فنا ہو جاؤ"۔

رسالہ قشیریہ میں لکھا ہے کہ لفظ ولی دو معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے ایک تو صورت معروف مبالغہ آمیز میں یعنی وہ جو خدا اور اسکی عبادت کو محبوب رکھتا ہے دوسرے صورت مجہول میں یعنی وہ جسے خدا محبوب رکھتا ہے چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے تحقیق خدا میرا دوست ہے جس نے کتاب نازل کی ہے ۱۹۶

ابو عبداللہ خفیف کہتے ہیں۔ صوفی وہ ہے جسے خدا اس لئے پاک کرے۔ کہ وہ اسکی محبت میں غرق ہو جائے۔ آنحضرت صلعم کو مصطفےٰ کا لقب اسی وجہ سے عنایت ہوا۔ کہ خدا نے آپ کو پاک کیا اور ... منتخب فرمایا۔ مسلمان مفسرین نے بنی نوع آدم کو تین درجوں پر تقسیم کیا ہے۔

(۱) افراد کامل۔ جو نہایت کامیابی کے ساتھ تمام منازل سلوک طے کر لیتے ہیں +

(۲) افراد متوسط۔ جو منازل سلوک طے کر رہے ہیں۔

(۳) افراد ناقصہ جو عالم ناسوت میں زندگی بسر کر رہے ہیں +

درجہ اول کے افراد کی دو قسمیں ہیں انبیاء و رسل پھر دو قسمیں ہیں۔ اولاً صوفی جو انبیاء کے نقش قدم پر چل کر منزل مقصود کو پہنچ جاتے ہیں اور پھر عامۃ الناس کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ثانیاً نقباء جو دنیا کی ... کو ترک کر کے اپنے مرتبہ کو مخفی کر لیتے ہیں +

صوفی تیسرے درجہ میں شامل ہے کیونکہ انبیاء اور ... کے لوگ ترک لذات دنیوی اور مجاہدہ و ریاضت جسمانی کی بدولت مرتبہ کمال کو پہنچتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کسی طریق کار کے محتاج نہیں ہوتے ان کی کامیابی کا ظہور ... ہوتا ہے۔ صوفی اپنے مقصد کے حصول میں اس درجہ مستغرق ہو جاتا ہے کہ ... اور وسائل میں مطلق تمیز نہیں کرتا۔ علاوہ بریں صوفی اپنی تکمیل نفس بھی کرتا ہے اور دوسروں کی رہنمائی بھی لیکن درویش یا فقیر صرف اپنے نفس ہی کی بہبودی میں مشغول رہتا ہے (مقتبس از نفحات ...)

## تصوف کا مبدا اور ماخذ

اب ہم اس مسئلہ یعنی تصوف کے ماخذ پر اظہار خیالات کرتے ہیں۔ اس معاملہ میں سخت اختلاف آراء پایا جاتا ہے۔ متداول خیالات حسب ذیل ہیں یعنی یہ کہ

(۱) تصوف کا ماخذ فلسفہ اشراقیون ہے۔

(۲) تصوف آریائی ذہنیت کا سامی مذاہب کے خلاف ردعمل ہے +

(۳) تصوف کسی [illegible] کا ممنونِ احسان نہیں ہے یعنے بذاتِ خویش ایک مستقل نظام کا نام ہے

(۴) تصوف اسلام کی باطنی صورت کی تفسیر یا توضیح ہے۔

اس مضمون سے میرا مقصد یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ تصوف نہ تو فلسفۂ اشراق سے پیدا ہوا نہ آریائی ردِ عمل پر مبنی ہے۔ اور نہ کوئی مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ بلکہ تصوف ان روحانی اور صوفیانہ عناصر کی ارتقائی صورت ہے۔ جو قرآن میں بکثرت موجود ہیں اور جن کی صراحت اکثر اوقات خود نبی کریم صلعم نے فرمائی۔ اسلام میں تصوف کی بنیاد اور تدریجی ترقی کا باعث وہ تمثیلی نصوص اور اقوال رسول قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ جو قرآن اور احادیث میں آج بھی موجود ہیں۔ لفظ "ولی" کی تشریح سے یہ بات واضح ہو جائیگی کہ تصوف کی اصل مذہب اسلام کے علاوہ اور کچھ نہیں +

قبل ازیں کہ تصوف کے ماخذ کے متعلق خیالات [illegible] کا اجمالی خاکہ یعنی تاریخ من ابتدا پیش کروں۔ تاکہ ناظرین پر یہ امر روشن ہو جائے۔ کہ کن علمائے اسلام نے تصوف کو ترقی دی۔ انھوں نے فلسفۂ یونان سے خوشہ چینی کی یا اپنی مقدس کتاب سے۔ یہ بھی واضح ہو کہ دو عقیدوں میں مماثلت کا پایا جانا اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ ایک عقیدہ دوسرے کا معلول ہے۔ تاوقتیکہ تاریخی شہادات ہماری پشت پر نہ ہوں اس وقت تک دو متشابہ نظریات میں رشتۂ علت و معلول قائم نہیں کر سکتے۔

پروفیسر براؤن نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ چونکہ تصوف ہر ملک اور ہر زمانہ میں پایا گیا ہے۔ خواہ ماحول کی تبدیلی سے محض عارضی یا جزوی تبدیلی ہو جائے۔ یا کسی خاص مذہب سے متعلق ہونے کی وجہ سے کچھ صورت میں کچھ تغیر ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اس کی مختلف تحریکات میں محض عجیب و غریب مماثلت ہی نہیں بلکہ بعض صورتوں میں مطابقت بھی ممکن ہے مگر اس مطابقت یا مماثلت سے کوئی بات ثابت نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ اس کی تصدیق تاریخی شہادت سے نہ ہو سکے +

## تصوف کی ابتدا

عام طور پر مسلم ہے کہ تصوف دوسری صدی ہجری کے آخر یا تیسری کے آغاز میں پیدا ہوا۔ اسی نقطۂ نظر کی وجہ سے یورپین مستشرقین نے تصوف کو فلسفۂ اشراق کی نتائج قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہی زمانہ تھا۔ جبکہ اکثر مسلمانوں نے فلسفۂ یونان کی مدت [illegible] نقص لازمی ہے۔ کہ تصوف اور اسلام دونوں کا زمانہ آغاز ایک ہے یعنی آنحضرت کے [illegible]

معرض وجود میں آیا۔ عربی دان علماء خوب جانتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں مختلف مقامات پر تمثیلی رنگ موجود ہے۔ اور اکثر و بیشتر آیات ایسی ہیں۔ جن کو ظاہری اور باطنی دونوں طرح لیا جا سکتا ہے اور بعض ایسی ہیں جن کے معنی صرف تمثیلی رنگ ہی میں ہو سکتے ہیں۔ مثلاً وہی (خدا) اول ہے اور وہی آخر ہے اور وہی ہر شے کا علم رکھتا ہے ۳/۵ "خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر تھا" ۱۰/۴۸ "جب تم نے کنکریاں پھینکیں تو تم نے نہیں بلکہ خدا نے" ۱۷/۸ "ہر روز وہ (خدا) نئی شان سے جلوہ گر ہوتا ہے" ۲۹/۵۵ وغیرہ وغیرہ +

ان آیات سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ کائنات مع جملہ اشیائے مخلوقہ اس ذات واحد کا محض ایک عکس ہے۔ اور جمیع مخلوقات اس جوہر عظمیٰ کے مظاہر مختلفہ ہیں۔ خدا انسان کی شہ رگ میں جاری ہے اور انسان اس کے ہاتھ میں محض ایک آلہ کار ہے جس کو وہ حسب دلخواہ استعمال کرتا ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے بظاہر اس کا فاعل انسان ہے لیکن بباطن جمیع افعال کا مبداء وہی ذات باری ہے۔ اور اس کا ظہور اسی کائنات کے وسیلہ سے ہوتا ہے۔ جذبۂ خود نمائی نے اُسے ترغیب دی۔ کہ کائنات کو برپا کیا جائے کسی نے اسی مفہوم کو اس شعر میں ادا کیا ہے ؎

اپنا جلوہ دیکھنے کو خود بنایا آئینہ
پھر آپ آئینہ میں وہ شوخ نہاں ہو گیا

چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت سے خطاب فرمایا میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ دوسرے مجھے جانیں پہچانیں پس میں نے کائنات کو خلعت وجود بخشا۔ تاکہ جانا جاؤں ایک اور حدیث ہے جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ پس قرآن شریف میں جو خدا کی مذکورہ بالا صفات بیان ہوئی ہیں۔ ان پر آگے چل کر عقیدۂ وحدت الوجود یعنی ہمہ اوست کی بنیاد رکھی گئی۔ عقیدۂ تصوف کی روح، وال۔ حمیلہ صوفیا کا مطمح نظر صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ خودی کو ذات خدا میں فنا کر دیں لیکن ان کا اعتقاد جازم ہے کہ اس کے سوائے اور کوئی موجود نہیں حقیقی موجود وہی ہے انسان اور دیگر مخلوقات محض اس کا ظل ہیں۔ یہ عقیدہ مذکورہ بالا آیات پر مبنی ہے تصوف کا دوسرا رکن محبت ہے علم روحانیت کے دلدادہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں صوفیائے محبت اور عشق کو خدا رسی کا ذریعہ بتاتے ہیں لیکن اس عشق کیلئے خلوص اور کمال دو باتیں شرط ہیں صوفیا محبت میں محبت کی خاطر کرتے ہیں خود غرضی کا شائبہ مطلق نہیں ہوتا۔ قصر تصوف کی یہ بنیادی خشت بھی قرآن ہی کی ایک نص صریح کی بنا پر کی

اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے "کہد سے (ان لوگوں سے) اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو مجھے اپنا ہادی تعین کرو یعنی میری اتباع کرو۔ خدا تمھیں محبوب بنالیگا"[1] جو لوگ مومن ہیں وہ خدا سے بیحد محبت کرتے ہیں[2] نبی کریم صلعم فرماتے ہیں "مومن اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک وہ مجھ کو تمام جہان سے زیادہ عزیز نہ رکھے" نیز یہ کہ "آدمی جس کو پیار کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ رہتا ہے" +

مذکورہ بالا حوالوں سے یہ نتیجہ بآسانی نکل سکتا ہے کہ تصوف کا بیج ابتدائے اسلام ہی میں بویا گیا تھا۔ آنحضرت صلعم میں بھی کسی قدر تصوف کا رنگ غالب ہوجاتا تھا۔ چنانچہ آپ بسا اوقات کسی مخفی مقام پر مراقبہ میں بیٹھ کر کئی کئی راتیں بتایا کرتے تھے۔ اور عموماً آپ پر ایک وجد طاری رہتی تھی۔ جبکہ آپ کی یہ حالت تھی صحابہ آپ کی تقلید سے کس طرح باز رہتے؟ بعض صحابہ پر تو قبولِ اسلام کے بعد ہی تصوف کا رنگ چڑھ گیا تھا۔ انھوں نے دنیا سے قطع تعلق کرکے مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں اقامت اختیار کرلی تھی۔ اور شبانہ روز مجاہدہ میں مستغرق رہتے تھے۔ ان لوگوں کا لقب "اہل الصُّفّہ" تھا جس سے لفظ "صوفی" نکل گیا۔ اگرچہ اس اشتقاق کے بارہ میں محققین متفق نہیں ہیں لیکن میری رائے میں یہ بات درست ہے کہ اہل صفہ کی سادہ اور زاہدانہ زندگی کا مقابلہ جب صوفیت مابعد سے کیا جاتا ہے تو قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ صوفی اہل الصفہ سے مشتق ہوا ہے +

خلفاء سے پیشتر بھی جو دنیا کے مشغول ترین حکمرانوں میں سے تھے اکثر اوقات صوفیانہ رنگ میں کلام فرمایا کرتے تھے۔ ماسوائے اللہ کی نفی اور جملہ افعال کو الٰہی ہاتھوں سے منسوب کرتے تھے ابتداءً بہت تھوڑے آدمی صوفیانہ خیالات میں منہمک تھے۔ باقیماندہ لوگ اسلام کے تعمیری پروگرام میں عملی حصہ لیتے تھے۔ جب اسلام دور و نزدیک پھیل گیا۔ تو مسلمانوں کو فلسفیانہ اور صوفیانہ خیالات میں سرگرمی دکھانے کا موقعہ ملا۔ اور تیسرے خلیفہؓ کی اندوہناک شہادت سے اس تحریک کو اور بھی تقویت پہنچی۔ وحدتِ ملت کا شیرازہ بکھر گیا اور اسلام کی عالمگیر اخوت کا نقش مٹ گیا۔ تلواریں نیاموں سے باہر نکل آئیں۔ اور مسلمان ایک دوسرے کا خون بہانے لگے۔ مکہ معظمہ مورد آفات بن گیا۔ اور ہزار ہا مسلمان شہید ہوگئے۔ ان روح فرسا مناظر کی وجہ سے مسلمانوں کے مقدس طبقہ میں ترکِ دنیا اور تصوف کے خیالات اور بھی شدت کے ساتھ جاگزین ہوگئے +

## تصوف کا دورِ ابتدائی

خلافتِ راشدہ کے خاتمہ کے قریب خدا ترس مسلمانوں کی ایک جماعت پیدا ہوگئی۔ جو عملی طور پر یکسر ترکِ دنیا کر چکے تھے انھوں نے تمام خواہشات دنیاوی سے قطع تعلق کرکے اپنے آپ کو فنا فی اللہ کردیا۔ کیونکہ نظامِ انسانی

کے ذریعہ اور اُن سے بچنے کے لئے وہ اسی ذات مطلق کا سہارا ڈھونڈتے تھے۔ رفتہ رفتہ عبّت
طاقت اور تعداد میں بڑھ گئی۔ یہ لوگ مزاج کے لحاظ سے مراقبہ پسند رجحان طبع کے لحاظ سے غور و فکر کے
عادی اور طینت کے لحاظ سے صوفی تھے خصوصاً اُن آیات کو پیش نظر رکھتے تھے۔ جن میں دُنیا کو
فانی اور زائل بیان کیا گیا ہے۔ اور خدا کی عبادت کرنے کو منتہائے عروج انسانیت سمجھتے تھے
یہ لوگ نہ تو غیر زبانوں سے واقف تھے۔ اور نہ یونانی اور نہ آرین اقوام سے اختلاط رکھتے تھے
نہ طبقہ حکماء سے ربط و ضبط تھا۔ بلکہ خُدا کی یاد میں اس درجہ محو تھے کہ دوسری طرف توجہ کرنے
کی فرصت ہی نہ تھی۔ غرضکہ تصوّف کا تخم خود آنحضرت صلعم کے زمانہ مُبارک میں بویا گیا۔ خلفائے
راشدین نے اسکی آبیاری کی۔ اور پہلی صدی ہجری کے خاتمہ پر وہ پُورا خاصہ درخت بن گیا +

یہ مراقبہ پسند اور ریاضت آشنا مسلمان دراصل سچے صوفی تھے۔ اگر تاریخ میں اُن کو اس لقب
سے پکارا نہ گیا تو اس سے حقیقت میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا۔ پہلا شخص جسے لوگوں نے باضابطہ
صوفی کے لقب سے پکارا امام حسن بصری تھے۔ اُن کی ولادت تو مدینہ میں ہوئی لیکن مستقل
سکونت بصرہ میں ہی۔ انھوں نے اسلامیت کا مطالعہ بنظر غائر کیا تھا۔ اور اُن کو خاندانِ
رسالت کے افراد سے استفادہ کُلّی کا موقعہ ملا تھا۔ ان میں صوفی اور فیلسوف دونوں کے خواص موجود
تھے۔ اور یہ خلاف صوفیہ کے زمانہ حال روزمرّہ اپنے مکان پر درس دیتے تھے تاکہ عامۃ الناس
ان سے علم سے مستفید ہوں۔ واصل ابن عطا جو اسلام میں معقولات پسند جماعت کا بانی گزرا
ہے۔ انہی کا شاگرد تھا۔ انھوں نے سنہ ۱۱۰ھ میں وفات پائی +

ابو ہاشم متوفی سنہ ۱۶۲ھ کوفی عرب تھے۔ جو ملک شام میں متوطن ہو گئے تھے۔ مولٰینا جامی رح
کی رائے میں موصوف پہلے شخص ہیں جنھیں صوفی کا لقب دیا گیا۔ ابو اسحٰق ابراہیم ابن ادھم جنھوں نے
بلخ کی بادشاہی پر اسی لئے لات ماردی کہ دولت فقر سے بہرہ اندوز ہوں۔ بڑے نامور صوفی گزرے
ہیں۔ اُن کی وفات سنہ ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ اور حضرت رابعہ رح تو دُنیا کے بزرگترین اولیاء اللہ
میں سے گزری ہیں۔ انکے ملفوظات طیبات آج بھی صوفیائے کرام کی نظروں میں مقبول ہیں۔ اُن کی وفات
سنہ ۱۶۰ھ میں ہوئی۔ یہ کہنا محض بیکار سا ہے۔ کہ یہ لوگ آریائی یا یونانی فلسفہ سے مطلق آشنا
نہ تھے۔ البینۃ علی المدعی +

## تصوّف کا دورِ ثانی

دوسرا دور معروف کرخی سے شروع ہوتا ہے جن کی وفات ۲۰۰ھ ۸۱۵ء یہ بزرگ امام علی ابن موسیٰ رضا کے شاگرد تھے۔ اور جملہ علوم وفنون علمیت فضیلت اور کمال انہی کا صدقہ تھا۔ سیدھے سادھے صوفی اور سچ مچ کے ولی تھے۔ ترک دنیا کر کے فنا فی اللہ ہو گئے۔ آپ کے بعد وہ شخص تصوف کا علمبردار بنا جو اپنی شہرت کی وجہ سے محتاج توصیف نہیں یعنی ابو الفیض ثوبان ابن ابراہیم ذوالنون مصری ان کی وفات ۲۴۵ھ ۸۶۰ء میں ہوئی۔ صوفیانہ مسائل وعقاید کی تدوین کا سہرا انہی کے سر ہے۔ کیونکہ وہ نہ صرف ایک صوفی تھے۔ بلکہ فیلسوف بھی ان کا یہ قول بہت مشہور ہے۔ جس قدر کوئی شخص اپنے آپ کو ذات باری میں فنا کرے گا۔ اسی قدر اسکو معرفت حاصل ہو گی۔ ان کا خیال تھا کہ معرفت الٰہی کا ذریعہ صرف وجدان ہی ہے۔ ان کی تعلیمات کا لب لباب صرف اس قدر ہے۔ اطاعت خدا اطاعت خدا اور اس کے بعد فنا فی اللہ یہی مقصد حیات انسانی ہے +

## تصوّف کا دورِ آخر

ذوالنون مصری کے ایک معصر بایزید بسطامی تھے جنہوں نے مسائل تصوف میں فنائے ذات یا خودی کا عقیدہ داخل کیا۔ جو حقیقت ذوالنون کی تعلیم وجدان کا منطقی نتیجہ ہے۔ جب تک خودی کو نہ مٹایا جائے۔ خدا نہیں مل سکتا۔ انھوں نے بھی یہی تعلیم دی۔ کہ جب تک انسان اپنے آپ کو پورے طور پر فنا فی اللہ نہ کر دے۔ اللہ کو نہیں پا سکتا۔ اور جب تک "خودی" کا خفیف سا احساس بھی باقی ہے۔ خدا نہیں مل سکتا۔ ان عقاید نے "وحدت الوجود" کے لئے رستہ صاف کر دیا۔ اگر معرفت باری کیلئے ذات باری میں فنا ہو جانا ضروری ہے۔ تو ایک منزل ایسی بھی آئیگی جبکہ عابد ومعبود صانع ومصنوع آقا وغلام میں کوئی امتیاز باقی نہ رہیگا۔ ان تصریحات سے یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ تصوف کی ہر سہ منازل (منزل اطاعت منزل عرفان منزل وحدت الوجود) دراصل اسلامی عناصر کی ارتقائی صورتیں ہیں +

پہلی چار صدیوں میں ایک دنیاوی عالم اور ایک صوفی کے درمیان کوئی امتیاز قائم نہیں ہوا تھا صوفیا اور علماء دونوں ہی شریعت اسلام کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے حضرت جنید بغدادی جن کی وفات ۲۹۷ھ ۹۰۹ء میں ہوئی اسباب پر بہت زور دیتے تھے۔ کہ جملہ مومنین

صوفیائے اور علماء سب کے سب شریعت کی پابندی کریں۔ یعنے ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں پر یکساں زور دیں۔ انھوں نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ شریعت یعنی راہِ ظاہر اور حقیقت یعنی راہِ باطن بلحاظ اصل ایک ہی شے کے دو رُخ اور ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اور بجائے خلاف ہونے کے ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ انھوں نے تصوّف کے عقاید کو مفصل طور پر قلمبند کیا۔ اور اس علم پر کتابیں لکھنے کی بنیاد ڈالی۔ ان کے بعد امام حجۃ الاسلام غزالیؒ نے تصوف کی تعلیم کو عامۃ المسلمین سے روشناس کرایا۔ اور تصوّف و شریعت میں باہم تطبیق ثابت کی۔ اسلام کی ظاہری اور باطنی تعلیمات میں یگانگت بھی قائم کی۔ اور علمائے شریعت اور ہادیانِ طریقت کے مابین خوشگوار تعلقات قائم کرا دیئے +

## تفریق بین الصوفیائے

رفتہ رفتہ صوفیاء شریعت اسلامی کے ظاہری پہلو سے بے نیاز ہوتے گئے۔ اور علماء باطنی پہلو سے بیگانہ و دشمنی ظاہر کرتے گئے۔ بعد ازاں خود صوفیا ہی میں مختلف الخیال جماعتیں قائم ہوگئیں۔ ہر جماعت نے اپنی خانقاہیں اور اصول جداگانہ مرتب کر لئے۔ چار خاندان جو نہایت مشہور ہیں یہ ہیں۔

(۱) **قادریہ** منسوب بہ شیخ **عبد القادر** جیلانیؒ متوفی ۵۶۲ھ (۱۱۶۶ء) (۲) **نقشبندیہ** منسوب بہ خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ متوفی ۷۹۱ھ (۳) **چشتیہ** منسوب بخواجہ خواجگان سلطان الہند سراج الاولیاء حامی دین متین خواجہ **معین الدین** چشتیؒ متوفی ۶۶۳ھ (۱۲۶۵) اور (۴) **سہروردیہ** منسوب بشیخ **شہاب الدین** سہروردیؒ متوفی ۶۳۲ھ

## منازلِ مذکورہ پر اجمالی نظر

چونکہ امام غزالیؒ کے بعد تصوّف میں کوئی معتد بہ ترقی نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس جگہ اسلامی تصوّف کے خاص منازل کا تجزیہ کریں۔ اور اُس ماخذ کا پتہ لگائیں جہاں سے ان کو طاقت نشوونما حاصل ہوئی +

مختصراً یوں سمجھ لیجئے۔ کہ منازلِ ابتدائی میں اسلامی تصوّف بہت سیدھا سادہ تھا۔ دوسرے لفظوں میں اُسے زہد و ریاضت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یعنی تارک لذاتِ دنیوی صوفی کہلاتا تھا۔ اس کا مقصد حیات محض اتنا ہوتا تھا۔ کہ خودی کے نقشِ باطل کو مٹائے

آنحضرت صلعم اور آپ کے اولین خلفاء شب زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ہر قسم کی عیش پسندی سے پرہیز کرتے تھے۔ اور باوجود استطاعت سادگی پسند تھے۔ اس ضبط سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اپنے قلوب کو آلائش دنیوی سے پاک رکھیں۔ یہ خیال کہ ابتدائی مسلمانوں میں یہ رنگ خارجی اثرات سے پیدا ہوا۔ محض نادانی کا اظہار کرنا ہے۔ نصوص قرآنی، احادیث نبوی یہ دونوں باتیں اُن کی زاہدانہ زندگی کا باعث تھیں۔ ابو ہاشم اور دوسرے صوفیاء کرام نے فلسفۂ یونانی کا ذکر خواب میں بھی نہیں سُنا تھا۔ کیونکہ یہ لوگ شاذونادر ہی غیر اسلامی علوم کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ متصوفانہ طرز زندگی کا سبب اُن کی مذہبی تعلیم اور ریاضت، سادگی مزاج اور مراقبہ تھا +

رسالہ قشیریہ سے مندرجہ ذیل اقتباس خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ واضح ہو کہ رسُول اللہ صلعم کی وفات کے بعد بہترین مسلمانوں کا لقب امتیازی سوائے صحابہ کے اور کچھ نہ تھا۔ کیونکہ سارے مسلمان ایک ہی مشرب پر قائم تھے۔ ان میں فرقہ بندی کی وبا اس وقت تک نہیں پھیلی تھی۔ جب قرن ثانی کے مسلمان صحابہؓ سے ملاقی ہوئے۔ اور اُن کی صحبت سے فیض پایا تو اُن کا لقب "تابعین" پڑا۔ یہ لقب اُن لوگوں کو دل و جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ اس کے بعد قرن ثالث کے مسلمانوں کا لقب "تبع تابعین" ہوا۔ اس کے بعد اختلافات آرا برپا ہوا۔ امتیازات پیدا ہونے لگے۔ اس زمانہ کے برگزیدہ مسلمان جو صرف مذہب سے وابستگی رکھتے تھے "زہاد" کے لقب سے ممتاز ہوئے۔ ابداز اں بدعت کا زمانہ شروع ہوا نت نئے فرقے پیدا ہونے لگے اور ان فرقوں میں مجادلہ و مکابرہ کا دروازہ کھل گیا۔ اس کشاکش میں جن لوگوں نے اپنی توجہ کو مذہب سے وابستہ کر دیا۔ اور خدا کو اپنا مطمح نظر بنایا "صوفیاء" کے لقب سے ملقب ہوئے۔ یہ معزز لقب دوسری صدی ہجری کے خاتمے سے پہلے رائج ہوا +

مندرجہ بالا اقتباس کو پڑھنے کے بعد اس بات میں کوئی شک نہیں رہتا۔ کہ تصوفِ اسلامی کا ماخذ کہاں ہے۔ اور کیا ہے۔ جو مسلمان مذہبی امور میں منہمک رہتے تھے "زہاد" کہلاتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ کے تصور میں مستغرق رہتے تھے "صوفیا" مشہور تھے۔ اور یہ دونوں القاب دوسری صدی کے خاتمے سے پہلے ہی بانداز خلائق ہو گئے تھے یعنی مسلمانوں کے مطالعہ السنہ یونانی وغیرہ سے بہت پہلے۔ ان مشاہدات کی موجودگی میں کیا یہ دعوے قرین قیاس ہو سکتا ہے "کہ تصوف اسلامی" فلسفہ مشائین یا اشراقین کا رہین منت ہے + تصوف کے عرفانی پہلو پر نظر کرتے ہوئے یہ تصریح ضروری ہے۔ کہ معروف کرخی پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے

تصوف میں "عرفان" کی شاخ لگائی۔ اس تحریک کو ذوالنون مصری نے مزید تقویت پہنچائی۔ معروف کرخی امام موسیٰ رضا کے شاگرد تھے اور انہی کی صحبت میں رہ کر معروف نے جمیع علوم حاصل کئے۔ اس زمانہ میں افراد خاندان نبوی ہی اسلام کے باطنی پہلو کو سمجھنے کے اہل تھے۔ انہی کے ہاتھ پر وہ اسلام لائے تھے اور انہی کی صحبت میں رہ کر مذہب کا فلسفہ اُن پر آشکارا ہوا۔ بعد ازاں وہ داؤد طائی کی صحبت میں رہے لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں مل سکتا کہ معروف نے کسی یونانی فلاسفر سے تعلیم پائی تھی +

معروف نے جو پیوند تصوف میں لگایا تھا ذوالنون نے اس کی آبیاری کی۔ مولینا جامی نفحات الانس میں لکھتے ہیں "ذوالنون کے الدّور لیش کے متوسلین اور امام مالک کے شاگردوں میں سے تھے۔ انہوں نے امام موصوف کی شہرہ آفاق تالیف مؤطا خود انہی سے سبقاً سبقاً پڑھی تھی۔ بعد ازاں ایک مشہور صوفی اسرافیل سے باطنی علوم حاصل کئے۔ اس بنا پر ذوالنون کو قرآن شریف اور حدیث نبوی کا بہت بڑا علم حاصل ہو گیا تھا۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں مل سکتا کہ ذوالنون نے کسی یونانی فیلسوف کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا +

تصوف کی آخری منزل وحدت الوجود ہے۔ اگرچہ اسلام میں اس مسلک کو رائج کرنے کا سہرا بایزید بسطامی کے سر ہے لیکن اس کے ابتدائی عناصر بہت پہلے سے موجود تھے۔ مشکل ہی سے کوئی صوفی ایسا گزرا ہوگا۔ جسے وحدت الوجود سے کچھ نہ کچھ لگاؤ نہ رہا ہو۔ چنانچہ ابتدائی صوفیاء کے اقوال اس حقیقت پر دال ہیں۔ حضرت رابعہ بصریؒ سے مندرجہ ذیل اقوال نفحات الانس میں منسوب کئے گئے ہیں۔ "جو بات خدا تک پہنچاتی ہے یہ ہے کہ سوائے خدا کے دُنیا اور عقبیٰ دونوں کا خیال دل سے نکال دو

دنیا میں مشغول ہونے سے خدا کوسوں دور ہو جاتا ہے +

ہر شے میں ثمر آتا ہے۔ علم کا ثمر قرب فی اللہ کا مرتبہ کہلاتا ہے" +

ایک مرتبہ موصوفہ نے کسی نبی کو خواب میں دیکھا غالباً آنحضرت صلعم کو۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ "اے رابعہ کیا تو مجھ سے محبت رکھتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا "اے رسول اللہ! بھلا کون ایسا ہے جو آپ کو محبوب نہیں رکھ سکتا لیکن عشق الٰہی نے میرے وجود کے ہر ذرّہ کو اس طرح گھیر لیا ہے۔ کہ اب کسی سے اُلفت یا نفرت کی گنجائش ہی نہیں رہی" +

معروف کرخی کہتے ہیں "علم سے محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ تو عطیۂ الٰہی ہے"

اولیاء اللہ کی شناخت ان تین باتوں سے ہوتی ہے (۱) خدا ہی کا تصور کرتے ہیں (۲) خدا ہی سے

ساتھ رہتے ہیں (۳) خدا ہی میری داد و ستد کرتے ہیں" +

یہ تمام اقوال "وحدت الوجود" کے رنگ میں رنگین ہیں۔ بایزید بسطامی نے صرف اتنا کیا کہ منتشر خیالات کو یکجا کر دیا۔ اُن کے دادا مجوسی المذہب تھے۔ آخر عمر میں اسلام لائے بعض یورپین مصنفین نے اس بات کو اپنے اس دعوے کی دلیل میں پیش کیا ہے۔ کہ بایزید پر ایرانی فلسفہ کا اثر غالب تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ بایزید کو ایرانی فلسفہ سے مطلق لگاؤ نہ تھا۔ کیونکہ اُن کی تعلیم اور تربیت مسلمان گھرانے میں ہوئی تھی اور زرتشتی عقاید کبھی اُن کے خیال میں بھی نہیں آئے + احمد خزراویہ ابو حفص یحیٰے ابن معاذ وغیرہم اُن کے ہمعصر تھے شقیق بلخی" اُن کے خاص دوست تھے یہ بزرگ امام جعفرؒ کے شاگرد تھے اور بڑے نامور محدث تھے۔ بایزیدؒ نے اپنے فلسفہ وحدت الوجود کی بنیاد مندرجہ ذیل نصوص قرآنی پر رکھی "حکم خدا ہی کا ہے۔ اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۲۰/۸ ہر چیز خدا ہی کی طرف لوٹ کر جائیگی ۳/۲۸ ہم خدا ہی کی طرف سے آئے ہیں۔ اور پھر اسی کی طرف جائینگے ۱/۱۵۱

پروفیسر نکلسن اپنے اس نظریہ کی تائید میں کہ وحدت الوجود کا عقیدہ فلسفہ یونان سے پیدا ہوا۔ یوں رقمطراز ہیں معروف کرخی" ابو سلیمان اور ذوالنون مصری یہ تینوں صوفیاء کرام ۷۸۶ء اور ۸۶۱ء کے درمیان تھے۔ اور یہ زمانہ ہارون الرشید کی تخت نشینی سے شروع ہو کر المتوکل پر ختم ہوتا ہے۔ اس عرصہ میں اسلامی دنیا شدت کے ساتھ یونانی خیالات سے متاثر ہوئی۔ یونانی فلاسفہ اطباء اور حکماء کی صدہا تصانیف عربی زبان میں ترجمہ ہوئیں اور مسلمانوں کے مطالعہ میں آئیں یعنی یونانی عربوں کے اُستاد بن گئے۔ اور حکمت یونانی رفتہ رفتہ اسلامی علوم کی بنیاد ہوگئی" +

افسوس ہے۔ کہ میں فاضل پروفیسر موصوف سے اختلاف رائے کرتا ہوں۔ اول تو یہ صحیح نہیں کہ ہارون کے زمانہ میں حکمت یونانی کا سیلاب عالم اسلامی پر چھا گیا تھا۔ ہارون نے تو یونانی فلسفہ کے مطالعہ سے لوگوں کو حتے الوسع باز رکھنے کی کوشش کی معقولیت پسند لوگ جیلخانوں میں ڈال دیئے گئے۔ اور ایک حکم امتناعی تالیف کتب فلسفہ کے متعلق نافذ کیا گیا (ملاحظہ ہو علم الکلام مؤلفہ علامہ شبلی") صحیح تو یہ ہے کہ اس کے اور امین کے زمانۂ حکومت (۷۸۶ء تا ۸۱۳ء) میں فلسفہ یونان کی ترویج و اشاعت کے لئے کوشش مستقل کی ہی نہ گئی صرف مامون ایسا خلیفہ گزرا ہے جس نے فلسفہ یونان کی اشاعت میں کوشش کی اور ریشنیلزم یعنی عقلیت کو رواج دیا لیکن اس زمانہ میں یونانی کتب کے عربی تراجم اس قدر مبہم تھے۔ کہ عام مسلمان ان سے مستفید نہ ہو سکتے تھے صرف اسلامی حکماء ان کتابوں کو سمجھ سکتے تھے۔ پہلا شخص جس نے حکمت یونانی کو سلیس عبارت

میں منتقل کیا۔ حکیم ابونصر فارابی تھا۔ حالانکہ معروف کرخی ؒ ۲۰۱۵ھ میں یعنی مامون کی تخت نشینی سے دو سال بعد وفات بھی پا چکے تھے پس صاف ظاہر ہے کہ وہ یونانی فلسفہ سے مطلق متاثر نہیں ہوئے تھے۔ ابوسلیمان کی وفات ۲۳۰ھ میں ہوئی۔ یہ بزرگ ایک موضع داران کے باشندہ تھے۔ جو دمشق کے مضافات سے ہے وہ تمام عمر اسی گاؤں میں رہے۔ اور تنہائی میں مراقبہ و ریاضت کرتے رہے انھیں تمام عمر کسی یونانی فیلسوف یا حکیم سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور نہ اُن کی زندگی میں یونانی فلسفہ بغداد کی چار دیواری سے باہر شائع ہوا تھا۔ بیت الحکمت کا وجود ابوسلیمان کی وفات کے بعد معرض ظہور میں آیا۔ ذوالنون مصری بیشک مامون کے زمانہ حکومت میں تھے اور اگر چاہتے تو فلسفہ یونان سے فیضیاب ہو سکتے تھے لیکن جامی ؒ کی کتاب مذکورہ بالا میں اُن کے سوانح حیات پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہ یونانی خیالات سے مُتاثر نہیں ہوئے۔ انکے تمام خیالات اور اقوال سرتا پا اسلامی رنگ میں رنگین ہیں۔ اور ان میں کسی خارجی اثر کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ دوسرے یہ بات کہ اگر ہم اس دعوے کو تسلیم بھی کر لیں تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ جن بزرگوں نے "تصوف" کی نشر و اشاعت کی وہ فلسفہ یونان سے مُتاثر ہو گئے تھے ؟ یا اس بات کا کیا ثبوت کہ فلسفہ یونان بغداد کی چار دیواری سے نکلکر ان صوفیاء کے حجروں میں پہنچ گیا تھا ؟ اُس زمانہ میں فلسفہ کا اثر بغداد اور اس کے گرد و نواح میں محدود تھا۔ سلطنت کے دُور دراز حصوں میں کوئی شخص یونانی فلسفہ سے آگاہ نہ تھا۔ مذکورہ بالا صوفی یقیناً کسی غیر اسلامی سلسلیم سے متاثر نہیں ہوئے پس کوئی دلیل نیرہ کی غیر موجودگی میں یہ دعوے کرنا کہ اسلامی تصوف فلسفہ یونان سے پیدا ہوا ایک نا انصافی ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ تصوف کے بعض مسائل فلسفہ اشراق سے مشابہت رکھتے ہیں لیکن خود پروفیسر نکلسن لکھتے ہیں۔ کہ اس مشابہت سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی۔ کہ ایک قوم کا تصوف دوسری قوم کے تصوف کا نقش ثانی ہے۔ کیونکہ "تصوف" فی حدِ ذاتہ ہر زمانہ میں ایک ہی سا رہا ہے +

**اعادۂ دلائل** گزشتہ صفحات میں یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ تصوف دراصل اسلامی تحریک ہے۔ اور قرآن و احادیث پر مبنی ہے۔ اب میں خاص خاص دلائل کو اجمالی طور پر یکجا لکھے دیتا ہوں +

(۱) صوفی اور ولی کے لغوی معنی جیسے کہ بیان کئے گئے اسبات کو ظاہر کرتے ہیں۔ ایک اسلامی شے ہے۔ حضرت جنید بغدادی کا قول ہے۔ کہ تصوف کے جملہ مسائل قرآن اور عقاید اسلامی پر مبنی ہیں +

(۲) قرآن میں بار بار صراحت کیگئی ہے۔ کہ ہر شے کی اصل خدا ہے اور انجام کار ہر شے اُسی کی طرف لوٹ جائیگی۔ وہی باقی ہے۔ ماسوا فانی اور آنی ہے یعنی کُلُّ شَیۡءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجۡہَہٗ۔

اللہ حکم اسی کا ہے۔ اور تم سب کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔ یہ آیات یقینی طور پر وحدت الوجود کی تعلیم دیتی ہیں +

(۳) خدا اور انبیاء سب نے "محبت" پر بہت زور دیا ہے۔ حتّٰے کہ تکمیل ایمان بھی محبت پر منحصر ہے۔ اور تحریک رُوحانیت کے طلباء جانتے ہیں۔ کہ محبت دراصل تصوّف کا مرکز ہے۔

(۴) ترک دُنیا اور ترک لذّات کا جملہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مَیں فقر پر فخر کرتا ہوں۔ یہ اصُول بھی تصوّف کے خاص ارکان میں سے ہے +

(۵) اصحاب صفّہ نے جو مسجد نبوی کے جوار میں زندگی بسر کرتے تھے، صوفیانہ اور زاہدانہ زندگی کی تحریک عملی طور پر کی۔ اور اس حدیث کو کہ من عرف نفسہٗ فقد عرف ربّہٗ۔ انھوں نے اپنا راہنما بنایا۔

(۶) خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ خدا اور رسُول سے بیحد محبت کرتے تھے انھوں نے اپنی جان و مال دونوں کو رضائے رسُول کیلئے وقف کردیا تھا۔ اس ایثار نے آیندہ نقشِ تصوّف کا خاکہ طیار کردیا +

مذکورہ بالا اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ تصوف دراصل عقاید اسلامی کی تربیت یافتہ شکل ہے۔ اور اسمیں خارجی اثرات کا شائبہ بھی نہیں ہے علاوہ بریں یہ امر مسلم ہے۔ کہ جو صُوفیائے تحریک تصوّف کے ذمّہ وار ہیں۔ اُن کا مطمح نظر یہ امر تھا کہ مرتبہ فنا فی اللہ" حاصل ہو جائے پس انھیں کیا پڑی تھی۔ کہ اس امر کے حصُول کے لئے وہ قرآن یعنی اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر غیر قرآن یعنی فلسفۂ یونان کی خوشہ چینی کرتے؟

**آراء مختلفہ** کی اب اس نظریہ کی تردید کیلئے کہ تصوّف آریائی یا یُونانی فلسفہ سے پیدا ہوا ہے صرف چند الفاظ کافی ہونگے۔ اسلامیات کے طلباء اس بات سے واقف ہیں کہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں مسلمانوں کے دل و دماغ اسلامی علوم میں اس درجہ منہمک تھے کہ غیر اسلامی علوم سے اعتنا کرنا تقریباً محال تھا۔ حد یہ ہے۔ کہ فن شاعری بھی جو ایام جاہلیت میں مرغوب طبائع تھا، سر دست بالائے طاق رکھ دیا گیا تھا۔ اور آلہیت ہی کو مقصد زندگی قرار دیدیا گیا تھا۔ مامون کے زمانہ حکومت میں بعض مسلم علماء

فلسفۂ اشراق کا مطالعہ کرنے لگے تھے لیکن یہ تراجم دراصل تراجم نہ تھے۔ اُن کے پڑھنے سے صرف غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ اور یہ حالت فارابی کے زمانہ تک رہی جس کی وفات ۹۵۰ء میں ہوئی پس ابتدائی صوفیاء کے متعلق یہ خیال ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ وہ فلسفۂ یونان سے واقف تھے۔ جو صوفیاء ان کے بعد پیدا ہوئے وہ انہی کے نقوش قدم پر چلے۔ اور جس وقت فلسفۂ یونان عام ہوا۔ تصوف کی قریب قریب تکمیل ہو چکی تھی۔ علاوہ بریں ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ تصوف اور اسلام ہمدوش چل رہے ہیں۔ تصوف تو اسلام کی باطنی تصویر کا دوسرا نام ہے۔ اس کی نشوونما تو آنحضرت ہی کے زمانہ میں شروع ہو گئی تھی + غیر اسلامی علوم کی تعلیم مامون کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے پس جس طرح اس بات کا ابطال کیا گیا۔ کہ تصوف فلسفۂ یونان سے پیدا ہوا اسی طرح اس کا کہ وہ ویدانت یا کسی اور علم سے پیدا ہوا +

ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ جملہ صوفیاء اور اولیاء نے اپنے خیالات کو محض تصور باری کی مدد سے پاک کیا۔ اور قرآن کے چشمہ سے آبحیات پیا۔ نبی کریم صلعم کا اُسوہ سامنے رکھا قرآن اور احادیث سے کافی اسناد دی جا چکی ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ تصوف کی بنیاد قرآن اور احادیث ہی ہیں پس یہ خیال کہ تصوف کوئی شے اسلام سے جداگانہ ہے پرکاہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ۱۲ +

# مذہبی خیالات پر جنگ عظیم کے اثرات

ترجمۂ مضمون

جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء گدیا

اسمیں شک نہیں کہ جنگ عظیم بہت خوفناک تھی۔ لیکن غیر متوقع نہ تھی۔ اس کا وقوع ہونا یقینی تھا اور قبل وقوع اسکے متعلق خیال آرائیاں ہو چکی تھیں۔ میں نے خود چند سال بیشتر ہی اس کے وقوع کے امکانات پر مندرجہ ذیل الفاظ میں اظہار خیال کر دیا تھا میری تصنیف "اسلام اینڈ سوشیلزم (اشتراکیت اور نظام) سنہ ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی۔ جسمیں مندرجہ ذیل پیشگوئی درج تھی۔ جو کسی کشف و الہام پر مبنی نہ تھی بلکہ محض عقل و دور اندیشی پر +

طاقتور دول متمدن کا طرز عمل ایک دانشمند فلسفی کی نظر میں خوفناک مستقبل کا پیش خیمہ ہے ان میں سے ہر ایک سر تا پا مسلح ہو رہی ہے۔ اور ہر گر گوئے سبقت لیجانے میں ساعی۔ جب انکی تمام دولت اور طاقت اپنے دشمنوں کو تباہ کرنیوالے آلات کی ایجاد و اختراع میں صرف ہو رہی ہے۔ وہ سب کی سب اُن اخلاقی قوتوں کو قائم رکھنے سے غافل نظر آتی ہیں جن کی بدولت قومیں تباہ ہونے سے محفوظ رہتی ہیں انضباط قائم رکھنے والی اخلاقی قوتوں کے کمزور رہنے اور خواہشات نفسانی کے طاقتور ہونے کا لازمی نتیجہ ایک خوفناک جنگ ہوگا جسمیں تمام دول یورپ آپس میں گتھم گتھا ہو جائینگی اور اس جنگ کا نتیجہ وہی ہوگا جو عموماً دو برابر کے طاقتور جانوروں کی لڑائی کا ہوتا ہے۔ یعنی حملہ آور اور مدافعت کرنیوالا دونوں برباد ہو جائیں گے +

اس پیشگوئی کا آخری حصہ صرف جزوی طور پر پورا ہوا۔ یعنی فاتحین اور مفتوحین دونوں کا کچومر نکل گیا۔ لیکن ان میں سے کوئی بالکل تباہ نہیں ہو گیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ جوڑ برابر کا نہ تھا۔ چار کا مقابلہ چودہ سے ہوا۔ اس لئے سب دول یورپ کلی تباہ نہیں ہوئیں لیکن اخلاقی طور پر قریباً ساری کی ساری برباد ہو چکی ہیں۔ آج تمام یورپ اخلاقی اور مذہبی بدنظمی کا شکار ہو رہا ہے۔ معاشرتی زندگی حیوانیت کی سطح پر آگئی ہے۔ جیسا کہ میں نے اپنی کتاب مذکورہ بالا میں لکھا تھا۔ یہ جنگ اس لئے ہوئی کہ اخلاقی قوت کمزور ہو گئی تھی۔ اب چونکہ اخلاقی قوت تقریباً بالکل تباہ ہو چکی ہے۔ اسلئے آیندہ زمانہ میں

اس سے بھی زیادہ بربریت اور سفاکی کا احتمال ہے جس طرح گزشتہ جنگ کا خطرہ میں نے قبل از وقت محسوس کر لیا تھا۔ اسی طرح آیندہ جنگ کا خطرہ مارشل فوش لائڈ جارج اور مسٹر ویلس وغیرہم نے قبل از وقت محسوس کر لیا ہے یورپ میں قبل از جنگ عظیم بعض ممالک ایسے تھے جہاں کسی قدر مذہبی زندگی پائی جاتی تھی۔ ملک روس میں تو مسیحی مذہب خاص کر برسر اقتدار تھا۔ پادریوں کو کافی طاقت حاصل تھی۔ اوائل جنگ عظیم میں راسپوٹین شاہ و ملکہ روس پر حاوی ہو رہا تھا۔ عوام پر بھی اس کا کافی اثر تھا۔ اور لکھو کہا ایسے تھے جن کے عقائد وہی تھے جو صدیوں پہلے ان کے آباء و اجداد کے تھے انقلاب فرانس کے اثرات تقریباً تمام روسی خاندانوں کے دلوں سے زائل ہو چکے تھے۔ اہل انگلستان بھی زیادہ تر قدامت پسند واقع ہوئے تھے۔ اور برائے نام مذہب کے پابند تھے۔ بہت سے لوگ سبت پر عامل تھے۔ اتوار کے دن باقاعدہ گرجوں میں جاتے تھے۔ اور تکالیف کے وقت پادریوں کے پاس لیکن جنگ عظیم کی بدولت مسیحیت کا نام ملک روس سے مٹ گیا مثل ہندو مذہب کے مسیحی مذہب کا انحصار بھی مخصوص مذہبی راہنماؤں و پیشواؤں کے وجود پر ہے۔ اسی لئے جب پادریوں کا خاتمہ ہوا تو مسیحیت کا بھی۔ انگلستان میں بھی پادریوں کا اقتدار بہت کم ہو گیا ہے۔ گرجے خالی پڑے ہیں۔ اور سنا ہے کہ حال ہی خاندان شاہی کے ایک رکن بعض لوگوں کو سبت کے توڑ دینے کی شکایت بھی پیدا ہوئی۔ کلیسیا کے اکابر علانیہ اعتراف کرتے ہیں کہ مسیحیت کے عقائد اب عامۃ الناس کی تسلی نہیں کر سکتے +

حقیقت یہ ہے۔ کہ یورپ میں مسیحیت کا زوال اسی دن سے شروع ہو گیا تھا۔ جبکہ مسیحی مذہب اور مسیحی تمدن اسلامی تمدن سے دو چار ہوا۔ چنانچہ ڈاکٹر ڈریپر لکھتا ہے "پس جیسا کہ ہم کو معلوم ہے سپین میں اسلامی علوم کی نشر و اشاعت کی وجہ سے پاپائی مسیحیت کا تقریباً خاتمہ ہو گیا"۔ جو تمدن سپین میں مسلمانوں نے پیدا کیا۔ اسکی وجہ سے مسیحیت کے وقار کا پول کھل گیا۔ اور رہا سہا اقتدار کارزار صلیبی نے کھو دیا۔ فرنچ جو سب سے زیادہ مذہبی لوگ تھے اس کے بعد سب سے زیادہ مذہب مسیحی سے متنفر ہو گئے آخر کار فرانس کا عظیم ترین شخص نپولین دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اور تمام عمر مسلمان ہی رہا (یوروپین مصنفین کی سب کوشش جو وہ اس حقیقت کے چھپانے میں کرتے ہیں بیکار اور بے سود ہیں) آگے چل کر ڈریپر لکھتا ہے "ترکوں کے جارحانہ حملوں کی وجہ سے کلیسیا میں جمہوری رنگ کی جد و جہد کی ابتدا ہوئی۔ اور عارضی طور پر پوپ کے اقتدار کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ گویا اسلامی تلوار نے مسیحیت کو عارضی طور پر

سیاسی اقتدار عطا کر دیا۔ اگرچہ زندگی پیدا نہ ہوسکی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ قومیت کے تصور نے جو جنگ صلیبی کی وجہ سے یورپ میں پیدا ہوا مسیحیت کو مرنے نہیں دیا۔ پادریوں نے ایکا کرنے کیلئے کُل عیسائی یورپ کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارا اور اسلام کو بدنام کرنا شروع کیا۔ مبادا وہ لوگ جو مسیحیت سے بددل ہو رہے تھے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اسلام کے خلاف یہ پروپاگنڈہ اس حد تک کیا گیا کہ لوتھر نے بھی جو بڑی حد تک اسلام سے متاثر ہو چکا تھا۔ اسلام کو جی بھر کر کوسا بعض سیاسی مصالح کی بناء پر رُوس نے پادریوں کو تقویت پہنچائی۔ اس طور سے مسیحیت کی جان بچی۔ دراصل خود مسیحیت میں کوئی بات ایسی نہیں جس کی بناء پر اُسے بقاء دوام حاصل ہوسکے۔ کیونکہ وہ تنازع للبقا کے موکول میں مطلق مفید نہیں۔ اسکی بنیاد خونریزی بلکہ بد اخلاقی پر رکھی گئی ہے۔ کوئی سمجھدار آدمی ایک لمحہ کے لئے بھی مسیحی عقاید پر بصمیم قلب ایمان نہیں لاسکتا۔ اسکی اخلاقی تعلیمات بھی (جن میں اولیت یا اختصاص نام کو نہیں) ایسی ہیں جن سے کوئی عملی فواید مرتب نہیں ہوسکتے۔ کوئی قوم جو اس دُنیا میں باعزت مُہذب اور مرفہ الحال زندگی بسر کرنی چاہتی ہے۔ ایا منٹ کیلئے مسیحیت پر عامل نہیں ہوسکتی اور ایک عیسائیت کیا سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب اُس کے مقاصد کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ زمانہ ترقی میں مذہبی زندگی بھی یسوع یا بدھ کی پیروی سے قائم نہیں ہوسکتی۔ بلکہ صرف نبی کریم صلعم کے اُسوہ حسنہ کو سامنے رکھنے سے تمدن و تہذیب یورپ کسی صورت میں بھی مسیحیت کے زیر بار احسان نہیں ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مدبرین یورپ نے مختلف اقوام میں یک جہتی قائم کرنے کیلئے اور ایشیا اور افریقہ کو محکوم بنانے کی خاطر مناسب سمجھا کہ مسیحیت کا لباس قطعاً اُتار کر نہ پھینکا جائے مسیحیت کا نام لے کر انھوں نے دیگر ممالک کی قدیم تہذیب کو بھی برباد کیا لیکن بعد از جنگ اب اُنہوں نے اپنے حصول مقاصد کا آلہ مجلس الیگ آف نیشنس مجلس اقوام کو بنالیا ہے۔ انجام کار یہ مجلس بھی ناکام ثابت ہوگی۔ کیونکہ اسکی پُشت پر کسی قسم کی اخلاقی قوت موجود نہیں ہے، عام طور سے اس مجلس کو کفن چوروں کی جماعت یا حریص قزاقوں کی ٹولی کہا جاتا ہے۔ جو ایک ایک دن مال مفتوحہ پر آپس میں صف آرائی کرینگے۔ آج بھی ایریشن کمیٹی (مجلس تاوان) کی کارروائیوں سے عیاں ہے کہ اس مجلس کا ہر رکن بنیہ زر ہے۔ بہرکیف عارضی طور پر اس مجلس کے قیام کی وجہ سے یورپ کی وہ ضرورت بھی جس کی خاطر مسیحیت کا چرچا تھا پوری ہوگئی ہے۔ اس لئے اب کسی کو مسیحیت سے کوئی سروکار باقی نہیں رہا۔ رُوس میں لینن کی نظر میں مسیحیت اور پادری دونوں ترقی اور تہذیب کے حائل ثابت ہوئے۔ پس اس نے اپنے فولادی ہاتھوں

سے ان دونوں چیزوں کا خاتمہ کر دیا ۔

لیکن افسوس کہ مسیحیت کی اس تخریب میں ایک زبردست خطرہ مضمر ہے ۔ یعنے خود مذہبیت کا قیام مشکل نظر آتا ہے ۔ اندیشہ ہے کہ وہ تمام قیود جو انسان کی حیوانی خواہشات پر عاید ہیں بکلّی دُور نہ ہو جائیں بدقسمتی یہ تھی کہ یُورپ سے مرعُوب ہو کر لوگوں کے دلوں میں یہ بات جاگزین ہو گئی تھی ۔ کہ دُنیا میں صرف ایک ہی مذہب لائق قبول ہے یعنی مسیحیت اور جب وہ خود ہی اہل یورپ کے نزدیک بیکار اور لغو ثابت ہوا ۔ تو سرے سے مذہب ہی کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی ۔ حالانکہ حقیقت حال اس کے خلاف ہے ۔ نہ تو یہ بات درست ہے کہ مسیحیت ہی بہترین مذہب ہے اور نہ یہ کہ مذہبی زندگی انسان کیلئے غیر ضروری ہے ۔ کوئی شخص جان ولیم ڈریپر ایل ایل ڈی سابق پروفیسر نیویارک یونیورسٹی مصنف معرکۂ مذہب و سائنس" اور یورپ کے ارتقائے ذہنی کی تاریخ" وغیرہ وغیرہ پر جہالت پرستی یا قدامت پسندی کا الزام نہیں لگا سکتا ۔ اور یہ بات بھی مُسلّم ہے کہ ڈریپر کو اپنے زمانہ کے مُدبّرین سے کہیں زیادہ حالات عالم سے واقفیت حاصل رہی ہے ۔ اور معلومات علمی میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں ۔ اس لئے مناسب ہوگا ۔ اگر اس موقعہ پر اُن کے خیالات سے استفادہ کیا جائے ۔ وہ لکھتے ہیں "مذہبی احساس رکھنے والی اقوام کو خواہ وہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتی ہوں ۔ اور اُن کی سیاسی زندگی کیسی ہی کیوں نہ ہو بمقابلہ ان اقوام کے کامیابی کے امکانات زیادہ حاصل ہیں جو محض دُنیا طلبی میں گرفتار رہیں ۔ اور عقبیٰ کے خیالات سے غافل ہیں یا جو خدا پرستی ترک کر چکی ہیں" ۔

اسلام نے دُنیا پر اور اہل دُنیا پر جتنے احسانات کئے ہیں ان کا شُمار بہت مشکل ہے اور جو احسان اسلام نے یورپ پر کیا ہے جس کی بدولت یورپ میں بیداری اور علمی ترقی کا دور دورہ ہوا وہ قیامت تک ادا نہیں ہو سکتا ۔ یوروپین تمدّن میں جس قدر خوبیاں ہیں ۔ وہ کسی نہ کسی رنگ میں اسلام کی برکات پر مبنی ہیں ۔ میں پوری قوت کے ساتھ تمام یوروپین اہل علم حضرات کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اگر ممکن ہو تو میرے دعوے کی تردید کریں ۔ وہ تمام اصلاحات جو دُنیا کیلئے مفید ہو سکتی ہیں ۔ آج سے تیرہ سو سال پہلے دُنیا کے سب سے بڑے ریفارمر نے بیّن طور سے دُنیا کے سامنے پیش کر دی تھیں ۔ آج ہر شخص خواہ اس کے خیالات کسی قسم کے کیوں نہ ہوں اس امر کا معترف ہے ۔ کہ جو اصلاحات لینن نے نافذ کیں ۔ وہ حد درجہ انقلاب انگیز ثابت ہوئیں ۔ بلکہ وہ اُن اصلاحات سے بھی زیادہ انقلاب انگیز ثابت ہوئیں جو انقلاب فرانس کے بعد فرانس میں نافذ ہوئی تھیں لیکن اگر لینن نے اسلام کا مطالعہ کیا ہوتا تو وہ یقیناً اُسے قبول کر لیتا ۔ جس طرح اسکے دوست اور رفیقِ کار

ٹراٹسکی نے آج کیا ہے۔ اگر لینن اسلام لے آتا تو وہ یقیناً ساری دنیا میں انقلاب پیدا کر دینے کے مقصد میں کامیاب ہوتا۔ اور اُسے وہ خونریز اور ظالمانہ طریقے بھی اختیار نہ کرنے پڑتے جو اس نے وقتاً فوقتاً اختیار کئے۔ اگر اسٹیلن میں کچھ بھی سمجھ کا مادہ ہے تو اس کے لئے اس سے زیادہ نفع بخش اور کوئی کام نہیں ہو سکتا کہ وہ مصلح اعظم علیہ السلام کے سامنے زانوئے ادب تہ کرے +

خوش قسمتی سے آپ کی تعلیم آج بھی اُسی آسانی سے مل سکتی ہے جس آسانی سے اب سے تیرہ سو سال پہلے مل سکتی تھی افسوس اگر ہے تو اسیات کا کہ مثل دیگر اہالی مذاہب کے آپ کے پیرو بھی آج آپ کی تعلیم سے بعض صورتوں میں دور جا پڑے ہیں۔ اور اسلام کی اصلی پاکیزگی بعض پہلوؤں سے مفقود ہو گئی ہے۔ پس اگر کوئی شخص طالب صداقت ہے۔ تو اُسے بذاتِ خویش تلاش و تحقیق سے کام لینا چاہئیے؟ اور اُن لوگوں کے کہنے سننے پر عمل نہ کرنا چاہئیے جو اس ہادی برحق کے نام لیوا تو کہلاتے ہیں مگر پوری پیروی نہیں کرتے۔ خوش قسمتی سے کارِ تحقیق مطلق دشوار نہیں ہوگا کیونکہ جو ہدایت نامہ آپ نے بنی نوع آدم کے راہ راست پر چلنے کیلئے چھوڑا تھا۔ وہ آج بھی صحیح سلامت موجود ہے آج تیرہ صدیوں کے بعد بھی قرآن شریف لفظاً بہ لفظاً وہی ہے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں تھا۔ یعنی اسلام کا منبع ابھی تک صاف اور پاک ہے۔ اور ہر شخص قدرے تکلیف اُٹھا کر اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ آنحضرت صلعم اپنے پاکیزہ خصائل اور دلپذیر عادات کی وجہ سے محبوب خاص و عام تھے۔ اس لئے آپ کی وفات کے بعد آپ کے متبعین اور جاں نثاروں نے آپ کے افعال اور اقوال کو بھی قلمبند کیا اور لوح دل پر بھی نقش کیا۔ چنانچہ آج ہم آنحضرت صلعم کے متعلق اپنے آباؤ اجداد کی بہ نسبت زیادہ جانتے ہیں۔ آپ کے باطنی خیالات اور جذبات تک ضبط تحریر میں آچکے ہیں پس آپ آج بھی ذاتی طور سے ہماری راہنمائی کیلئے زندہ ہیں۔ جس طرح قرآن شریف ہماری مذہبی ہدایت کے لئے موجود ہے۔ چونکہ آپ کے معاصر متبعین نہایت دیندار مخلص اور نیک نہاد تھے اس لئے اُن احادیث کی صحت میں بہت کم شُبہ کی گنجائش ہے۔ جو اُن لوگوں سے منسوب ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد محدثین نے احادیث مروجہ کو ایک خاص معیار مقرر کر کے پرکھا اور جو موضوع تھیں ان کو ترک کیا +

لیکن نبی کریم کی لائف کا مطالعہ کرتے ہوئے ان لوگوں کو اسبات کا بھی خیال رکھنا چاہئیے۔ جن کی عقیدت اتنی نہیں کہ وہ محرمانہ (پرائیویٹ) اقوال و افعال بھی جو عموماً کسی غیر کو نہیں معلوم ہوتے۔ نہ کسی غیر کو ان کے کھوج کرنے کا حق ہوتا ہے، ان مجموعہ احادیث میں مندرج ہیں۔ اور یہ احادیث ان لوگوں سے مرتب اور مدون کی ہیں جو آپ سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ کوئی بیٹا اپنے باپ سے اور کوئی ماں اپنی بیٹی سے اور کوئی زوجہ اپنے شوہر سے نہیں کر سکتی۔ اُن کے نزدیک

آپ کے جزوی سے جزوی افعال و اقوال ایک خاص اہمیت رکھتے تھے۔ چونکہ آپ کے پیرووں کے دلوں میں آپ کے لئے بیحد و عدیم النظیر، کامل شیفتگی اور لاثانی محبت تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اُنھوں نے آپ کے معمولی سے معمولی اور مخفی سے مخفی اعمال و اقوال کی بھی جستجو رکھی۔ اور بعد ازاں اُسے ضبط تحریر میں لے آئے۔ آنحضرت صلعم کا یہ معجزہ بالکل نادر الوجود ہے کہ باوصف اس کے کہ آپ کے خفیہ سے خفیہ حالات معلوم ہیں پھر بھی آج نہ صرف آپ کے پیرو بلکہ غیر بھی آپ کی طرف اور آپ سے محبت پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں۔ ہر شخص جو آپ کے سوانح حیات پڑھتا ہے۔ وہ آپ کا کلمہ پڑھنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ جن عیسائی یورپین مصنفین نے آپ کے سوانح حیات کا مطالعہ تنقیدی اور غیر متعصبانہ نگاہ سے کیا ہے۔ اُن کو مسٹر پول کی طرح نہ صرف آپ کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑا ہے بلکہ آپ سے محبت کا اقرار کیا۔ چنانچہ مسٹر پول لکھتے ہیں "آپ کی دلیرانہ خصائل میں کچھ ایسی نزاکت اور لطافت کا جوہر آمیختہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص آپ کے متعلق بے لاگ رائے قائم کرنا چاہے تو اندیشہ ہے۔ کہ وہ آپ کی پاکیزہ فطرت اور جاذب توجہ شخصیت سے مرغوب ہو کر آپ کا جانبدار بن جائیگا اور محبت کا دم بھرنے لگیگا۔ آپ ایسے حلیم الطبع تھے۔ کہ جن لوگوں نے آپ کو بے اندازہ اذیت پہنچائی تھی فتح مکہ کے بعد ان سے آپ نے مطلق تعرض نہ کیا۔ آپ اس قدر محبت بھرا دل رکھتے تھے کہ اگر چھوٹے بچوں کے پاس سے ہو کر گذرتے۔ تو اُن کو ضرور پیار کرتے۔ تالیف قلوب اس درجہ کہ جب تک دوسرا آپ کا ہاتھ نہ چھوڑتا۔ آپ اس کا ہاتھ پہلے کبھی نہ چھوڑتے۔ آپ کی دوستی مخلصانہ تھی فیاضی شریفانہ تھی۔ جرأت دلیرانہ اور بے پایاں تھی۔ پس ان خصائل کے سامنے نکتہ چینی بھی تحسین میں مبدل ہو جاتی ہے۔ آپ اس رنگ میں دھن کے پکے تھے جس میں یہ صفت انسان کے لئے مفید اور دنیا کیلئے ضروری ہو جاتی ہے" +

اب محمدؐ (روحی فداہ) کی اس جاذب توجہ، دلفریب، محبت افروز، روح پرور اور جانفزا طبیعت کا موازنہ یسوع کی شخصیت مندرجہ بائیبل سے کیجئے۔ جبکہ آنحضرتؐ کی پاک خصلت آج ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد بھی اپنوں سے نہیں بلکہ غیروں سے خراج تحسین وصول کر رہی ہے یسوع کی شخصیت اُن کی زندگی میں بھی لوگوں کو اپنی طرف نہ کھینچ سکی۔ اور کھینچتا تو درکنار اُن کے خاص شاگردوں اور حواریوں کی اخلاقی حالت کا یہ عالم تھا۔ کہ ایک نے اُن کو گرفتار کرا دیا۔ اور دوسرے نے تین مرتبہ سر عدالت

ان سے واقفیت سے بھی انکار کرکے دروغ بیانی اور بزدلی کی انتہا دکھا دی جس مذہب کے پختہ ترین پیروؤں کے اخلاق کا یہ عالم ہو کہ جو دس بارہ آدمی حضرت عیسیٰ کے ساتھ تھے وہ بھی ناکارہ ثابت ہوئے تو آج وہ مذہب کس کام کا سمجھا جا سکتا ہے۔ گذشتہ جنگ عظیم کے نتائج اس قدر تباہ کن تھے۔ اور لڑائیاں ایسی سفاکی اور وحشت کے ساتھ لڑی گئیں کہ ان سے مسیحیت کا ناکارہ پن اس نسل نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا یعنی نہ زمانۂ صلح میں وہ کسی کام کی ہے۔ نہ زمانۂ جنگ میں۔ نہ صرف دنیاوی معاملات میں مسیحیت نے انسانوں کی غلط طریق پر رہنمائی کی ہے۔ بلکہ خود خدا تعالیٰ کے متعلق نہایت گمراہ کن اور غلط عقاید کی تعلیم دی ہے۔ پس جنگ عظیم کے نتائج کی بنا پر لوگوں کا ایمان اس خدا پر سے ہی اُٹھ گیا جسے مسیحیت نے پیش کیا تھا۔ برخلاف اس کے اگر وہ تمام لوگ اس وقت قرآن شریف اور سوانح حیات محمدی کی طرف رجوع کریں۔ تو ان کو نہ صرف دنیاوی معاملات میں صحیح ہدایت ملیگی۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے متعلق بھی سچا عرفان اور اعلیٰ ایمان حاصل ہوگا۔ اسی بنیاد پر میں تمام دنیا کی حکومتوں اور ان کی رعایا سے درخواست کرتا ہوں کہ جنگ عظیم کی بنا پر جو لہر دنیا میں لامذہبیت کی دوڑ رہی ہے۔ اس میں بہنے سے قبل وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں۔ اور آپ کے خدا پر ایمان لے آئیں۔ تو وہ حیوانیت کے دائرہ میں داخل ہونے سے بچ جائیں گے جس میں نہ کوئی اخلاقی قید ہوتی ہے نہ خیالات اور افعال پر کوئی پابندی نہ آپس میں کوئی ہمدردی نہ ایثار کا مادہ۔ یہ بات واضح رہنی چاہیئے کہ انسان بھی ایک حیوان ہے اگر اس میں سے انسانیت کا عنصر نکال دیا جائے۔ تو پھر وہ نہایت شریر خود غرض اور تباہ کن حیوان بن جائیگا یعنی ایسا وجود جو درجہ خطرناک ہو۔ انسان بالطبع متمدن ترقی پسند اور مخیر ہے اس لئے مذہب کے بغیر اُسے چارہ نہیں اور خدا کے بغیر اسکی گذر نہیں ہو سکتی۔ یہ میرا ہی خیال نہیں ہے ذیل میں دو قیمتی اور وزنی آرا نقل کرتا ہوں۔ فرانس کا مشہور فلسفی رینان کہتا ہے۔ کہا جائیگا کہ ان توہمات مذہبی سے کیا حاصل مستقبل میں کیا نتیجہ ہوگا۔ ابھی سے اس کی فکر کیوں نہ ہو میرا جواب یہ ہے کہ توہمات یا ظنیات کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ آدمی کو اعلیٰ تخیلات کی ضرورت ہے۔ تاکہ اسکی خفتہ قوتیں بیدار ہو جائیں لیکن اگر مستقبل تاریک اور حقیر ہو تو کوئی شخص کیسے لئے

سائی ہو گا؟ اس سے تو یہی بہتر ہے، کہ موجودہ زندگی کو عیاشی میں بسر کیا جائے"۔ میرا خیال ہے کہ سب آزاد خیال حضرات حتّٰے کہ بولشویک تک اس تنبیہ کو غور سے سُننیگے۔ جو جوزف میزینی نے ذیل کے الفاظ میں دی ہے"۔ میں نے فرانس کے مزدوروں کو دیکھا ہے۔ کہ دوسری دفعہ کے واقعات کو بطور تماشا دیکھتے رہ گئے کیونکہ ان کے جملہ تمدنی معاملات صرف مادی ترقی کی خواہش میں منحصر ہو گئے تھے اور انھوں نے حماقت سے یہ سمجھا تھا۔ کہ جس شخص نے انکے ملک کی آزادی فریب سے غصب کی ہے وہ اپنے موعودہ وعدہ پر قائم رہینگے لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ بغیر خدا کے بغیر اخلاقی قوانین کے احساس کے بغیر راستی کے بغیر جذبہ ایثار کے، اور صرف ان لوگوں کی پیروی کر کے جو نہ ایمان رکھتے ہیں نہ صداقت کا پاس نہ پاکیزہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ نہ جن کے سامنے کوئی عملی نمونہ ہے۔ کوئی شخص کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ ممکن ہے۔ کہ ناجائز وسائل سے چند روزہ کامیابی حاصل ہو جاوے لیکن وہ انقلاب عظیم جس کی خواہش تم لوگوں کو اور مجھے یکساں ہے وہ انقلاب جو سراب نہ ہو نہ زخم خوردہ خودنمائی پر مبنی ہو۔ بلکہ مذہبی اعتقاد پر ہرگز پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ مقصود اصلی اور تمنائے قلبی ہر تمدنی و معاشرتی انقلاب کی یہ ہونی چاہئے کہ ہمارے اور ہمارے ہم جنسوں کے خود نفس کی اصلاح ہو جاوے"۔ +

اگر میزینی کے معیار کے مطابق انقلاب آج کل بھی مدنظر ہے۔ تو میں ہر مصلح قوم اور انقلاب پسند کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ لوگ جوق جوق آئیں اور حضرت محمد صلعم کے قدموں میں پناہ لیں۔ میں متمدن سے متمدن قوم کو آج بھی شیخ سعدی کی طرح متنبّہ کرتا ہوں ؎

مپندار سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفٰے

# کوائف مسلم مشن ووکنگ انگلستان

از قلم خواجہ عبد الغنی صاحب۔ سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل لاہور

جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی قائمقام امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) بمع دیگر مبلغین و کارکنان مشن تبلیغی جد و جہد میں مصروف ہیں۔ صاحب موصوف نے مشن مذکورہ کی اگست کے چار ہفتوں کی رپورٹ ہمارے پاس اشاعت کی غرض سے بھیجی ہے۔ جو اُمید ہے، کہ ناظرین اخبار کی دلچسپی کا موجب ہوگی +

جناب مولوی عبد المجید صاحب نے جولائی کے آخری ہفتہ میں لندن مسلم نماز گاہ میں ایک لیکچر "اسلامی نماز" پر دیا جس میں آپ نے نماز کے معانی پر روشنی ڈالی۔ سامعین میں سے ایک خاتون نے سوال کیا "ولا الضالین" کے معانی جو آپ نے بیان کئے ہیں۔ وہ تو ہم عیسائیوں پر صادق نہیں آتے۔ جناب مولوی صاحب موصوف نے پوچھا۔ کہ کیوں؟ تو اس پر وہ کہنے لگیں۔ کہ میرا تو الوہیت مسیح پر ایمان ہی نہیں۔ اس پر جناب مولوی صاحب نے جواب دیا کہ اگر آپ کا جناب مسیح کی خدائی پر ایمان نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ محض رسمی عیسائیت کی پابند ہیں۔ دراصل آپ ایک مسلمہ ہیں۔ یہ ایک ادنےٰ سی مثال اس متنفر و بیزاری کی ہے۔ جو یورپین کے اندر خود بخود پیدا ہو رہی ہے۔ اور لوگ غیر محسوس طریق پر اسلام کے عقاید اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ضرورت وقت اس امر کی متقاضی ہے۔ کہ اس وقت یورپ میں اسلامی ادبیات کا ایک دریا بہا دیا جاوے۔ یوروپین لوگوں میں اسلامی لٹریچر کی کثرت سے مفت نشر و اشاعت ہو۔ تاکہ لوگوں کو اسلام کی اصلی تعلیم نظر آجاوے لیکن یہ سبھی باتیں کثیر سرمایہ کو چاہتی ہیں +

## اسلام میں ترقی کی جبلی قوت

۴۔ اگست ۱۹۲۹ء بروز اتوار سلندن نماز گاہ میں عالیجناب سر ذوالفقار علی صاحب نے ایک شاندار و بسیط لیکچر دیا۔ لیکچر کے اختتام پر معززمقرر کے اعزاز میں کارکنان مسلم مشن ووکنگ نے

ایک شاندار "ایٹ ہوم" دیا +

## (۳) قومی منافرت کو دور کرنے میں اسلام کا قدمِ ترقی

۱۱۔ اگست ۱۹۲۹ء بروز اتوار ۔ جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم ۔ اے ۔ بی ۔ ٹی قائمقام امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) نے مجلس رُوحانیت کلینس ۔ ایس ۔ ڈبلیو ۔ لندن میں ایک بصیرت افروز لیکچر شام کے آٹھ بجے "قومی منافرت کے دور کرنے میں اسلام کا قدم ترقی" کے موضوع پر دیا ۔ لیکچر میں تین پادری بھی تھے ۔ لیکچر کے ختم ہونے پر سوالات کا موقعہ دیا گیا ۔ لیکن کسی نے سوال کرنے کی جرات نہ کی ۔ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا ۔ کہ اسلام کا سب سے بڑا کمال یہ ہے ۔ کہ اس نے عملی سبق دیکر دُنیا کی آبادی کے ایک کثیر حصہ سے قومی منافرت کو جڑ سے اکھاڑ دیا ہے ۔ لیکچر کو سُنکر سامعین بہت ہی محظوظ ہوئے +

## (۴) جناب مسیح صلیب پر نہیں مرے

جناب عبد الخالق خان صاحب بی ۔ اے ۔ لوہرہ مشنری نے مسجد ووکنگ میں موضوع بالا پر ایک زبردست لیکچر دیا ۔ آپ نے اپنے دعوے کی تائید میں انجیلی و قرآنی حوالجات پیش کئے اور ان کو تاریخی بیانات سے مستنبط کیا ۔ مضمون بالا کو خان صاحب موصوف نے نہایت ہی خیر و خوبی سے دو گھنٹہ کے اندر نبھایا ۔ اور اس کے بعد سوالات کی اجازت دی +

## (۵) عیسائیت میں صنم پرستی

عنوان بالا پر جناب عبد الخالق خاں صاحب نے ایک لیکچر ۳½ بجے شام کو مسجد ووکنگ میں دیا ۔ اس لیکچر میں سامعین کی کثیر تعداد تھی ۔ خان صاحب موصوف نے مسٹر آرتھر ویگل کے خیالات کی پُوری پُوری وضاحت کے ساتھ تشریح کی جسمیں خداوند تعالیٰ جناب مسیح سے چند استفسارات کے جوابات طلب فرماتے ہیں اور اسکے بعد معقول طریق پر آپ نے بتلایا ۔ کہ جناب مسیح کے چلے جانے کے بعد اسکی تعلیم میں کس طرح تحریف و تبدیلی رُونما ہوگئی ۔ اور کس طرح عیسائیت کی اکثریت اپنے ابتدائی آباؤ اجداد کے مذہب کی اس قسم کی تشریحات کو دیکھ کر حیران ہوکر چونک اُٹھی ہے +

# گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان و انگلستان از یکم ستمبر لغایت ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۲۹ء

| تفصیل آمد | نمبر | رقم آمد ہندوستان و انگلستان — پائی | آنہ | روپیہ | تفصیل خرچ | نمبر | رقم خرچ ہندوستان و انگلستان — پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| آمد ہندوستان مشن .. .. | ۱ | ۰ | ۷ | ۷۳۴ | خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو ہندوستان | ۵ | - | ۰ | ۲۰۷۷ |
| " اسلامک ریویو .. .. | ۲ | ۰ | ۱۴ | ۱۱۸۱ | | | | | |
| آمد مشن انگلستان .. .. | ۳ | - | - | - | | | | | |
| آمد ریویو " .. .. | ۴ | - | - | - | خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو در انگلستان | ۶ | ۵ | ۳ | ۱۱۸۴ |
| ریزرو فنڈ " .. .. | - | - | - | ۸۰ | | | | | |
| میزان .. .. | - | ۰ | ۵ | ۱۹۹۶ | میزان | ۰ | ۵ | ۴ | ۳۲۶۱ |

دستخط - فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن - عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور

# نقشہ تفصیل آمد مشن ہندوستان بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۹ء از یکم ستمبر لغایت ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۲۹ء

| تاریخ | نمبر رسید | اسمائے معطی صاحبان | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۲ 9/29 | ۳۲۴ | جناب چوہدری محب اللہ صاحب انوڑہ | - | - | ۲ |
| " | ۳۲۵ | " بابو محمد ابراہیم صاحب بھوالی .. .. | ۰ | ۰ | ۴ |
| " | ۳۲۶ | " محمود صاحب ملیبار .. .. | ۰ | - | ۱ |
| ۳ 9/29 | ۳۲۷ | " ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور .. .. | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| " | ۳۲۸ | " ایم ۔ اے ۔ خان صاحب بمبئی .. .. | - | - | ۴ |
| " | ۳۲۹ | حضرت خواجہ صاحب لاہور .. .. | - | - | ۵ |
| " | ۳۳۰ | جناب قاضی منہاج الدین صاحب شاہپور | - | ۰ | ۲ |
| ۵ 9/29 | | " سیادت حسین صاحب لیفٹنٹ کاٹھیاواڑ | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| " | ۳۳۲ | " عبدالحق صاحب گجرات .. .. | - | ۰ | ۵ |
| ۶ 9/29 | ۳۳۵ | " نور علی صاحب ایبٹ آباد .. .. | ۰ | ۰ | ۵ |
| " | ۳۳۶ | " منشی عبدالغفور صاحب عارف پور .. .. | - | - | ۲ |
| " | ۳۳۷ | " محمد تسنیم اللہ صاحب باندرا .. .. | ۰ | - | ۵ |
| ۷ 9/29 | ۳۳۹ | " ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب پشاور .. .. | - | ۰ | ۵۰ |
| " | ۳۴۰ | " نظام الدین صاحب " .. .. | ۰ | ۰ | ۲ |
| " | " | " آغا اصغر شاہ " .. .. | ۰ | ۰ | ۳ |
| " | " | " دلاور خان صاحب " .. .. | ۰ | ۰ | ۲ |
| " | " | " مولانا مولوی غلام حسن " .. .. | ۰ | ۰ | ۱ |
| ۱۰ 9/29 | ۳۴۱ | " ایم ۔ اے ۔ صوفی صاحب کلکتہ | ۰ | - | ۱۰ |
| " | ۳۴۲ | " محمد زکی ... امداد مشن ۔ قیمت تحفۃ المسلم / " نصیر الدین صاحب امداد مشن | - | - | ۷ |
| ۱۱ 9/29 | ۲۹۳ | حضرت خان محمد صاحب انسپکٹر کرنال | ۰ | - | ۱۵ |
| ۱۳ 9/29 | ۳۴۵ | جناب عبدالشکور صاحب لاہور | ۰ | ۸ | ۰ |
| ۱۴ 9/29 | ۳۴۷ | جناب طاہر علی بی صاحب بانس گاؤں | - | ۰ | ۲ |
| " | ۳۴۸ | " فضل الدین صاحب اوجین .. .. | ۰ | ۰ | ۵ |
| " | ۳۴۹ | " محمد سلیم خان صاحب علی بیگ .. .. | - | ۰ | ۲ |
| ۱۷ 9/29 | ۱۰۶۲ | " محبوب خان صاحب دھاروار .. .. | ۰ | ۰ | ۱ |
| ۱۸ 9/29 | ۱۵۱ | " محمد نور قنی صاحب ڈیپی .. .. | ۰ | ۱۰ | ۵ |
| " | ۳۵۲ | " شیخ احمد حسین صاحب بصیر | - | ۰ | ۱ |
| " | ۳۵۳ | فروخت انگریزی کتب معرفت ... | ۰ | ۶ | ۱۳ |
| | ۳۵۴ | " اردو " " | - | ۱۴ | ۱ |
| ۱۸ 9/29 | ۳۵۵ | جناب نواب ... لائیڈ .. .. | ۰ | ۰ | ۲۰ |
| ۲۰ 9/29 | ۳۵۶ | " امیر حسین صاحب کاکوری لکھنؤ .. .. | - | ۰ | ۱ |
| " | ۳۵۷ | " سید محمود صاحب میسور سٹیٹ .. .. | - | ۰ | ۱ |
| ۲۱ 9/29 | ۳۵۸ | " شیخ نیاز احمد صاحب وزیر آباد .. .. | ۰ | ۰ | ۲۰ |
| ۲۴ 9/29 | ۳۵۹ | " ایس شیخ محمد صاحب احمد نگر .. .. | - | - | ۳۵ |
| " | ۳۶۰ | " شیخ منہاج الدین صاحب رحیم یار خان .. .. | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| " | ۳۶۱ | " احمد حسین صاحب لکھنؤ .. .. | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| " | ۳۶۳ | حضور نواب صاحب منگرول .. .. | ۰ | - | ۹۹ |
| ۲۷ 9/29 | ۳۶۴ | جناب ایم عباد اللہ خان صاحب امراوتی برار | - | ۰ | ۱۲ |
| ۳ 10/29 | ۳۶۷ | " برکت علی صاحب سہارنپور .. .. | ۰ | - | ۵ |
| | ۳۶۸ | " عبدالحق صاحب گجرات .. .. | ۰ | - | ۵ |
| ۷ 10/29 | ۳۶۹ | " حضرت خواجہ صاحب لاہور .. .. | - | - | ۵ |
| ۸ 10/29 | ۳۷۰ | " ڈاکٹر ایم اے صوفی صاحب کلکتہ .. .. | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| " | ۳۷۱ | حضور نواب صاحب منگرول .. .. | ۰ | ۰ | ۹۹ |
| | ۳۷۴ | خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب / جناب ڈاکٹر نظام الدین صاحب / " دلاور خان صاحب پشاور | ۰ | ۰ | ۵ |
| ۱۵ 10/29 | ۳۷۴ | " شیخ نیاز احمد صاحب وزیر آباد .. .. | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| ۱۸ 10/29 | ۳۷۵ | چندہ ملازمین دفتر لاہور .. .. | ۶ | ۳ | ۱۱ |
| | | جناب ظہیر القیوم صاحب دیناپور | - | - | ۱۲ |
| " | ۳۷۶ | جناب محمد عبدالحفیظ صاحب براتول | - | - | ۵ |
| 10/29 | ۳۷۷ | جناب محمد مراد صاحب بانجوری | - | ۰ | ۱ |
| | ۳۷۸ | جناب ڈبلیو بی ... | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| | | میزان | ۰ | ۷ | ۵۸۴ |
| | | واپسی امپرسٹ جو کہ سال رواں کیلئے منتقل تھی .. | | | ۱۵۰ |
| | | کل میزان | ۰ | ۷ | ۷۳۴ |

## نقشہ نمبر ۴ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۹ء از یکم ستمبر لغایت ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۲۹ء

| تاریخ | نمبر رسید | اسمائے معطی صاحبان | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۶ ۹/۲۹ | ۳۳۷ | عالیجناب حضور نواب صاحب ۔ بھوپال .. .. .. | - | ۸ | ۴۹ |
| ۳۱ ۹/۲۹ | ۳۴۱ | صوفی صاحب کلکتہ .. .. .. | - | - | ۱۰ |
| ۱۸ ۹/۲۹ | ۳۵۳ | فروخت کتب انگریزی .. .. .. | - | ۶ | ۱۳ |
| ″ | ۳۵۴ | ″ ″ اردو .. .. .. | - | ۱۴ | ۱ |
| ″ | ۳۶۲ | جناب محمد ارشاد علی صاحب عدن .. .. | | - | ۵ |
| ۳ ۱۰/۲۹ | ۳۶۶ | عالیجناب حضور نواب صاحب بھوپال .. .. .. | - | ۸ | ۴۹ |
| ۳ ۱۰/۲۹ | ۳۷۰ | جناب ڈاکٹر ایم ۔ اے صوفی صاحب کلکتہ .. .. | - | - | ۱۰ |
| یکم ستمبر لغایت ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۲۹ء قیمت رسالہ اسلامک ریویو | | .. .. | - | ۱۰ | ۸۹۲ |
| واپسی پیشگی امپرسٹ جو کہ سال رواں کے اخراجات کیلئے پیشگی لیا تھا | | | - | - | ۱۵۰ |
| | | میزان .. .. .. | - | ۱۴ | ۱۱۸۱ |

## نقشہ نمبر ۵ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو در ہندوستان از یکم ستمبر لغایت ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۲۹ء

| تاریخ | نمبر رسید | تفصیل | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۲ ۹/۲۹ | ۹۳ | بل عملہ ہندوستان بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۹ء | ۰ | ۱۱ | ۶۷۱ |
| ۲۸ ۹/۲۹ | ۹۵ | قیمت رسالہ اشاعت اسلام جو معطی صاحبان مشن کو روانہ کیا گیا ۔ قیمت ایک سال سنہ ۱۹۲۸ء | | ۱۲ | ۴۱۴ |
| ۳ ۱۰/۲۹ | ۹۶ | رقوم واپسی جو کہ غلطی سے جمع ہوئی منیجر تصنیفات کو واپس دی گئی .. .. | ۰ | ۱۴ | ۱۴ |
| | | ″ مسلم بک سوسائٹی کو واپس دی گئی .. .. | - | - | ۴ |
| ۱۸ ۱۰/۲۹ | ۹۹ | بل عملہ ہندوستان ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۹ء | ۰ | ۱۱ | ۶۷۱ |
| ″ | ۱۰۰ | بل سائر ہندوستان ۔ کاپی قواعد ۸ ر ۔ ایک ریم برائے اسلامک ریویو ۵ روپیہ ۔ سٹیشنری للعہ ۔<br>ڈکشنری انگریزی للعہ ۔ اجرت ٹائپ کرائی مضمون قدوائی صاحب عہ ۔ کاغذ ایک ریم ٹائپ عہ ۔<br>سٹیشنری للعہ ۔ کرایہ تانگہ ۲ ر ۔ ڈکشنری انگریزی برائے اردو ترجمہ عہ ۔ کرایہ بجلی للعہ ۔<br>کاغذ برائے رجسٹر دفتر ۔ کرایہ تانگہ آمد و رفت انارکلی مضمون قدوائی صاحب ۲ ر ۔<br>مہترانی ماہ اگست ۸ ر ۔ کرایہ دفتر ۱۳ روپیہ ۔ بیوی ۱ ر ۔ کاٹھ ایکہزار عہ ۔<br>بٹہ چک عہ ۔ کرایہ تم انارکلی دسٹینل آمد و رفت برائے لانے معطی ۔ بلیٹ فارم ۱ ر ۔<br>لفافہ بیرنگ ۔ خط بیرنگ ۲ ر ۔ قوعید مبارک اجرت کاتب ۔<br>ایک ریم لفافہ کٹائی ۱۲ ر ۔ جلد بندائی رجسٹر ۸ عدد ۔ چھپوائی کارڈ ۱۵ روپیہ ۔<br>چھپائی فارم مشن ۔ چھپائی رسید ۔ چھپائی فارم ۔ مرمت نیکمعہ عہ ۔<br>کرایہ دفتر ماہ ستمبر ۔ مہترانی ستمبر ۸ ر ۔ کرایہ تانگہ لانے بک ۔<br>کاغذ ایک ریم فلسکیپ ۔ سیاہی ہند پریس ۔ ٹکٹ مشن لو ۔ کرایہ تانگہ ۱ ر ۔<br>ٹکٹ ریویو مالو ۱۱۹ روپیہ .. .. | ۰ | ۱ | ۳۰۲ |
| | | میزان کل .. .. .. | - | ۱ | ۲۰۷۷ |

## نقشہ نمبر ۶ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو در انگلستان بابت ستمبر سنہ ۱۹۲۹ء از یکم ستمبر لغایت ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۲۹ء

| تاریخ | نمبر رسید | تفصیل | پائی | آنہ | روپیہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۲ ۹/۲۹ | ۹۳ | سابقہ ملازم دوکنگ بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۹ء .. .. .. | ۹ | ۹ | ۱۳ |
| ۵ ۹/۲۹ | ۹۴ | بل عملہ اعلیٰ انگلستان ″ .. .. | ۱۱ | ۴ | ۵۸۵ |
| ۳ ۱۰/۲۹ | ۹۸ | بل عملہ ادنیٰ و سائر انگلستان .. .. .. | ۰ | ۸ | ۵۸۵ |
| | | میزان .. .. | ۵ | ۳ | ۱۱۸۴ |

# مسلم مشن ووکنگ کا آئندہ انتظام

از

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانیٔ مسلم مشن ووکنگ

میں کس زبان سے جناب باری کا شکریہ ادا کروں۔ کہ اس نے مجھے اس تحریر کے قابل کیا۔ یوں تو میں جنوبی افریقہ سے واپسی پر ہی اکتوبر ۱۹۲۶ء میں بیمار ہو گیا۔ لیکن فروری ۱۹۲۷ء سے بستر بیماری پر کچھ ایسا گرا۔ کہ اس تاریخ سے برابر پونے دو سال تک بستر کو چھوڑ نہ سکا۔ اس عرصہ میں ذیابیطس سے ہی مرض سل کا آغاز ہو گیا۔ جس نے دسمبر ۱۹۲۷ء میں خطرناک صورت اختیار کر لی۔ ۱۹۲۸ء کے اخیر میں کچھ صحت کے آثار پیدا ہوئے مگر میرے تبلیغی شغف نے مجھے پھر مبتلائے آلام کر دیا۔ چنانچہ اپریل گذشتہ میں میں ایسا گرا۔ کہ اس وقت تک چار قدم بھی نہیں چل سکتا۔ گئی گذری امراض از سر نو پیدا ہو گئیں۔ ان کے علاوہ دو ایک اور خطرناک شکایتوں نے مجھ پر آن قبضہ کیا۔ ستمبر گذشتہ کی ابتدا میں۔ تو میرے لواحقین کو میری زندگی سے بھی مایوسی ہو گئی۔ چنانچہ اسی حالت میں مجھے کشمیر سے لاہور لایا گیا۔ لیکن لاہور آتے ہی طبیعت نے پلٹا کھایا۔ اور اس محی الموتٰے نے ایک کالمیت انسان کو دوبارہ زندگی عطا کی۔ اس وقت میں خود بھی روز افزوں صحت کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

۱۹۲۵ء میں تیرہ سال کے تجربہ مغرب نے مجھے سکھلا دیا۔ کہ اس سرزمین میں **اشاعت اسلام** کا بہترین ذریعہ نشر و اشاعت لٹریچر ہے۔ چنانچہ میں نے ارادہ کیا۔ کہ مشن اور اس کے کاروبار متعلقہ کو تو ایک **جدید بورڈ** کے حوالے کر دوں۔ جس کے اراکین کے انتخاب میں فرقی خصائص کا لحاظ نہ ہو۔ اور میں خود اپنی آئندہ زندگی

مطلوبہ لٹریچر کے پیدا کرنے اور استحکام مشن کے لئے مستقل سرمایہ جمع کرنے میں صرف کروں۔ چنانچہ اگست ۱۹۲۵ء میں میں نے **مسلم لٹریری ٹرسٹ** کو بنایا جس کے چیئرمین لارڈ ہیڈلے بالقابہ اور دوسرے ٹرسٹیز میرے علاوہ ڈاکٹر عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل و حال منسٹر ریاست بڑودہ اور خواجہ نذیر احمد تجویز ہوئے۔ یہ ٹرسٹ بہمہ وجوہ از حد مفید ثابت ہوا۔ دوسری طرف اسی وقت میری تحریر پر خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری مسلم مشن ووکنگ نے مستقل سرمایہ کی تحریک بھی شروع کر دی +

۱۹۲۶ء کے اخیر میں ارادہ مذکورہ بالا کو تکمیل دینے کے خیال سے میں ہندوستان آیا لیکن یہاں آتے ہی رہین آلام ہو گیا۔ اور میری مہلک بیماری نے مجھے اس ارادہ کی تکمیل میں اور بھی تشنہ کر دیا۔ چنانچہ پچھلے سال جب میں رو بصحت ہونے لگا۔ تو ایک طرف تو میں نے بعض معزز اراکین انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور سے جن کے ہاتھ میں اُس وقت انتظام مشن تھا۔ گفتگو کی۔ دوسری طرف اپنے عندیہ سے ٹرسٹیان **مسلم لٹریری ٹرسٹ** کو آگاہ کیا۔ ان سب احباب نے مجھ سے اتفاق کر لیا۔ اور میں نے **مسلم مشن** ووکنگ۔ **اسلامک ریویو** **مسلم بشیر لائبریری** اور مسلم لٹریری ٹرسٹ کو جمع کر کے ایک نئے بورڈ کی تجویز تیار کی۔ اور اس کی باضابطہ اطلاع ان **انسٹیٹیوشنس**

(Institutions)

کے متعلقین کو دیدی۔ لیکن گذشتہ چھ ماہ کی میری خطرناک بیماری اس مبارک کام میں حائل ہو گئی۔ میں نے اپنے آپ کو معرض خطر میں دیکھ کر ان کل امور کو بغرض تکمیل اپنے فرزند خواجہ نذیر احمد بیرسٹرایٹ لاء لاہور کے حوالہ کیا۔ اور اپنے اعزا اور دیگر احباب کو وصیتاً عرض کر دیا۔ کہ میرے بعد اس تجویز کو عملی جامہ پہنائیں لیکن میں کس زبان سے خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کروں۔ کہ جس نے مجھے دوبارہ زندہ کر کے یہ دن دکھلایا۔ اور آج میں یہ اعلان کرتا ہوں۔ کہ انجمن مذکورہ نے اور ایسا ہی لٹریری ٹرسٹ کے

اراکین نے اِس تجویز کو چند شرائط کے ساتھ منظور کر لیا ہے۔

**اِس نئے بورڈ کا ٹرسٹ ڈیڈ** بھی تیار ہو کر کُل مجوزہ ٹرسٹیوں کی خدمت میں جا چکا ہے۔ اس وقت تک جناب میاں احسان الحق صاحب بیرسٹرایٹ لاء سشن جج کیمبل پور اور جناب ڈاکٹر عباس علی بیگ صاحب اور تین دیگر ٹرسٹیوں نے ٹرسٹ ڈیڈ پر اپنے دستخط ثبت کر کے اُسے میرے پاس بھیجدیا ہے آنریبل سر میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹرایٹ لاء لاہور ٹرسٹی کی خدمت میں یہ بھی لکھا گیا ہے۔ کہ وہ اسے قانونی نگاہ سے دیکھیں۔ جو کسی قدر موجب تعویق ہے۔ ایسے ہی لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی طرف سے بھی (کیونکہ وہ انگلستان میں ہیں) کاغذات کے آنے میں دیری ہوگی۔ لیکن زیادہ سے زیادہ چند ہفتوں تک اُن کی طرف سے بھی کاغذات مکمّل ہو کر آ جائینگے پھر لاہور میں یہ ٹرسٹ ڈیڈ رجسٹرڈ ہو کر کُل معاملات مشن نئے بورڈ کے حوالہ ہو جائینگے میں پھر خدا تعالیٰ کا ایک اور امر کیلئے بھی شکریّہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آج میں اس مشن اور اسکے دیگر مُتعلقہ انسٹیٹیوشنس کو نہ صرف ایک سرسبز و کامیاب حالت میں مجوزہ ٹرسٹیوں کے حوالہ کرتا ہوں بلکہ تخمیناً چوالیس ہزار روپیہ نقد (جسمیں آمد جنوبی افریقہ و رقوم سرمایہ مستقلہ بھی شامل ہے)۔ اور پندرہ ہزار روپیہ کی کُتب برائے فروخت۔ اور چار ہزار روپیہ کا فرنیچر (متعلقہ مسجد ووکنگ و لندن مسلم نماز گاہ) بھی اس نئے بورڈ کو دیتا ہوں۔ اس میں سے سینتیس ہزار دو صد اٹھائیس روپیہ بشکل فکسڈ ڈپازٹ لاہور کے مختلف بنکوں میں جمع ہے لیکن سال آئندہ کے آغاز میں اس رقم میں اس کا مُنافع اور ساتھ ہی کچھ اور رقم شامل کر کے چالیس ہزار روپیہ کر دیا جائیگا۔ جو **ریزرو فنڈ** ہوگا۔ اِن رقومات کے علاوہ ایک اَور رقم تین ہزار کی بھی ہے جسکو مشن سے کوئی تعلّق نہیں وہ ایک مرحوم دوست نے میری اطلاع کے بغیر ایک جگہ میرے نام پر میرے سفر امریکہ کیلئے جمع کرا دی تھی۔ اس کا علم مجھے بعد میں ہُوا۔ چونکہ میری موجودہ حالت میں ایسا سفر مشکل ہو گیا ہے۔ اسلئے میں نے گذشتہ مہینے رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں لکھدیا تھا کہ میں اس روپیہ کو مذہبی تصنیفات میں خرچ کر دونگا۔ اب بھی میرا یہی ارادہ ہے لیکن ان تصنیفات

کی ملکیت بھی جدید بورڈ کو دی جائیگی۔ اور اگر میں اس ارادہ کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکا تو یہ روپیہ بھی بورڈ کی ملکیت میں جانا چاہئیے +

میں اپنے مسلم دوستوں کا تہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے ہر ایک شکل میں مجھے اس مشن کے سرسبز کرنے میں فراخ دلی سے امداد دی جس کی تفصیل میں رسالہ اشاعت اسلام لاہور دسمبر ۱۹۲۹ء میں کرونگا انشاء اللہ

ان سطور کے ختم کرنے سے پہلے ایک ضروری عرض کرنی چاہتا ہوں کہ قوم بالا کو تو میں نے بغرض سرمایہ مستقل ۱۹۲۵ء سے الگ کا الگ رکھا۔ باقی مشن کی آمد مستقل یا غیر مستقل اخراجات جاریہ میں گئی لیکن اس میری لمبی بیماری نے نہ صرف **مستقل سرمایہ** کی فراہمی کو روک دیا۔ بلکہ اخراجات جاریہ کی آمد میں بھی فرق آگیا۔ بالمقابل مشن کے کاروبار اشاعت دن بدن بڑھتے جاتے ہیں۔ جیسا کہ وقتاً فوقتاً اس کے مفید نتائج کو شائع کیا جاتا ہے۔ جس سے موجودہ آمد بغرض اخراجات جاریہ مکتفی نہیں ہوتی اس لئے میری عرض ہے۔ کہ معاونین مشن سر دست اپنی معمولی فیاضی اور کام کو مشن کو پیش آمدہ تکلیف سے بچائیں۔ اور پھر مشن کیلئے مستقل سرمایہ کی امداد کا بھی خیال فرمائیں یہ کام خدا کے فضل سے اب چل نکلا ہے۔ اور ہر قسم کی ابتدائی مشکلات کو ختم کر چکا ہے روزمرہ کے چندے جو اس کے مستقبل کی آمید نہیں دلاتے۔ اگر ہم اس مستقل سرمایہ **کو جو نصف لاکھ کے قریب ہو چکا ہے آیندہ دو تین سالوں میں اس قدر بڑھائیں جس کی مستقل آمد ہی مشن کے اخراجات کی متکفل ہو جائے تو پھر قیام و استحکام مشن ایک حقیقت مثبتہ ہو جائیگا** +

خدا تعالیٰ مجھے صحت دے۔ تو میری آیندہ زندگی کا مشن تصنیف ملیہ کے علاوہ اس **مستقل سرمایہ** کو جمع کرنا ہوگا۔ آمین +

جو صاحب اس کار خیر میں ہمارا ہاتھ بٹانا چاہیں۔ وہ تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری صاحب مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) فرمائیں +

مورخہ ۳۰ - اکتوبر ۱۹۲۹ء
عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

خادم
**خواجہ کمال الدین**

پنجاب میں اسلامی لٹریچر کے لئے [illegible]

# ضروری اعلان

مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور کے تمام ناظرین کرام آگاہ ہونگے کہ سوسائٹی مذکور کا مقصد اصلی کتب کی طبع و اشاعت ہے۔ جن سے اسلام کی حمایت و حفاظت و اشاعت ہو۔ اور دشمنان اسلام کے اعتراضات کا پورا پورا جواب ہو۔ اور غیر مسلم اسلام کی خوبیوں اور محاسن سے آگاہ ہوں حضرت نبی کریم صلعم کے حالات زندگی سے مسلم و غیر مسلم بہرہ ور ہوں۔ ان مقاصد عالیہ کو سامنے رکھ کر سوسائٹی مذکور گزشتہ چند سال سے کام کر رہی ہے۔ اگر اسلامی لٹریچر سے دلچسپی رکھنے والے مسلم احباب سوسائٹی کے مقاصد عالیہ کو ملحوظ خاطر رکھ کر سوسائٹی کی جدید مطبوعات کی مستقل خریداری قبول فرمائیں۔ اور ہر جو کتاب سوسائٹی شائع کرے۔ اس کی ایک کاپی کیلئے اپنا نام مستقل طور پر رجسٹر کرائیں۔ تاکہ ان کی خدمت میں ہر شائع شدہ کتاب پوچھے بغیر ہی ہر ماہ وی۔ پی کردی جایا کرے۔ مستقل خریداری قبول کرنے سے آپ کارکنان سوسائٹی کو قابل کرینگے کہ وہ ہر ماہ اسلامی کتب کی طبع و اشاعت کو جاری رکھ سکے۔ آجکل ذیل کی کتب سوسائٹی مذکور نے جدید چھپوائی ہیں مفصل فہرست کتب فرمائش آنے پر بھیجی جاسکتی ہے ÷

| نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| توحید فی الاسلام .. | ۸ر | مطالعہ اسلام - - | ۹ر | اُم الالسنہ - - | ۱۲ر | پادری صاحبان کیلئے حل طلب شبہے | ۱ر |
| راز حیات یا انجیل عمل .. | ۵ر | مکالمات ثلثہ - - | ۱۰ر | براہین نیرہ - - - | ۱۲ر | اسلامی تعلیم نو اور اس کی منزل یا اقتراحات | ۱ر |
| سلک مروارید .. .. | ۸ر | اسلام میں کوئی فرقہ نہیں - | ۱۲ر | اسلام اور علوم جدیدہ | ۴ر | اسلام اور اس کا فلسفہ .. | ۴ر |
| تعلیمات غوثیہ - | ۱۲ر | لمعات انوار محمدیہ .. | ۴ر | یسوع کی الوہیت - - | ۴ر | مسئلہ تقدیر پر ایک نظم تجارتی | ۴ر |
| | | | | | | دنیا کے مشہور شہدائے اسلام | ۸ر |
| مقصد مذہب - - - | ۳ر | مذہب محبت .. - | ۵ر | روحانیت فی الاسلام | ۱۲ر | تفسیر سورہ فاتحہ .. - | ۳ر |
| ضرورت الاسلام - - - | ۱۲ر | قرآن اور عالم کا مذہب - | ۵ر | ہستی باری تعالے | ۶ر | سیرۃ نبوی - | ۳ر |
| ینابیع المسیحیت - - - | ۸ر | اسوۂ حسنہ - - - | ۶ر | پیام اسلام - - | ۶ر | تصاویر مسلمات علم سیپ فی درجات | ۱۰ر |

**فہمائش بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب**